07110

"تاریخ اسلام کے ان عظیم اکاذیب کا تحقیقی جائزہ

جو صدر اول سے جملہ فرزندان اسلام کو گمراہ کیے جا رہے ہیں۔"

عترتِ رسول

فیض عالم صدیقی

ورائٹی بک بینک

۲۱ ایبک روڈ (نیو انارکلی) لاہور

مؤلف کی ایمان افروز تحقیقی تالیفات

- اختلاف امت کا المیہ ۔ دوسرا ایڈیشن ۔ ۲۸/- روپے
- حقیقت مذہب شیعہ ۔ دوسرا ایڈیشن ۳۶/- "
- بنات الرسولؐ
- مقام صحابہؓ
- عترتِ رسولؐ دوسرا ایڈیشن [illegible]
- شہادت ذوالنورینؓ دوسرا ایڈیشن ۹/- روپے
- حسن بن علیؓ ۸/- "
- خلافت راشدہ ۱۲/- "
- امیر المومنین امیر مروان بن الحکم
- سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع (دوسرا ایڈیشن) ۲/- روپے
- اہلحدیث
- سلطان ٹیپو شہید ۔ (دوسرا ایڈیشن) ۴۰/- روپے
- راجپوری ۲/- پرنٹرز ـــــــ

سرورق ـــــ حفیظ سرور لاہور

عترتِ رسولؐ:-

"ماہنامہ میثاق لاہور جولائی ۱۹۷۷ء، صفحہ ۶۲"

شیعیت نے عترتِ رسول اور آلِ رسولؐ کو صرف اولاد فاطمی تک محدود کر رکھا ہے۔ اور چودہ سو سال سے اس گمراہ کن نظریہ کی نشرواشاعت میں مصروف عمل ہے۔ حالانکہ ہمارے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "عترت رسولؐ" سے مراد تمام قریش (جو مشرف باسلام ہوئے) اور آلِ محمدؐ سے مراد پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی مسئلہ کو احادیث شریفہ اور تاریخ و سیر کی مستند کتب کے حوالوں اور عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو جس محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے۔ وہ لائق تحسین ہے۔ اور اس امر کی دلیل ہے۔ کہ صاحبِ تصنیف کا مطالعہ کتنا وسیع اور ان کی نظر کتنی عمیق ہے۔ اسلوب بیان میں کہیں کہیں تندی و تلخی جھلکتی ہے۔ شاید یہ جارحانہ اقدامات اور طرز عمل کا ردِ عمل ہے۔ جو ایک گروہ کی جانب سے مختلف ابلاغ کے ذرائع سے مسلسل کیا جا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے کے ابطال کا اقتضا تھا کہ بات کو جہاں نقلی و عقلی دلائل سے پیش کیا جائے وہاں پیش کرنے کیلئے زوردار اسلوب بیان بھی اختیار کیا جائے۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر اس شخص کے لئے انتہائی مفید ہوگا جو عترت رسولؐ کے لئے مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنے کا متمنی ہو۔

اس کتاب کے متعلق بھی ہمارا وہی تاثر و احساس ہے جس کا ذکر "شہادت ذوالنورین" کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

عترتِ رسولؐ:-

"ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اپریل مئی ۱۹۷۷ء صفحہ نمبر ۶۰"

یہ حقیقت اب اپنی جگہ نہایت واضح ہو چکی ہے کہ بعض مفسدوں نے امتِ مسلمہ کے دور اوّل کی تاریخ کو اپنے مذموم مقاصد کے تحت بالکل مسخ کر کے رکھ دیا اور نقل روایت میں سہل پسندانہ رویہ نے اسی مسخ شدہ تاریخ کو امت کی اصل تاریخ کی حیثیت دے دی۔ یہ تاریخ اتنی مستند قرار پائی کہ آج عامۃ المسلمین بعض صلحائے امت

کو گالیوں سے نوازتے ہیں۔ اور جب انہیں اصل حقیقت بتائی جاتی ہے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتے ہیں کہ عیب کہنے والا کوئی بہتان طرازی کر رہا ہو۔ دو داوں کی تاریخ کا رخ درست کرنے کے لئے پاکستان میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان علمی کاوشوں کو پروان چڑھنے سے روکنے کی بھرپور سعی کی گئی۔ اور متعدد تصانیف کا گلا گھونٹ دیا گیا تاہم اہل علم اس موضوع پر برابر کام کر رہے ہیں۔ اور انشاءاللہ ان کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں فاضل مصنف نے عترت رسولؐ کے موضوع پر تاریخی مواد جمع کیا ہے۔ یار لوگوں نے تو عترت رسولؐ سے مراد حضرت فاطمہؓ اور اولاد فاطمہ کو لیا ہے۔ لیکن فاضل مصنف نے پوری تفصیل سے بتایا ہے۔ کہ آں حضرت صلعم کی کتنی اولاد تھی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دوسری بیٹیوں کی نسل میں کون لوگ تھے۔ اور انہوں نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ دوسری طرف آل ابی طالب میں کون سی اہم شخصیتیں ہوئیں۔ اور تاریخ ان کے بارے میں کیا معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مصنف نے خاص طور پر یہ نمایاں کیا ہے کہ پہلی تین صدیوں میں اسلامی حکومت کے خلاف جتنے خروج ہوئے تقریباً ان سب میں علویوں کا ہاتھ تھا۔ اور بعض خروج کرنے والے انتہائی رذیل اخلاق کے مالک اسلامی اوصاف سے عاری اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانے والے تھے۔

یہ کتاب آں حضرتؐ کی بعض محبوب اولادوں کا تذکرہ کرتی ہے جنہیں امت نے بالکل بھلا دیا ہے۔ مثلاً حضرت زینبؓ اور ان کے صاحبزادے علیؓ جو فتح مکہ کے دن حضرت علیؓ کی ناقہ پر سوار تھے۔ اور دور صدیقی میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت رقیہؓ اور ان کے صاحبزادے عبداللہؓ بن عثمانؓ۔ کتاب میں بعض تبلیغی روایات کی قلعی کھولی گئی ہے جو اس وقت زبان زد عوام ہیں۔ مثلاً شہر بانو کا واقعہ اور الحواب کے بھونکنے کا واقعہ۔ کتاب محققانہ رنگ کے ساتھ ساتھ مناظرانہ بھی ہے۔ اس کا مقدمہ جناب علی احمد عباسی نے تحریر کیا ہے جو خود اس دور کی تاریخ کے بارے میں نادر تحقیق کر چکے ہیں۔

عترت رسولؐ

"صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم رجب ۱۳۹۶ھ صفحہ ۲۴"

فاضل مصنف کی یہ تالیف اپنی نوعیت کا اولین اور منفرد تحقیقی شاہکار ہے۔ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں عترت، آل، اور اہل پر نہایت عالمانہ انداز میں بحث کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ تمام صحیح العقیدہ مسلمان نبی علیہ السلام کی آل ہیں۔ نبی علیہ السلام کے خاندان کے ان افراد کا تذکرہ ہے جو اغیار کی دسیسہ کاریوں کی بھینٹ چڑھ کر تاریخ کے گوشوں میں مستور کر دیئے گئے۔ اور صرف چند ایک کے بار بار ذکر نے خاص و عام کے اذہان کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے کر نبی علیہ السلام کی عظیم عترت کو پس پردہ دھکیل دیا ہے۔

فاضل مؤلف نے سادات بنو امیہ اور عباسؓ کی خلافتوں کے زمانہ میں ان افراد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جن میں سے اکثر نے خانہ کعبہ کو لوٹنے سے بھی گریز نہ کیا حج اور عمرہ تک سے محروم ہو گئے۔ مسجد نبوی میں نمازیں تک ادا کرنے سے روک دیا گیا۔

چالیس صفحات سے زائد مقدمہ پروفیسر حکیم سید علی احمد عباسی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔

عترت رسولؐ

"ہفت روزہ "الاسلام" لاہور ۲ جولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۵

مؤلفہ حکیم فیض عالم صدیقی

اپنی نوعیت کی منفرد تالیف جس کے پہلے باب میں عترت، آل اور اہل پر علمی طور پر محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں نبی علیہ السلام کی عترت کے حالات ہیں۔ اور تاریخ کے ان پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے جو اغیار کی ریشہ دوانیوں سے عوام کی نظروں سے اوجھل اور خواص کے ذہنوں میں غلط تاثرات کا موجب ہو کر حقائق کو مستور کرنے کا موجب بن چکے ہیں تیسرے باب میں خلفائے سادات بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں خروج کرنے والوں کے تفصیلی حالات ہیں۔ یہ کتاب آپ کو سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔ چالیس صفحات سے زائد مقدمہ حکیم محمد علی عباسی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

مقدمہ طبع ثانی

عترتِ رسولؐ ۱۹۷۴ء میں طبع ہوئی۔ متعدد اخبارات و رسائل نے اس پر نہایت جاندار تائیدی تبصرے لکھے۔ اور سینکڑوں احباب نے اسے وقت کی اہم ضرورت، اس موضوع پر حرفِ اوّل قسم کے ارشادات سے حوصلہ افزائی کی اور ساتھ ہی اس بات کا تقاضا شروع کیا کہ اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا جائے۔ مگر میں اپنی دیگر تالیفات کی طباعت میں ایسا اُلجھا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

اچانک "سیدنا حسنؑ" کا اپنے موقف سے رجوع" اور "خلافتِ راشدہ" کے سلسلہ میں ستمبر ۱۹۸۰ء میں ۱۶۔ ایم پی او کے تحت خوشاب پولیس نے گرفتار کر کے شاہ پور جیل میں بند کر دیا۔ جیل کے چالیس دن باہر کی دنیا سے تعلق یکسر منقطع، خلوت و تنہائی غور و فکر، ایک عبدِ ضعیف کی معبودِ وقادر و بے نیاز کے حضور میں سجدہ ریزیاں یہ وہ کیفیات ہیں جو صرف حس و ادراک سے تعلق رکھتی ہیں۔ قلم و زبان ان کے اظہار و بیان سے عاجز و قاصر ہیں۔ چالیس روزہ جیل کے ایام کو چونسٹھ سالہ زندگی کا ماحصل کہوں تو بجا ہے[1] ضمانت پر گھر پہنچا تو سب سے پہلے عترتِ رسولؐ کا مسودہ نظروں کے سامنے آیا عترتِ رسولؐ سے متاثر ہو کر چند عزیزوں نے DEWIGHT M. DONOLDSON کی شہرہ آفاق تالیف SHI-ET-RELIGION OF ISLAM کی چھٹے حصّے کے چوتھے پانچویں باب کی فوٹو سٹیٹ بھجوائیں۔ عجیب حیرانی کی بات ہے کہ پاکستان کی تمام سرکاری اور غیر سرکاری لائبریریوں کے کیٹیلاگ پر کتاب مذکور کا نام موجود ہے مگر کتاب ندارد۔ مشہور مستشرق ایم ڈونالڈسن نے سولہ سال لگاتار ایران کے مشہور شہر مشہد میں مقیم رہ کر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مولف نے جن کتب سے استفادہ کیا ان کی فہرست کتاب کے سولہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جن میں تفاسیر، احادیث، تاریخ، جغرافیہ، سوانح، حالاتِ ائمہ، علم کلام، ادعیہ اور زیارات کی تمام کتب شامل ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء

---

[1] انشاء اللہ کسی وقت وہ تمام روداد قارئین کے سامنے پیش ہو گی۔

میں لیوزک کمپنی لندن نے شائع کی۔ فاضل مولف کتاب کے چھٹے حصّے کے چوتھے باب کے صفحہ ۵۸ پر شیعوں کے مزعومہ ائمہ اور دیگر خروج کرنے والے علویوں کے متعلق لکھتا ہے:

CHAPTER IV

ALI THE FIRST IMAM

A CAREFUL study of the Imams reveals the fact that very ordinary men have been made immortals. The best that we can do is to gather what we can from the earliest sources to enable us to determine what these men were in real life, in their unglorified and unsanctified existence. Yet at the same time it is necessary to endeavour to picture the halo that later legend has given them. Unless we go beyond what they were to what has been said about them, we will fail entirely to enter into the spirit of Shi'ite Islam and will not be able to explain the growth of the amazing and all-inclusive doctrines that are now considered fundamental to that faith.

The earliest traditions show that Ali's claims to the caliphate were not regarded by his friends and supporters as merely political aspirations, but as his divine right. The teaching and agitation of a comparatively obscure figure in the history of Islam had much to do with the rise and spread of this point of view. As early as the caliphate of Uthman, an itinerant preacher named Abd Allah ibn Saba' had travelled widely throughout the empire, as Tabari says, "seeking to lead the Moslems into error." According to Wellhausen he was said to have been a Jew before he became a Muhammadan. Originally, he had come from Sana, in the Yemen, and he had worked in the Hijaz and in the new cities of al-Basra and Kufa, and had afterwards journeyed to Syria, and had ultimately settled in Egypt. In Egypt he had taken a leading part in the conspiracy in favour of Ali, and had declared that Abu Bakr and Umar and Uthman were usurpers. The malcontents during Uthman's caliphate had been in secret correspondence with Ibn Saba', and he had accompanied the

ائمہ کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے معمولی اشخاص کو غیر فانی بنا دیا گیا ہے بہترین صورت جو اختیار کر سکتے ہیں یہ ہوگی کہ قدیم ترین ماخذوں سے جو معلومات فراہم ہوں ان کے ذریعے سے یہ فیصلہ کریں کہ تعظیم و تقدیس کے جو خیالات ان کے وجود سے وابستہ ہیں ان سے قطع نظر کر کے حقیقی زندگی میں یہ لوگ کیسے تھے۔ تاہم زمانہ مابعد کی داستان نے جو الوہیت ان کو بخشی ہے اس کی تصویر کشی کی سعی کرنا ضروری ہے۔ تا وقتیکہ ہم ان کی واقعی حالت سے گذر کر یہ نہ دیکھیں کہ ان کے متعلق کیا کیا کہا گیا ہے۔

ہم شیعان علیؓ کی روح تک پہنچنے میں قطعاً ناکام رہیں گے اور ان حیرت انگیز و جامع و مانع اصولوں کی نشو و نما کی تشریح نہ کر سکیں گے جو اس مذہب کے بنیادی عقائد تصور کیے جاتے ہیں۔ قدیم ترین روایات ظاہر کرتی ہیں کہ خلافت کے متعلق حضرت علیؓ کے دعاوی کو ان کے دوست اور طرفدار محض سیاسی نصب العین نہیں بلکہ قضائے و قدر کی طرف سے ان کا مقرر کردہ حق تصور کرتے تھے اور اس نظریہ کے نشو و نما پانے اور پھیلنے کا بہت کچھ تعلق اسلامی تاریخ کے اندر نسبتاً ایک حقیر حیثیت رکھنے والے فرد کی تعلیم اور جد و جہد سے ہے۔ جیسا کہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی کے دور میں ایک پُر جوش واعظ مسمی عبداللہ بن سبا نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے ساری مملکت میں سیاحت کی تھی۔ ویلہاسن کے مطابق اس کے مسلمان ہونے سے پہلے اُسے ایک یہودی سمجھا جاتا تھا۔ اصل میں وہ صنعا سے یمن کی طرف آیا تھا۔ اس نے حجاز میں کام کیا۔ اور بصرہ اور کوفہ کے نئے شہروں میں بھی۔ بعد میں اس نے شام کا سفر کیا۔ اور آخر کار مصر میں قیام کیا۔ مصر میں علیؓ کے حق میں سازش کرنے میں اس نے قیادت حاصل کر لی اور یہ ظاہر کیا کہ ابوبکرؓ عمرؓ، عثمانؓ غاصب تھے۔ عثمانؓ کی خلافت کے دوران ابن سبا کے ساتھ حکومت سے بیزار لوگوں نے خفیہ خط و کتابت شروع کر لی اور اس نے عثمانؓ کے قتل کے فوراً بعد مصر سے مدینہ کی طرف بڑھنے والی فوجوں کا ساتھ دیا۔

ڈونالڈسن آگے چل کر بالتفصیل اس بات پر بحث کرتا ہے کہ شیعیت کا تمام خاکہ ابن سبا یہودی عالم کے دماغ کی اختراع ہے۔

ایک طرف چند مجہول الاحوال افراد کی اسلام دشمن تخریبی کاروائیوں کی محیر العقول مافوق الفطرت قسم کی تبلیغ و ارشاد کے پردوں میں نشر و اشاعت اور دوسری طرف بے حسی اور بے حمیتی کا یہ عالم کہ ہم اس خمینی جیسے انسان کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جس نے اپنے بارھویں مزعومہ امام کی قصیدہ خوانی کے دوران حضور خاتم المرسلین صؐ کی رسالت کے متعلق کہا کہ وہ معاشرتی انصاف میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔

TEHRAN TIMES

MAY TRUTH PREVAIL

Vol. II No. 29 | SUNDAY JUNE 29, 1980 (TIR 8 1359) | PRICE 25 RIALS

TEHRAN – Imam Khomeini inaugurating National Television's second network delivered yesterday a message marking the birthday of the 12th Imam, Hazrat Mehdi, the Imam Zaman (the Imam of the entire human race).

"The Imam Zaman will bear the message of social justice for transforming the entire world, a task that even the Holy Prophet Mohammad was not wholly successful in achieving," Imam Khomeini said.

"If the celebrations for our Holy Prophet is the greatest for Moslems, the celebrations for the Imam Zaman is the greatest for all humanity. I cannot call him leader because he was more than this, I cannot call him first because there is no second," the Imam declared.

لفظی ترجمہ تہران ٹائمز جلد ۲ نمبر ۲۹ اتوار ۲۹ جون ۱۹۸۰ء

تہران : قومی ٹیلیویژن کے دوسرے مرحلے کے افتتاح کے موقع پر امام خمینی نے تہران میں فرمایا کہ بارھویں امام زمان حضرت مہدی بیدار ہو چکے ہیں۔ رہنمائے انسانیت کے لئے امام ہیں امام زمان معاشرتی انصاف کی تبلیغ کریں گے یہ وہ کام ہے جس میں

حضرت محمدؐ بھی پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ امام خمینی نے کہا۔ اگر حضرت محمدؐ کا جشن مسلمانانِ عالم کے لئے عظیم ہے تو جشنِ امام تمام انسانیت کے لئے عظیم ترین ہے میں انہیں لیڈر نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ میں انہیں اوّل نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کوئی ثانی نہیں۔

جس مہدی کی تعریف میں مسٹر خمینی رطب اللسان ہیں ان کے کردار کی ایک ہلکی سی جھلک مولوی مقبول احمد شیعہ کے مترجم قرآن کے صفحہ ۸۵۰ کے حاشیہ سے ملاحظہ ہو۔

لئن لم ینتہِ المنٰفقون کے ذیل میں قول مترجم کے عنوان سے لکھتے ہیں جناب رسولؐ خدا کی نسبت جھوٹی خبریں اڑانے والوں کی نسبت جب یہ تنبیہ ہے تو رسول اللہ کے نام سے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے والوں کی نسبت کیسی کچھ وعید ہونی چاہیئے۔...... جھوٹی حدیث بیان کرنے کی بنا غاصبِ اوّل (ابوبکر صدیق رضؓ) نے کی اور تائید غاصب ثانی (سیدنا فاروق اعظم رضؓ) نے۔ انہی دونوں کے جوارِ رسول میں ہونے کا فخر کیا جاتا ہے۔ اب فخر کرنے والے ثم لا یجاورونک الّا قلیلاً کو غور سے تلاوت کریں اور جناب امام صاحب العصر والزمان کی اس حدیث کو جس میں یہ ہے کہ وہ حضرت ان کی قبریں کھدوا کر ان کے لاشے نکلوائیں گے۔ اور سوکھے درخت پر ان کو لٹکوائیں گے۔ اور بغرض امتحان وہ درخت ہرے ہو جائیں گے۔ پھر اُن سے بیزاری کا حکم دیا جائے گا۔ مگر منافقین نہ مانیں گے۔ اور مومنین سے الگ ہو جائیں گے۔ اور انہی (حضرات شیخین) ملعونین کے ساتھ قتل کیے جائینگے"۔

لگتے ہاتھوں شیعہ مذہب کی مشہور ترین کتاب حیات القلوب پر بھی ایک نظر ڈالتے جایئے:

در احادیثِ بسیار منقول است کہ علماء و سائر ائمہ ابوبکر (رضؓ) را فرعونِ ایں امت و عمر (رضؓ) را ہامانِ ایں امت۔ عثمان (رضؓ) را قارونِ ایں امت فرمودہ اند و در رجعت نیز غرق آب شمشیرِ قائم آل محمد خواہند شد (حیات القلوب ج ۱ ص ۳۴۶)

ترجمہ: بہت سی احادیث میں منقول ہے کہ علماء اور تمام ائمہ نے ابوبکر (رضؓ) کو اس امت کا فرعون۔ عمر (رضؓ) کو اس امت کا ہامان اور عثمان (رضؓ) کو اس امت کا قارون فرمایا ہے۔ یہ سب قائم آل محمد (مہدی) کی رجعت کے وقت ان کی شمشیر سے ہلاک ہوں گے۔

یہی ملا باقر مجلسی ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

چوں حضرت قائم آل محمد ظاہر شود۔ عائشہ (رضؓ) را زندہ گرداند تا آنکہ او را حد بزند و انتقام بکشد حضرت فاطمہ رضؓ را۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۲۷)

(ترجمہ) جب قائم آل محمد ظاہر ہوگا تو (حضرت) عائشہ (رضؓ) کو زندہ کرے گا اور حضرت فاطمہ رضؓ کے انتقام میں ان پر حد جاری کرے گا۔ بلکہ بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ انہیں بار بار زندہ کرے گا اور مارے گا اور آخر آگ میں جلا کر ان کی راکھ دریا میں بہا دیگا"۔

اس مقام پر صرف ایک سوال توجہ طلب ہے کہ آیا حقیقی اہل بیت اور عترت یہ لوگ ہیں یا وہ بزرگ ہستیاں جن کی عصمت، طہارت، تقدس اور عدالت پر اہل سنت وجماعت کا ایمان ہے۔ ان تمام باتوں کا جواب آپ کو عترت رسولؐ میں ملیگا اور اس بات کا جواب بھی آپ کو اسی تالیف میں ملے گا۔ کہ سیدنا علیؓ کی اولاد کے وہ لوگ جنہیں مسٹر خمینی کی قسم کے لوگ ائمہ اطہار کہتے ہیں وہ اپنے دور کے خلفاء کی بیعت میں تھے اور سینکڑوں علوی شہزادیاں خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس کے شہزادوں کے نکاح میں تھیں ۔ آج فاطمی یا علوی اصطلاحات بھی مروج ہیں مگر یہود و مجوس کے کچھ جوڑے نے اگرچہ بظاہر اپنے آپ کو علوی النسل افراد سے عموماً اور فاطمی النسل سے خصوصاً منسلک کرنے کا دعوی کیا ہے۔ اور سادہ لوح علوی یا فاطمی ان کے اس چکمہ میں آگئے مگر ان لوگوں کے پیش نظر علویت یا فاطمیت نہ تھی۔ بلکہ طالبیت تھی۔ طالب، عبد مناف کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ جنگ بدر میں کفارِ مکہ کی فوج

میں تھا معلوم نہیں بدر کے معرکہ میں قتل ہوا یا بدر کے بعد مرا۔ بہر حال بدر کے بعد اس کے حالات سے تاریخیں خاموش ہیں۔ عبد مناف کی کنیت طالب کی وجہ سے ابو طالب تھی۔

ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ نے علویوں کے حالات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے مگر اس کا نام مصنف نے مقاتل الطالبین رکھا ہے۔ یعنی طالبیوں کے مقاتل، اسیطرح احمد بن علی بن الحسین بن علی بن مہنا بن عتبہ الاصغر داؤدی الحسنی متوفی ۸۲۸ ہجری نے انساب آل ابی طالب پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس کا نام مصنف نے عمدۃ الطالب رکھا ہے۔ گویا تمام علویوں کو ہر دو مصنفین نے اولاد طالب قرار دیا ہے۔ افسوس کہ سادہ لوح علوی آجتک ان آستین کے سانپوں کی سمیت سے باخبر نہیں ہو سکے۔

"فیض عالم"

یکم محرم ۱۳۸۱ھ
۴۔ جولائی ۱۹۶۱ء

تعارف

از قلم

حضرت مولانا پروفیسر حکیم سید علی عباسی ایم۔ اے۔ ایس سی علیگ

مؤلف: حضرت معاویہؓ کی سیاسی زندگی، سیرت امام ابو حنیفہ، مقتل ابی مخنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد: مولانا حکیم فیض عالم صاحب صدیقی کی اس کتاب کے مضامین پڑھے۔ جس محنت اور تلاش سے انہوں نے اپنی کتاب مرتب کی ہے وہ ان کی وسعت نظر کی دلیل ہے۔ ممکن ہے بعض حضرات کو اس میں زبان کی تیزی نظر آئے۔ مگر اس تیزی کی کچھ بھی حقیقت نہیں اس اشتعال انگیزی اور افترا پردازی کے مقابلے میں جو سبائیہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کی تقریروں میں ہوتی ہے اور ان کے اخباری بیانوں میں نظر آتی ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اور جس جارحانہ انداز میں پاکستان کو ایک رافضی اسٹیٹ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے سلف کرام پر علانیہ طعن و تشنیع کی گرم بازاری ہے اور خلفائے اسلام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب و شتم جس دیدہ دلیری سے کیا جاتا ہے اس صورت حال سے پاکستانیوں کے سواد اعظم اور متبع سنت جماعت اہلسنت کو اپنے تحفظ اور دین حق کی جرأت مندانہ تبلیغ کے لئے کمربستہ ہونے کی ضرورت ہے بلکہ اس وقت یہ محض فرض کفایہ نہیں ہے فرض عین ہے۔

نفسین کی اشاعت سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کی صحیح اور منقح تاریخ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤقف کی روشنی میں مرتب کی جائے تاکہ نوجوان نسل جب پروان چڑھے تو روحانی فضا مسموم نہ ہو۔

کیسی عجیب بات کہ جو ملک کتاب و سنّت کی حکمرانی کے لئے قائم کیا گیا اور ہر صاحب سیاست کی زبان پر اسلام اسلام کا نعرہ ہے۔ وہاں تبلیغ کی کھلی آزادی انہیں حاصل ہے جو کتاب کو وہ کتاب نہیں سمجھتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو وراثت میں دے گئے اور جو عالم اسلام میں متداول ہے۔ اور نہ سنّت کو وہ سنت سمجھتے ہیں ان کے نزدیک جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین منافق و مرتد تھے۔ اُمہات المؤمنین رض مستوجب لعنت تھیں صلوٰت اللہ علیہن اور خلفائے سرورِ عالم و عالمیان سب کے سب غاصب ظالم اور مستحق سب و شتم تھے۔ ہر وہ کتاب جو تصحیح عقائد کے لئے شائع کی جاتی ہے اسے ضبط کر لیا جاتا ہے۔ لیکن روافض کو آزادی ہے کہ جو چاہیں لکھیں اور ریڈیو یا ٹی وی پر جو چاہیں بکواس کریں۔

حسرت ہے کہ جو لوگ مدعی علم ہیں اور اپنے آپ کو نائب رسولؐ باور کرانا چاہتے ہیں۔ ان کی مداہنت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی ہے بلکہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو روافض کی مجلسوں میں جا کر انہی کی سی باتیں کرتے ہیں[1]۔ اگر صورت حال یہی رہی تو وہ دن دُور نہیں جب اللہ کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر لائق تعزیر ہو جائے گا۔ اسے فتنہ انگیزی کہا جائے گا اور زبانوں پر "یا علیؓ" اور "یا حسینؓ" ہی کا ورد ہو گا۔

زیر نظر کتاب سے ناظرین کرام کو اندازہ ہو گا کہ کس کس طریقہ پر سبائیہ کے ہاتھوں ہماری تاریخ مسخ ہوئی ہے اور حقائق پر کیسی کیسی چالاکیوں سے پردے ڈالے گئے ہیں اور یہ بھی کہ جمل و صفین اور کربلا کے نام سے کس طرح جمہور صحابہ کرامؓ اور ہر عصر امت کو باطل پرست ثابت کرنے کی کوششیں پیہم و متواتر ہوتی رہتی ہیں۔ اور مودودی صاحب

[1] جہلم تحریک ختم نبوت کے دوران ایسا ہوا اور یہ بھی ایک جامع اہلحدیث میں۔

اور کوثر نیازی جیسے لوگوں کے ہاتھوں اب بھی ہو رہی ہیں جو بظاہر سنی بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ہیں کٹّر ۔۔۔۔

پھر اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ امت کو فتنوں میں مبتلا کرنے کے لئے اصول و قواعد دینیہ کو طاق نسیاں پر رکھ کر خروج کرنے والے لوگ کون تھے اور انہوں نے کیسے کیسے بہیمانہ جرائم کا ارتکاب کیا اور یہ بھی کہ خلفاء اسلام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کے بعد توجہ کرنے کی بات یہ ہے کہ امیر المؤمنین المامونؒ کے زمانے میں عباسیوں کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آل ابی طالب اور دوسرے ہاشمی کتنے ہوں گے۔ یہ ہزارہا ہاشمی سادات حکومت قائمہ کے ساتھ تھے وہ حکومت اموی ہو یا عباسی۔ اثنا عشریہ نے ہمارے جن بزرگوں کو "ائمہ اطہار" کا نام دے رکھا ہے۔ انہیں معصوم جانتے ہیں اور ایک درجہ میں انہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے اپنے عہد کے خلفاء کی بیعت میں تھے۔ اور ان کی نوازشات سے بہرہ ور۔ اسی طرح اسماعیلیہ کے صحیح النسب علوی سادات بھی۔ ان میں سے نہ کسی نے کسی منصب الٰہی کا دعویٰ کیا اور نہ اپنے آپ کو مفترض الطاعہ سمجھا۔ اور نہ اُمت کو اپنی پیروی کا مکلف بنایا۔ انہوں نے باقی مسلمانوں کی طرح سیدھی سادی اسلامی زندگی بسر کی۔ وہ حضرات سب بلا استثناء فرقہ بازی سے بیزار رہے۔ سبائیہ نے ان حقائقِ ثابتہ کو پسِ پشت ڈال کر وضعی روایتوں کے ذریعہ ان کی سوانح حیات مسخ کر دی ہیں تاکہ اُمت میں انتشار کی فضا قائم رہے۔ پھر بنو ہاشم کے سوادِ اعظم کے موقف سے ہٹ کر ان چند علویوں کو ہیرو بنا دیا ہے۔ جو عملاً ننگِ انسانیت و عربیت و اسلام تھے اور ان کی تقدیس کے لئے روایتیں وضع کی گئی ہیں۔ اس طرز عمل کا مقصود سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اول جمہورِ صحابہ کرامؓ کو پھر ان کے لاکھوں اتباع کو پھر جمہور آلِ علیؓ کو گمراہ منافق اور تقاضائے دین سے بے پرواہ ثابت کیا جائے۔

یہ لوگ عامۃ المسلمین کے سامنے یہ حقیقت بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ایک شریف باغی تک جس نے خلافت قائمہ سے بغاوت کی اس بغاوت میں ہم عصر امت ان کے خلاف رہی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بالآخر اپنے موقف سے رجوع کر کے امیر المؤمنین یزید کی بیعت میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور ان کے ساتھیوں نے انہیں اور دوسرے ہاشمیوں کو شہید کر دیا۔ اور پھر ان ظالم حکومت کے سر تھوپ دیا لیکن ہم عصر امت نے ان فتنہ پروروں اور کذابوں کو ہی مجرم گردانا۔ ان کے بعد جتنے علویوں نے وقتاً فوقتاً خروج کیا ان میں کسی کو خود اس کے گھر کے لوگوں کی بھی حمایت حاصل نہ تھی۔ چہ جائیکہ امت کسی درجے میں ان کا ساتھ دیتی۔ ان واقعات کو مؤلف نے تاریخی روشنی میں کتاب کے تیسرے باب میں نہایت ٹھوس تاریخی شہادتوں کی روشنی میں صفحہ قرطاس پر پیش کیا ہے۔

خلفائے اسلام رضی اللہ عنہم چونکہ اپنی قائدانہ ذمہ داریاں سمجھتے تھے اور انہیں خلافت اسلامیہ کو اہل عالم کے لئے نمونہ بنانا تھا۔ اسی لئے انہوں نے باغیوں کی سرکوبی میں جہاں تک ممکن ہو سکا نرمی برتی۔ اسی کا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ دنیا کی قوموں نے اپنے یہاں خلافت اسلامیہ کے اصول پر سیاسی معاشی اور معاشرتی تبدیلیاں کیں۔ استحصالی قوتوں کا خاتمہ کیا۔ کلیسا اور بادشاہ اپنے عوام کو جس طرح مقہور اور جاہل رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہو گئے اور جمہوریت و عدل عمرانی پر اپنی ریاستیں قائم کرنے کے علاوہ علوم و فنون کی تدوین پر متوجہ ہوئے بلکہ اپنے دینی عقائد و اعمال میں بھی اصلاحیں کیں۔

صلیبی جنگوں میں وہ آئے تو تھے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے لیکن جب جاتے تھے تو مسلمانوں کی رفعت کے نقوش ان کے دلوں پر مرتسم ہو چکے ہوتے تھے۔ پھر دوسری صدی ہجری میں ہسپانیہ کی اموی امارت اور پھر خلافت نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔

یورپ کی تمام ترقی ہسپانیہ کی درسگاہوں کی رہین منت ہے۔ لیکن سبائیہ کی نگاہ میں امت کا یہ سب ارتقاء ہیچ محض ہے اور ان کی کرگسی آنکھ صرف کہیں کہیں پڑے ہوئے مردار پر ہی پڑتی ہے۔ وہ آفتاب ہدایت جس نے دنیا کو منور کر دیا وہ ان شپرہ چشموں کو نظر ہی نہیں آتا۔

دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس نے تعمیر جہاں میں کچھ حصہ لے کر تاریخ سازی میں اپنا مقام پیدا کیا ہو اور وہ خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوئی ہو۔ لیکن ان سب کا شعار یہ رہا کہ وقت گذرنے پر سب کچھ فراموش کر دیا۔ اور جیسے پہلے ایک تھے ویسے ہی پھر ایک ہو گئے۔ انہوں نے سیاسی چپقلشوں کو فرقہ بازی یا خاندانی عداوتوں کا سبب نہیں بننے دیا۔ بعد کی نسل نے گزری ہوئی نسل کی حرمت قائم کی اور اکابر کی عظمت پر حرف نہ آنے دیا۔ یہی طریقہ کار اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کا اتباع کرنے والی امت کا رہا۔ پھر ہاشمی اور اموی سادات نے نیز عباسی اور علوی سادات نے باہمی مصاہرت کے رشتوں کا سلسلہ پیہم اور متواتر قائم رکھا تا کہ دوئی مٹے اور گزرے ہوئے واقعات وجہ نزاع نہ بننے پائیں۔ نتیجے میں مسلمانوں کو وہ اقتدار نصیب ہوا۔ کہ اہل عالم کے لئے مثال بنے۔

لیکن فرقہ بازوں کا طریقۂ کار دوسرا ہے انہیں جمل وصفین اور کربلا کے علاوہ کوئی موضوع سخن ہی نہیں ملتا۔ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ جن میں دس ہزار سے زائد اکابر ہیں۔ ان سب کو فراموش کر کے انہیں صرف علی رضؓ و معاویہؓ اور حسینؓ و یزیدؒ یاد ہیں۔ اور ہمارے ان بزرگوں اور پیشواؤں کو قسم قسم کے بہتان باندھ کر ان کی ہستیوں کو افسانوی بنا دیا ہے کسی کو آسمان پر بٹھا رکھا ہے اور کسی کو تحت الثریٰ میں دھکیل ڈالنے کے باوجود غیظ و غضب کم نہیں ہوتا۔

وہ دین جو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے آیا تھا اسے انہوں نے

آلِ علیؓ کا گھریلو معاملہ بنا دیا ہے کہ جیسے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت محض اس لئے تھی کہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو اُمّت پر مسلط کر جائیں اور انہیں کھلی چھٹی دے دیں کہ اُمت کے ساتھ جو کھیلنا چاہیں کھیلیں اور جس طرح عالمِ اسلام کو تباہ و برباد کرنا چاہیں کر دیں۔ کسی کو مجالِ دم زدن نہ ہو۔ سیّدنا علیؓ اور ان کی اولاد کے صلحاء جو آلِ علیؓ کا سوادِ اعظم رہے اور آج تک ہیں اور جو دینِ حق کے متبع رہے اور اپنے آثارِ حسنہ اُمت کے لئے چھوڑ گئے ان سے انہیں غرض نہیں بلکہ طرح طرح سے ان کے موقف کو مسخ کر کے اُمّت کو گمراہ کرنے کی سعیٔ پیہم میں لگے ہوئے ہیں۔

ریڈیو اور ٹی وی قومی ادارے ہیں اور کسی طرح جائز نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہاج سے ہٹ کر اور ان کے اجماعی مسائل سے رُوگردانی کر کے جماعۃ المسلمین کے عقاید خراب کریں اور پاکستان کو دوسرا ایران بنانے کے لئے انہیں کوشش کرنے کی آزادی ہو۔ جو لوگ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کریں گے انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ دینی اعتبار سے پاکستانیوں کو کس راہ پر لگایا جا رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ "آپ کی عترت اور قرآن میں کبھی جدائی نہ ہوگی تا آنکہ حوضِ کوثر پر آپ کے حضور پہنچیں"۔ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۰۵)

فیدل علی ان اجماع العترۃ حجۃ وھذا قول طائفۃ من اصحابنا لکن العترۃ ھم بنو ھاشم کلھم ولد العباس وولد علی وولد الحارث بن عبد المطلب وسائر بنی ابی طالب وغیرھم وعلی وحدہ لیس ھو العترۃ وسیّد العترۃ ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

ترجمہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عترت کا اجماع حجت ہے ہمارے اصحاب میں سے بعض حضرات کا قول یہی ہے لیکن عترت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں آلِ عباسؓ، آلِ علیؓ، آلِ حارثؓ بن عبدالمطلب اور تمام آلِ ابی طالب وغیرہم میں محض علیؓ ہی اکیلے عترت نہیں ہیں۔ اور اس عترت کے سردار ہیں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم"۔

پھر بحث بڑھا کر فرماتے ہیں:

یبین ذالک ان علماء العترۃ کابن عباس وغیرہ لم یکونوا یوجبون اتباع علی فی کل ما یقولہ و ولا کان علی یوجب علی الناس طاعتہ فی کل ما یفتی بہ ولا عُرِف اَنّ احداً من ائمۃ السلف لا من بنی ھاشم ولا غیرھم قال انہ یجب اتباع علی فی کل ما یقولہ

اِن العترۃ لم تجتمع علی امامتہ ولا افضلیتہ بل ائمۃ العترۃ کابن العباس وغیرہ لِقدّمون ابابکر و عمرؓ فیھم من اصحاب مالک وابی حنیفۃ والشافعی واحمد وغیرھم اضعاف من فیھم من الامامیۃ و النقل الثابت من جمیع علماء اھل البیت من بنی ھاشم من التابعین وتابعیھم من ولد الحسین وولد الحسن وغیرھما انھم کانوا یتولون ابابکر و عمر و یفضلونھما علی علی

ترجمہ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء عترت مثلاً حضرت

ابن عباسؓ وغیرہ وہ اس بات کا اتباع ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ جو حضرت علیؓ فرمائیں۔ اور نہ حضرت علیؓ ہی لوگوں پر اس کی اطاعت فرض سمجھتے تھے جس کا آپ فتویٰ دیں اور نہ علماء سلف میں وہ ہاشمی ہوں یا دوسرے کسی نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ بات جو حضرت علیؓ فرمائیں اس کا اتباع واجب ہے۔

عترت نے نہ ان کی امامت پر اجماع کیا اور نہ ان کی افضلیت پر بلکہ ائمہ عترت میں مثلاً حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مقدم رکھتے ہیں اور ان میں جتنے حضرات امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہم کا اتباع کرنے والے ہیں وہ امامیہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور تمام ہاشمی علماء اہل بیت وہ تابعین میں ہوں یا اتباع التابعین میں حضرت حسینؓ کی اولاد میں ہوں یا حضرت حسنؓ وغیرہما کی سب کے سب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت کرتے تھے اور انہیں حضرت علیؓ سے افضل جانتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام نے یہ تاریخی حقیقت بیان کی ہے۔ تمام صحیح النسب ہاشمی سادات روئے زمین پر جہاں کہیں بھی ہیں ان کی بھاری اکثریت متبع سنت جماعت میں شامل ہے۔ مصنوعی ہاشمیوں کا یہاں ذکر نہیں تمام عالم اسلام ہمارے سامنے ہے۔ انتہائی پروپیگنڈے کے باوجود بلادِ اسلامیہ میں جتنے ہاشمی بستے ہیں۔ ان میں روافض کی عددی حیثیت بہت ہی کم ہے مصر کے عبیدیوں نے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا لیکن مصر میں ان کا خود نام و نشان مٹ گیا۔ اسی طرح برصغیر میں حکومت کے زور پر لوگوں کو رافضی بنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ان رافضی حکومتوں کے اپنے باشندوں کی بھاری اکثریت

نے یہ دین قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایران میں اسماعیل صفوی نے چالیس لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا اور رفض کی پوری فضا قائم کر دی لیکن پھر بھی تمام ایرانیوں کو رافضی بنانے میں اسے کامیابی نہیں ہو سکی۔ وہاں اب بھی اہل السنۃ کی بڑی تعداد ہے گو وہ اقلیت میں ہیں۔ ابھی کچھ دن گزرے وہاں کی پارلیمنٹ میں عبدالرحمن نام کے ایک صاحب کا ذکر تھا اور یہ وہ نام ہے جو ابن ملجم کے سبب سبائیہ کے ہاں مبغوض ہے۔ اور اپنے بچوں کا یہ نام رکھنا وہ حرام سمجھتے ہیں انہیں تو کلب علی اور کلب حسین ہی جیسے نام پسند ہیں۔

اب پروپیگنڈے کا یہی حربہ پاکستان میں آزمایا جا رہا ہے۔ اہل السنۃ کی کتابیں ضبط کر کے علماء کو قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ کذب و افتراء کی اشاعت کر کے دو ڈھائی فیصد روافض کو جماعت المسلمین کے برابر درجہ دے کر ہر جگہ انہیں دخیل کیا جا رہا ہے اور تمام وہ ترکیبیں اختیار کی جا رہی ہیں جن سے تعلیمات قرآنیہ مسخ ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے موقف کو باطل قرار دیا جائے اور آل بیت اطہار پر ہر قسم کے جھوٹ بول کر انہیں اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ جیسے وہ کسی ایسے دین کے بانی ہوں جو صحابہ کرامؓ کے دین سے مختلف ہے۔ اور علوی سادات کا حال یہ ہے کہ جہاں ان کی بھاری اکثریت ہمیشہ سے متبع سنت چلی آ رہی ہے وہاں مغرب کے علویہ چوتھا خلیفہ سیدنا معاویہؓ کو سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی خلافت اجماعی تھی۔

روافض کا ایک طرف مطالبہ ہے کہ ان کا تعلیمی نظام جداگانہ رکھا جائے۔ ان کے اوقاف خود ان کے ہاتھ میں ہوں اور دوسری طرف چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی قیادت ان کے ہاتھ میں آئے اور اسلام کی پوری تاریخ پر خط نسخ کھینچ کر سبائی نظریات کو فروغ دیا جائے۔ شاہ بلیغ الدین صاحب نے اپنی تقریر میں کہیں حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کر دیا تھا۔ تو مطالبہ کیا گیا کہ اسوۂ حسنہ پر تقریروں کا سلسلہ ختم کر دیا جائے [illegible]

اس میں بزرگانِ اسلام کی تاریخ، ولادت یا وفات کے اعتبار سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن اس "آج کے دن" میں ذکر نہیں ہے تو حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ صلوات اللہ علیہا کا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا۔ حضرت طلحہؓ کا اور حضرت زبیرؓ کا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا۔ حضرت امیر المومنین معاویہؓ کا۔ حضرت امیر المومنین الولید کا حضرت خالدؓ بن ولید سیف اللہ کا وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ غزوہ خندق پر تقریر ہوتی ہے۔ تو یاد صرف اتنا آتا ہے کہ "حضرت امیر المومنین علی علیہ السلامؑ نے عمرو بن عبدِ وُدّ کو قتل کیا تھا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی وہ امیر المومنین تھے۔ پھر ایک جوان آدمی نے ایک عمر رسیدہ شخص کو قتل کر دیا تو وہ ایک عظیم کارنامہ بن گیا۔ لیکن یاد نہیں آئی تو یہ بات جو اس غزوہ کی جان ہے کہ تمام عرب قبائل ہجوم کر کے مسلمانوں پر چڑھ دوڑے تھے اور اللہ نے معجزانہ انہیں پسپا کر دیا۔ مسلمان فاقہ کشی میں مبتلا تھے۔ حضور اکرمؐ اور آپ کے اصحابؓ نے بھوک کے مارے اپنے پیٹ باندھ رکھے تھے۔ خندق کھودی جا رہی تھی ایک بڑا پتھر کوشش کے باوجود ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے میں سب کے ساتھ تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ فلاں پتھر نہیں ٹوٹ رہا۔ آپ نے تین ضربوں میں اسے توڑ دیا! ور پہلی ضرب جو لگائی اور اس سے شرارہ جو نکلا تو فرمایا میرے ہاتھوں میں کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں بس سارا غیظ و غضب اس کا ہے کہ عہدِ فاروقی میں تختِ کیانی کیوں اوندھا کر دیا گیا اور درفشِ کاویانی کے پرچے کیوں اڑائے گئے اور کسریٰ کے کنگن سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ کے بازوؤں تک کیوں پہنچ گئے۔ اس صدمۂ جانکاہ میں تسکین کی صورت یہ پیدا کی گئی کہ جس مجوسی غلام نے حضرت فاروقِ اعظم رضوان اللہ علیہ کو شہید کیا تھا اُسے بابا شجاع کا نام دیا گیا اور قم میں اس کی مصنوعی قبر پر سالانہ میلہ لگتا ہے پھر چونکہ اس کا نام فیروز تھا لہٰذا فیروزہ مبارک پتھر قرار دیا گیا اور ہر سیاہ پوش کی اُنگلی میں

فیروزے کی انگوٹھی لازم ٹھہری۔ دوسری ترکیبِ تسکین کی یہ پیدا کی گئی کہ کسریٰ کی خیالی بیٹی کو سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ماں بنا کر تختِ کیانی سے اپنا رشتہ جوڑ لیا گیا۔ اسی مجوسیت کی یاد برقرار رکھنے کے لئے نوروز کی حیثیت عید کی سی کر دی اور اسے عبادت کا دن مقرر کیا۔ یعنی یہ تہوار جو موسمی تھا اسے دینی حیثیت دیدی گئی کہ اس دن ایک خاص وقت ایسا آتا ہے کہ دعائیں قبول ہوں اور اسی وقت کے انتظار میں وہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ عید کے لئے بھی ضروری نہیں۔[۱]

ایسا ہی جشن حضرت امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن منایا جاتا ہے خفیہ طریقے پر یہ سلسلہ لکھنؤ سے شروع کیا گیا۔ گھر گھر میٹھا پکوان اہتمام سے تیار کیا جاتا ہے اور شرط ہوتی ہے کہ گھر سے باہر وہ سامان خورد و نوش نہ جانے پائے۔ جب بکثرت گھروں میں یہ سلسلہ جاری ہوا اور مسلمانوں نے اس کی نوعیت دریافت کی تو کہہ دیا گیا۔ کہ یہ "حضرت امام جعفر صادقؒ کی فاتحہ ہوتی ہے اور جو شخص یہ کام کرے اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں حالانکہ ۲۲ رجب جو سیدنا معاویہؓ کا یوم وفات ہے اسے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات میں کسی قسم کی کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

اسی طرح مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ خیال پھیلایا گیا کہ سیدنا علیؓ اور ان کی اولاد کا دین وہ نہ تھا جس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو دی تھی۔ اصحابؓ نے وہ دین بدل دیا لیکن آلِ علیؓ اس پر قائم رہے لہٰذا مسلمانوں کو اپنا دین آلِ علیؓ سے سیکھنا چاہیئے نہ کہ اصحابؓ سے۔ اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کو دو ذریعہ دین سیکھنے کے لئے دے گئے ہیں۔ ایک قرآن اور ایک آپ کی عترت (حالانکہ جب تک کلینی کی الکافی موجود رہے اور اسے وہی درجہ دیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے ہاں صحیح بخاری

[۱] سرور ایام سے۔ یہ موسمی تہوار مجوسیوں کا مذہبی تہوار بن گیا اور آج کل شیعیت کا مذہبی تہوار ہے (فیض)

کا ہے اس وقت تک ناممکن ہے کہ کسی سبائی کا ایمان اس قرآن پر ہو جسے اُمت قرآن حکیم کی حیثیت سے جانتی ہے اور اسے من و عن وہی سمجھتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو وراثت میں دے گئے ہیں) رہی عترت تو اس کا ذکر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عترت کا لفظ محدود معنی میں استعمال کیا ہے ورنہ تمام قریش عترت میں ہیں اور مسلمانوں نے مصاہرت کے سلسلے میں جو آزادی برتی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عترت کی عددی قوت بڑھ گئی۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کا باپ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اُمت کی مائیں بتایا ہے۔ اس طرح ساری اُمت آپ کی آل اور عترت ہے۔ بحمد اللہ تعالےٰ شروع سے لے کر آج تک اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک دین مبین کی نمائندگی کا شرف اسی متبع سنت جماعۃ المسلمین کے ہاتھ میں رہے گا۔ جیسے آج تک انہی کے ہاتھ میں رہا ہے۔ فرقہ بازوں کو کسی زمانے میں دعوتِ محمدیہ کی نمائندگی کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ اور ان کی عددی حیثیت ہر زمانے میں اقل قلیل ہی رہی بلکہ سب باطل فرقے مل کر بھی عددی اعتبار سے جماعت المسلمین کے سہیم نہ بن سکے اور رد در کر جماعت کے عددی قوت اور دینی حرارت نے ان باطل فرقوں کے مکائد اور ان کے وقتی تفوق کا مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کی۔

لیکن پاکستان میں صورت حال دوسری ہے۔ یہاں اس اقل قلیل گروہ کو من مانی کرنے کی آزادی ہے اور ان کے جارحانہ اقدامات سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں نوجوان نسل اس رَو میں نہ بہہ جائے۔ اس لئے ہر صاحب فکر کو اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے۔ اور ایسے تمام اقدامات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ جو عقائد و اعمالِ اسلامیہ پر چھاپہ مارنے کے لئے کیے جا رہے ہیں۔ اور ابلاغ کے تمام ذرائع پر قبضہ کر کے ایسے تصوّرات کو اجاگر کیا جا رہا ہے۔ جن کا دین محمد سے کوئی تعلق نہیں۔

علی العباسی

سید دستر نقیب سنوات

نذرانۂ عقیدت

سیّدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا بنت رسول اللہ کے حضور میں

جنہیں

نبی علیہ السلام نے افضل بناتی فرما کر اپنی آل میں سب سے بلند مقام کی بشارت سے مفتخر فرمایا۔ ۱

جن کے خاوند سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ بن ربیع شعب بنو ہاشم کی محصوری کے ایام میں نبی علیہ السلام اور دیگر محصورین کو خوراک پہنچاتے رہے اور نبی علیہ السلام نے جزء البطیٰ یعنی قبیر دل کے خطاب سے نوازا (ناسخ التواریخ حیات القلوب مجالس المومنین)

جو شیر خوار امامہ رضی اللہ عنہا اور تین سالہ بیٹے علی کو لے کر اللہ کے راستہ میں ہجرت فرما کر یکہ و تنہا مکہ سے مدینہ پہنچیں۔

جن کے لخت جگر علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے ہمراہ ناقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سواری کی اور دورِ صدیقی میں ۵ رجب ۱۵ھ جنگ یرموک میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

جن کے مرنے کے بعد سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ نے پُر درد مرثیے کہے۔ اور باقی زندگی آپ کی یاد میں بحالتِ تجرّد گذار دی۔

جن کی بیٹی (امامہ رضی اللہ عنہا) کو نبی علیہ السلام نے سب سے زیادہ محبوب کے خطاب سے مخاطب فرمایا (جلاء العیون۔ طبقات ابن سعد) اور سیدنا علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ سے نکاح فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہا پر قیامت تک لاکھوں درود و سلام

۱ ... بعد میں شعب ابی طالب نام دیا گیا۔

حرفِ آغاز

آج عترت اور اہل بیت کا لفظ جس غلط طور پر ہر کہ و مہ کے ذہن و قلب میں ایک خاص انداز میں سمایا ہوا ہے۔ اُس نے ان کے دماغوں میں کابوس بنکر اسلامی نظریات کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اربابِ علم و فضل اس طرف توجہ کر کے اس موضوع پر روشنی ڈالتے۔ مگر ہوا یوں کہ کہیں ضمناً یہ موضوع اگر ان کے زیرِ قلم آ بھی گیا تو وہ سرسری طور پر اس موضوع پر چند لفظ لکھ کر آگے بڑھ گئے۔ خالص علمی یا تحقیقی انداز میں اس موضوع پر کم از کم آج تک میری نظر سے کوئی ایسی تالیف نہیں گذری۔ اس کے نتیجہ میں نوبت بایں جا رسید کہ بڑے بڑے حاملین جبہ و دستار ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتے وقت اس قسم کی جاہلانہ گفتگو کرتے سُنے گئے۔ کہ "آپ اُمتی ہیں یا سید" لاحول ولا قوۃ۔ اپنی تو تمامتر طالب علمانہ کاوشیں اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں کہ ایک مسلمان نبی ہو گا یا اُمتی؟ اور ان دونوں کے علاوہ صرف کافروں کا گروہ ہے۔

تشکیلِ پاکستان اور ہم

یہ ملک ایک نظریاتی اساس پر قائم ہوا تھا اور اس کی بنیاد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللّٰہ کے نعرہ پر رکھی تھی۔ قطع نظر سیاسی دھڑے بندیوں کے اس ربع صدی میں جن محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے اسلام کے بنیادی نظریات پر تیشہ زنی کی گئی اور جا رہی ہے اور اس کی اقدار کو ملیامیٹ کرنے کے وسائل کو تقویت پہنچانے کے اسباب کی فراوانیاں معرض وجود میں آئی ہیں اور حکومتِ

؎ دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے وقت حکومتِ پاکستان کو معرض وجود میں آئے پینتیس ۳۵ سال ہو چکے ہیں۔

وقت کی ایسے لوگوں کو اشیر واد حاصل رہی اور اس کے سنگین نتائج کی طرف سے غض بصر کی جا رہی ہے۔ اس طرف کسی خداوند وقت نے سرسری طور پر بھی توجہ نہ دی کہ ہم جس خار دار گونہ کی آبیاری کو حبِ اہل بیت سمجھ رہے ہیں کسی وقت بھی اندوہگین نتائج کی حامل ہو سکتی ہے اور اس حقیقت سے غض بصر کر کے ہم یہ وعظ پلائے جا رہے ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی باہمی منافرت کا موجب ہے۔ سب لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والے کلمہ گو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مگر حیرانی اس بات کی ہے کہ ایک قلیل ترین گروہ کو اس بات کی کھلی چھٹی دی گئی ہے کہ وہ مخالف فرقے کے بزرگان کو علی الاعلان خائن، غاصب، فاسق، فاجر، کافر اور مشرک بلکہ شیطان تک کہنا اپنے عقائد کے مطابق سمجھے اور انہیں ایسا کرنے کی کھلی چھٹی دی جائے اور انہیں ایسا کہنے سے بالکل نہ روکا جائے۔ حالانکہ کوئی بین الاقوامی ضابطہ اخلاق کسی دُوسرے کے مذہب کے بزرگوں کو بُرا کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور ان کے مقابلہ میں ملک کی ستانوے فیصدی اکثریت کو اپنے بزرگان دین کی کھلے بندوں تعریف کرنے کا حق بھی حاصل نہ ہو اور اسے امنِ عامہ میں خلل قرار دیا جائے آخر یہ کیا تُک ہے۔ کیسی قدغن ہے ؎

ہر سبائی و شاتم کے روا سبّ و شتم ہیں
حق گوئی حق گویاں ولے لائقِ تعزیر

کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اسلام کے خلاف سینکڑوں غیر مسلموں نے اپنے پورے مذہبی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے زہر افشانی کی ہے۔ مگر اس پورے مخالفانہ لٹریچر میں آپ کو وہ ننگ انسانیت بدزبانی دکھائی نہیں دے گی۔ جو دنیائے رفض و تشیع نے اہل سنت والجماعت کے بزرگوں کی شان میں روا رکھی ہے بلکہ اُسے عبادت سمجھا جا رہا ہے۔

صحابۂ کرامؓ سے دشمنی

تشیع کا خمیر جن اہرمنی ہاتھوں سے گوندھا گیا جن سبائی

قالبوں میں اس کا ڈھانچہ تیار ہوا اور جن سامریان وقت نے اس میں روح پھونکی۔ وہ سب کے سب کسی وقت سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے ہاتھوں سرنگوں ہوئے تھے۔ یہ صدمہ چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود آج تک نہیں بھولے۔

آج یہ باور کرانے کی لاحاصل کوششیں کی جارہی ہیں کہ شیعیت اصحابہ ثلاثہ رضؓ اور علی رضؓ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اس غلط خیال کو آج تک ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنوں اور بیگانوں کے ذہنوں میں ٹھونسا جارہا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے مگر حقیقت کچھ اور ہے ریہ نام نہاد محبین اہل بیت جس طرح صحابۂ کرام رضؓ کے دشمن ہیں۔ اسی طرح علی رضؓ اور اولادِ علیؓ کے بھی دشمن ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ صحابہ کرامؓ کو ظاہری طور پہ نشانہ بنایا گیا ہے اور علی رضؓ اور اولاد علیؓ پہ بالواسطہ کرم گستری کی جارہی ہے۔)

شیعیت عمر رضؓ کی کیوں دشمن ہے

شیعیت فاروق اعظم رضؓ کی اس لئے دشمن ہے کہ بقول اہل تشیع کے عمر رضؓ علی رضؓ کے دشمن تھے۔ بلکہ شیعیت عمر رضؓ کی اس لئے دشمن ہے کہ عمر رضؓ نے ان کے روحانی آباؤ جداد کی ہزارہا سالہ سلطنت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے تھے ؎

شکست عمرؓ پشت ہزبران عجم را | بہ باد و فنا داد رگ و ریشہ جم را
ایں عربدہ بر غصب خلافت ز علیؓ نیست | با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

عمر رضؓ نے ایران کے تاجداروں کو ذلیل و رسوا کر دیا اور انہیں دنیا سے نیست و نابود کر دیا۔ عمر رضؓ سے مجوسیوں کی دشمنی قدیمی ہے۔ عمر رضؓ سے یہ کینہ ان کے اسلاف کی طرف بڑھا تو ابو بکر رضؓ۔ امہات المومنین رضؓ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے گزرتا ہوا اللہ تعالیٰ تک جا پہنچا۔ مثال کے طور پہ بدا ہی کو لیجئے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت سی چیزوں کا علم اس کے وقوع کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ارادہ کرتا ہے اور اس کے وقوع کی خبر بھی دیتا ہے مگر کسی عارضہ کی وجہ سے اسے منسوخ قرار دیتا ہے۔ اور وعدہ کر چکنے کے

باوجود ایفائے عہد نہیں کرتا۔

بروایت یعقوب کلینی : عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر یقول یا ثابت ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت ھذا الامر فی سبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومایۃ فحدثنا کم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ لہ بعد ذلک وقتا عندنا و یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ ایران) (باب کراہیۃ التوقیت)

ترجمہ : ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ثابت کہ اللہ نے ۷۰ سال کے اندر اندر امام مہدی کے ظہور کا وقت مقرر کیا تھا۔ مگر جب حضرت حسین رضؓ شہید ہوگئے تو اہل زمین پر خدا کا غضب سخت ہوگیا (یعنی ان کوفیوں پہ جنہوں نے حسین رضؓ کو سینکڑوں خطوط لکھ کر بلایا۔ پھر ان کی نصرت کی بجائے "یزید کی فوج میں شامل ہو کر انہیں شہید کر دیا۔) تو اس کے ظہور کو ۱۴۰ھ تک موخر کر دیا۔ ہم نے تم سے یہ بیان کیا تو تم نے اس کو مشہور کر کے راز فاش کر دیا۔ اب اس کے بعد مہدی کے ظہور کا وقت اللہ نے ہمیں بھی نہیں بتایا۔ اللہ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

یہاں اس روایت پر بحث کرنے کا موقع نہیں کہ کب کس نے ۷۰ ہجری میں مہدی کے ظہور کا اعلان کیا اور جب ۷۰ ہجری گذر گیا تو ۱۴۰ھ کی لم کس نے تراشی اور ۱۴۰ھ گذر جانے کے

کس من چلے نے اپنے ان متبعین کو بدظن ہوتے دیکھ کر نامعلوم مدت بیان کرکے اپنے پیچھے لگائے رکھا۔ اور نہ ہی یہ مقام اس قسم کی تنقید کا متحمل ہے کہ جرم کوفیوں کا اور سزا مہدی کو۔ جرم ثابت کا اور غار کی لامحدود قید امام کے لئے؎

اک طرفہ تماشا ہے ذہنیت شیعیت بھی

- عن زرارۃ بن الاعین عن احدھما الخ زرارہ بن اعین نے امام محمد باقر اور جعفر صادق ہیں سے ایک سے روایت کیا ہے کہ جیسی بداء سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔
(ترجمہ اصول کافی باب البداء)
- ایک اور سند سے دوسری حدیث قال ما اعظم اللہ بمثل البداء (اصول کافی باب البداء) بداء سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ کی تعظیم نہیں کی گئی

نبی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنا شروع کردیا کہ آپ کی تمام تبلیغ صرف اس لئے تھی کہ مرنے کے بعد بیٹی اور داماد کے لئے ایک ریاست چھوڑ جائیں۔

صحابہ کرام رض کی طرف متوجہ ہوئے تو سوائے دو تین کے سب کو مرتد بنا کر چھوڑا۔

امہات المومنین کی طرف متوجہ ہوئے تو خدیجہ رض کو باکرہ بنا دیا؎ اور باقی سب کو فاحشہ اور منافقہ۔ اپنے مزعومہ ائمہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ایک طرف انہیں رب اللوح والقلم کہا۔ اور دوسری طرف فاسقوں اور فاجروں کی روٹیوں پر پلنے والے۔

؎ بنات الرسول تالیف ابراھیم ص۵

اب شیعوں نے گھبرا کر بداء کا عقیدہ ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کے قبلہ المجتہدین اور آیۃ اللہ فی العالمین اپنی کتاب اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ ص۲۱۹ کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں:

اعلم ان البداء لا ینبغی ان یقول لہ احد لانہ یلزم منہ ان یتصف الباری تعالیٰ بالجہل کما لا یخفی۔

جاننا چاہیے کہ بداء اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اس کا قائل ہو۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ باری تعالیٰ جاہل ہو جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ شیعہ عقیدہ کو ترک کر دیں یا اس پر عامل رہیں یہ ان کا گھریلو معاملہ ہے۔ بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ بداء کے معنی اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ ذی الفضل العظیم وصحبہ اولی الفخر الجسیم۔ امّا بعد

اس سے قبل مذہب شیعہ کے متعلق حقیقت مذہب شیعہ، واقعہ کربلا[1] بنات الرسولؐ اور مقام صحابہؓ یکے بعد دیگرے طبع ہو کر پاکستان بھر اور دوسرے ممالک میں بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ اسی موضوع پر امہات المومنینؓ اور "التفقہ فی الدین" کے مقدمے بھی نگاہِ قدر سے دیکھے گئے۔ اس دوران مختلف مقامات سے مختلف اصحاب نے احادیث استمساک کے متعلق خطوط لکھے)۔ کچھ تو عدیم الفرصتی کی وجہ سے اور کچھ چند ایک مجبوریوں کی بنا پر خاموشی میں بہتری سمجھی مگر خطوط نے تقاضوں کی صورت اختیار کر لی۔ اور تقاضے چیلنج بنتے چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی احباب نے اس طرف توجہ دلائی کہ ان مباحث کی وضاحت سے تاریخ کے وہ اوجھل گوشے بھی سامنے آئیں گے۔ جو شیعیت کی فریب کاریٔ شیعیت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس کام کو شروع کیا اور اس موضوع پر جو کچھ زیر نظر کتاب کے ذریعہ آپ کے سامنے پیش ہے۔ یہ ایک مجمل سا خاکہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا۔ تو اس سلسلہ میں ایک مفصل کتاب پیش کرنا بھی اس پروگرام میں سے ہے۔

طالب دعا

حکیم فیض عالم صدیقی

جامع اہلحدیث محلہ مستریاں جہلم

[1] واقعہ کربلا حکومت صوبہ سرحد نے نومبر ۱۹۷۴ء میں اور حکومت پنجاب نے جنوری ۱۹۷۵ء میں ضبط کر لی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس کا کوئی علم نہیں۔ ایک افواہ ہے۔

تمسک بالکتاب تمسک بالسنّۃ اور تمسک بالعترت

اس موضوع پر ہمیں کتب احادیث سے تین قسم کی روایات ملتی ہیں۔

۱۔ عن جابر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ یوم عرفۃ وھو علیٰ ناقۃ القصوی یخطب فسمعتہٗ یقال یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہٖ لن تضلوا — کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی (رواہ الترمذی)

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو عرفہ کے دن حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ قصویٰ اونٹنی پر سوار تھے میں نے سنا کہ آپؐ فرما رہے ہیں کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رہو گے۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت کی عترت۔ ترمذی کی اس حدیث میں تحریف کی گئی ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ جو مؤطا امام مالکؒ میں موجود ہیں۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہٖ (موطا مترجم ص۳۶۳)

ترمذی میں نقل کرتے وقت کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی بنا دیا گیا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ ص۲۱۶)

اسی موضوع پر ترمذی کی دوسری حدیث:

حدثنا علی بن المنذر الکوفی نا محمد بن فضیل نا الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عطیہ عن ابی سعید والاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنی تارک فیکم ان تمسکتم بہٖ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر کتاب اللّٰہ حبلٌ ممدود من السمآء الی الارض و عترتی اھل بیتی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علیّ الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما ھذا حدیث غریبٌ۔

ترجمہ : بیان کیا ہم سے علی بن منذر کوفی نے اُس سے محمد بن فضیل نے اس نے اعمش سے اس نے عطیہ سے اس نے ابوسعید اور اعمش سے وہ بیان کرتا ہے حبیب بن ابی ثابت سے وہ بیان کرتا ہے زید بن ارقمؓ سے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ میں بیشک چھوڑے جا رہا ہوں تم میں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو ہرگز نہیں گمراہ ہو گے میرے بعد۔ ایک ان دونوں میں سے بڑا ہے اللہ کی کتاب یعنی آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی ہوئی رسی ہے میرے اہل بیت کی عترت اور وہ ہرگز دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ میرے پاس حوض کے پاس حاضر ہوں گے۔ پس غور کرو کس طرح تم جانشین بنتے ہو میرے ان دونوں میں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

اس کا ایک راوی عطیہ عوفی ہے۔ جو مشہور کذاب کلبی کا شاگرد ہے۔ اور ان دونوں یعنی استاد اور شاگرد نے اس حدیث میں تحریف کی ہے۔

چنانچہ صاحب تقریب التہذیب نے لکھا ہے یخطی کثیراً کان شیعیا مدلساً۔ یعنی عطیہ کثیر الخطا اور شیعہ تھا اور جس سے روایت کرتا تھا۔ اس کا نام نہیں لیتا تھا۔ (تقریب التہذیب ص ۳۶۳)

تہذیب التہذیب میں ہے۔ کان یقدم علیا علی الکل۔ علیؓ کو تمام صحابہؓ پر مقدم جانتا تھا (جلد ۷ ص ۲۲۶-۲۲۵)

عطیہ عوفی کوفی شیعہ سُنی دونوں کے نزدیک رافضی تھا چنانچہ شیعوں کی مشہور اور معتبر کتاب جامع الرواۃ طبع ایران جلد ا ص ۵۳۹ اور رجال مامقانی جلد ۲ ص ۲۵۳ پر مرقوم ہے عطیہ العوفی کان من اصحاب باقرؒ

عطیہ عوفی کے استاد مشہور کذاب محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۰ھ کے متعلق سخاوی شرح رسالہ منظومہ جزری میں لکھتے ہیں۔ اس کی تین کُنیتیں تھیں۔ ابونصر، ابوہشام اور ابوسعید۔ عطیہ عوفی نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے استاد کے لئے آخری کنیت گھڑی۔ وہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کہا کرتا تھا قال ابوسعید۔ اور لوگ مشہور صحابی ابوسعید خدریؓ سمجھ کر اس کی روایت قبول کر لیتے تھے۔

اسی مفہوم کی تیسری حدیث :

اِنی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی (رجوالہ ابوداؤد وابن ماجہ)

کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب مولفہ شیخ ابی عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی رافضی متوفی ۶۵۸ھ کے حوالہ سے عبقات الانوار میں حامد حسین لکھنوی نے نقل کی ہے۔ لیکن یہ روایت نہ ابوداؤد میں ہے نہ ابنِ ماجہ میں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کنجی نے دروغ گوئی اور کذب بیانی سے یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کی ہے اور حامد حسین نے بغیر کسی تحقیق کے قلبی بغض کی وجہ سے عبقات الانوار میں درج کر دی ہے۔

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام نے جو طویل خطبہ فرمایا۔ اس کے دوران فرمایا :

وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہٖ کتاب اللّٰہ وانتم تسئلون عنی

(صحیح مسلم خطبہ حجۃ الوداع و مشکوۃ)

٣- عن مالک بن انس بلغہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ

(موطا امام مالک جلد ٢ ص ٢٠٨ طبع مصر)

ترجمہ: امام مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اس کے رسول کی سنت۔"

اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

مشکوٰۃ میں عن مالک بن انس مرسلاً کے لفظ ہیں۔

نتیجتاً اب ہمارے سامنے اس موضوع کی تین روایتیں ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے۔ کتاب اللہ۔ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ۔ کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی

کتاب اللہ والی روایات تو بالاجماع متفق علیہ قرار دی گئی ہیں۔ اسی لئے سیدنا فاروق اعظمؓ نے آنحضرتؐ کی مرض موت کے موقع پر حسبنا کتاب اللہ فرمایا تھا۔ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ نے اپنے طویل خطبہ میں صرف کتاب اللہ کے کلمات ارشاد فرمائے تھے اور یہ خطبہ حدیث کی تمام کتابوں میں تقریباً موجود ہے۔

کتاب اللہ وسنت رسولہ کی بحث گذشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ سنت رسولؐ کے کلمات اڑا کر عترت یا عترت اور اہل بیت کے لفظ لکھے گئے ہیں۔ اس تحریف لفظی سے ثابت ہوتا ہے کہ باتیں دو ہی ہیں۔ یعنی کتاب اللہ، کتاب اللہ وسنت رسولہ تو بلا اختلاف مسلم ہیں مگر عترت اور اہل بیت کی پیوند کاری۔ ایجاد بندہ اور تحریف فی الحدیث ہے۔

لیجئے یہ بھی تسلیم کہ عترت اور اہل بیت کے کلمات بھی صحیح ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ لفظ اس مفہوم کی ترجمانی کرتے ہیں جو ر دانش کی طرف سے

پیش کیا جاتا ہے یا نہیں۔

قرآن، سنت، عترت اور اہل بیت سے کیا مراد ہے

١- قرآن کریم (کتاب اللہ) جو اپنے شروع میں ذالک الکتاب لاریب فیہ کے دعوے سے اقوام عالم اور مذاہب عالم کے سامنے نہ صرف اپنی سچائی اور اہمیت کا اعلان بلکہ چیلنج کر چکا ہے اس پر مزید تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں۔

٢- سنت رسولؐ: لغت میں سنت کے معنی ہیں "طریقہ" اور "راستہ" کے لیکن شرعی اصطلاح میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر بولا جاتا ہے۔ یعنی وہ اعمال جن کی آنحضرتؐ نے نہ صرف خود پابندی کی۔ یا وہ کام جو بار بار آپؐ نے کئے بلکہ اپنے متبعین سے بھی چاہی۔ اسلامی شریعت میں قرآن کے بعد سنت کا مقام ہے۔ حضورؐ قرآن کے شارع اور مفسر تھے اور اس پر عمل کر کے دکھانا آپ کا فرض قرار دیا گیا تھا پس جو کچھ آپ نے کیا ہمارے لئے اس پر عمل کرنے کے لئے قرآن مجید میں بار بار تاکیدی حکم آئے ہیں۔ مثلاً

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، من یطع الرسول فقد اطاع اللہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مدعی ہو سکتے ہیں۔ اور نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو سکتا ہے۔

عترت: بلا اختلاف تمام علمائے فن لغت اس بات پر متفق ہیں۔ کہ عترت کے معنی ہیں قریبی رشتہ دار، بیٹے، بیٹیاں اور اس ضمن میں ان کی تمام اولادیں بھی شامل ہیں۔ چنانچہ تورپشتی کہتے ہیں:

عترۃ الرجل اہل بیتہ ورھطہ الادنون والاستعمالہم

العترۃ علی انی کثیرۃ بینہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ اھل بیتی لیعلم انہ اراد بذلک نسلہ وعصابتہ الادنین وازواجہ انتہی والمراد بالاخذ بھم التمسک بمحبتھم ومحافظۃ حرمتھم والعمل بروایتھم والاعتماد علی مقالتھم وھو لا ینافی اخذ الفقہ من غیرھم۔ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ ولقولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ وقال ابن الملک التمسک بالکتاب العمل بما فیہ وھو الائتمار باوامر اللہ و الانتھاء عن نواھیہ ومعنی التمسک بالعترۃ محبتھم والاھتداء بھدیھم وسیرتھم وزاد السید جمال الدین اذا لم یکن مخالفا للدین قلت فی اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعار بان یکون عن عترۃ فی الحقیقۃ لایکون ھدیہ وسیرۃ الامطابقۃ للشریعۃ و الطریقۃ

(مرقاۃ بحوالہ حاشیہ ترمذی)

ترجمہ: کسی آدمی کا عترت اس کے گھر والے اور قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اور عترت کا استعمال بہت سی قسموں پر ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے اپنے گھر والوں کو بیان فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کے ذریعہ اپنی نسل اور اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنی ازواج کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور اس سے یہ مراد لی ہے کہ ان (یعنی گھر والوں رشتہ داروں اور ازواج) کے ساتھ تمسک کیا جائے۔ ان سے محبت کی جائے اور ان کی عزتوں کی حفاظت کی جائے اور ان کی روایت پر عمل کیا جائے ان کی باتوں پر بھروسہ کیا جائے اور یہ امر اس بات کے

نہیں کہ دوسروں (یعنی صحابہ کرامؓ) سبھی کی باتوں کو حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جن کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو اور ابن ملک نے کہا ہے کہ کتاب اللہ سے تمسک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا اللہ کے احکام کے مطابق حکم بجا لانا اور منہیات سے رک جانا اور عترت سے تمسک کا مطلب ہے ان سے محبت کرنا، ان کی ہدایت پر چلنا اور ان کی سیرت اختیار کرنا۔ سید جمال الدین نے اس بات کو زیادہ کیا ہے کہ جبکہ ان کے کام دین کے مخالف نہ ہوں۔

آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ تمسک بالعترت کے کاذب مدعیوں کے کردار کا تاریخ کیا نقشہ پیش کرتی ہے۔

اہل بیت

عترت کی طرح اہل بیت کا لفظ آج بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں افراد کے ذہنوں کو شیعی پروپیگنڈہ کی وجہ سے متاثر کر کے حقائق کی سمجھ سے بہت دور لے جا چکا ہے۔

اس لحاظ سے کہ اس لفظ کو تاویلات کی چرخی پر چڑھا کر ذہنی ورزشوں کا اکھاڑہ بنایا جائے۔ لفظ اہل بیت میں کوئی ندرت یا عجیب پن نہیں۔ لفظ اہل بیت کے معنی بالکل واضح اور صاف ہیں۔ "یعنی گھر کے لوگ" گھر کے لوگوں میں وہی افراد شمار کیے جا سکتے ہیں جو صاحب خانہ کے گھر میں موجود ہوں۔ جو بیٹیاں شادی کے بعد اپنے ہونے والے شوہروں کے ہاں منتقل ہو جائیں وہ اہل بیت میں شمار نہیں کی جا سکتیں۔ وہ بیٹے جو والدین سے الگ ہو کر اپنے طور پر قیام پذیر ہو جائیں۔ وہ بھی اس زمرے میں نہیں آتے۔ البتہ عترت میں شامل ہیں۔ اس لحاظ سے اُمہات المؤمنین ہی نبی علیہ السلام کی اہل البیت ہیں اور قرآن بھی اس بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۲ تا ۳۴ کا ترجمہ مقبول احمد شیعہ

کی زبان سے سنیئے :

"اے نبیؐ کی عورتو! اگر تم پرہیزگاری کرو تو تم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو پس دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو۔ کہ وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے کسی طرح کا لالچ کرے اور نیک (یعنی شک سے بچی ہوئی) باتیں کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں (عزت و وقار سے) بیٹھی رہو اور تم جاہلیت کا سا بناؤ سنگار کرکے باہر نہ نکلا کرو اور نماز پڑھا کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو اور (برابر) اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتی رہو۔

اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کردے۔ اور تم کو ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے اور تمہارے گھروں میں خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں جو پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔ بے شک خدا تعالیٰ بڑا باریک بین (اور) خبردار ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی ازواج مطہراتؓ کو مخاطب فرمایا ہے اور تقریباً تمام صیغے جمع مونث حاضر کے استعمال فرمائے ہیں اور یہ سب تفسیر گویا لفظ اہل البیت کی ہے۔ لفظ اہل اور آل اصل میں ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ نزل الابرار میں علامہ محمد صدیق حسن خاں لکھتے ہیں سیبویہ اور بصریوں کے نزدیک آل اصل میں اہل تھا۔ پس ہا کو ہمزہ کے ساتھ تبدیل کیا گیا۔ تو آل بن گیا۔ آل النبیؐ میں اختلاف چار اقوال پر کیا گیا ہے۔

ا۔ آل امام شافعی کے نزدیک وہ ہے کہ جس پر صدقہ حرام کیا گیا ہے اور اس میں تین قول ہیں۔ اوّل بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور ایک روایت میں امام احمدؒ نے بھی یہی کہا ہے۔

(۱) محض بنو ہاشم : یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور ایک روایت میں امام احمدؒ نے بھی کہا ہے۔ بنو ہاشم اور وہ جن کا سلسلہ پدری غالب بن فہر تک

تک جا ملے پس اس میں بنو مطلب بنو امیہ اور بنو نوفل بھی شامل ہیں۔ اور یہ قول اصحاب مالک کا ہے۔

۲۔ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول پاکؐ کی ذریت اور بیبیاں ہیں۔ اور علماء نے کہا ہے کہ آل اور اہل برابر ہیں اور وہ بیبیاں اور ذریت ہیں۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار ہیں قیامت تک۔ اور یہ قول جابرؓ بن عبداللہ ثوری اور بعض شوافع سے روایت کیا گیا ہے۔ نووی نے شرح مسلم میں اور زہری نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور اختیار کیا ہے۔

۴۔ نبی علیہ السلام کی امت کے متقی اور پرہیزگار لوگ :

آل کے معنی میں اولاد، ذریت، مطیع، اہل خانہ، اہل قرابت، اور اہل دین سب اس میں آجاتے ہیں۔ قرآن مجید میں آل ابراہیم۔ آل عمران سے مراد ان کے گھر کے لوگ ہیں اور آل بمعنی متبع کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے من سلک علیٰ طریقی فھو اٰلی "جو میرے طریقے پر چلا۔ وہ میری آل ہے"

چند صحابہ کرامؓ کو بھی آپؐ نے "منا اہل البیت" کی بشارت سے مفتخر فرمایا جیسے سید سلمان فارسیؓ وغیرہ اور اس سے بھی یہی امر واضح ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کے سچے متبع بھی اہل البیت میں شامل ہیں۔

الغرض ان تصریحات کی روشنی میں تمام بنو مطلب، امہات المومنینؓ متبع سنت رسولؐ اور آپ کی ذریت یعنی سیدہ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ قاسمؓ، عبداللہؓ، ابراہیمؓ اور اولاد سیدہ زینبؓ اور سیدہ فاطمہؓ وغیرہ تا قیام قیامت

داخلِ آل ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین آپ کی آل و ذریت داخلِ آل ہیں کیونکہ قرابت قریبہ اور اطاعت و پیروی و جاں نثاری ان حضرات کی اظہر من الشمس ہے۔ غرضیکہ تمام امتِ محمدی میں سے جو متبع سنت اور پابندِ شریعت ہیں اس فضیلت میں شامل ہیں۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھو الذین یؤول امرھم الیہ فمن کان امرھم الیہ اشد و اکمل کانوا ھم الآل۔

یعنی آل محمدؐ کی وہ لوگ ہیں کہ رجوع کرے امر ان کا آنحضرتؐ کی طرف پس جن لوگوں کے امور آنحضرتؐ کی طرف بدرجہ اکمل و ارشد رجوع کریں گے۔ آنحضرتؐ کے امر میں تابعدار ہوں گے یقیناً وہی لوگ آپ کی آل ہوں گے۔"

درِ منثور میں ہے:

اخرج ابن مردویہ عن انس رہطا من الانصار یارسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم فقال فتی من الانصار یارسول اللہ من آلِ محمدٍ قال کل مومن

ترجمہ: ابن مردویہ نے حضرت انسؓ سے نکالا ہے کہ ایک گروہ انصار نے آنحضرتؐ سے کیفیت صلوٰۃ پوچھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہو اللھم صلِ علی محمد و علی آل محمدٍ کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم پس انصار کے ایک جوان نے کہا یارسول اللہ آل محمد کون ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا "کل مومن"۔

جو لوگ آیۂ تطہیر سے سیدنا علیؓ فاطمہؓ حسنؓ اور حسینؓ مراد لیتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ چونکہ اول تو ہر سہ آیات مذکورہ میں تخاطب صرف ازواج النبیؐ

صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور پھر بقول شیعہ اصحاب اگر ان کے ادعا کو ہی تسلیم کر لیا جائے تب بھی بات نہیں بنتی۔ وہ تو کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ معصوم تھے۔ پھر معصوم اور ان کی دوبارہ عن الرجس سے تطہیر عجیب متضاد قسم کی باتیں ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے یعنی پھر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، علی، حسنین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر فرمایا: "اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا" یعنی

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں پس دور کر ان سے گندی باطنی اور پاک کر ان کو پاک کرنا۔"

چونکہ آیۂ تطہیر میں تخاطب صرف ازواج مطہراتؓ سے تھا پس نبی علیہ السلام نے اس امر کے خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ میرے اہل و عیال کو اہل بیت سے خارج سمجھنے لگیں اور ان کی تعظیم و تکریم میں کمی کریں لہٰذا اظہارِ شرف اور ادخال اہل بیت کے لئے نبی علیہ السلام نے ان کو بایں طور یاد فرمایا اور لوگوں کو سنا دیا کہ یہ لوگ بھی میرے اہل بیت میں شامل ہیں۔

آیت تطہیر کے متعلق ابن ابی حاتم اور ابن عساکر عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے ابن عباس سے اخراج کیا ہے کہ فرمایا ابن عباس نے کہ تحقیق یہ آیت ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے نکالا ہے کہ فرمایا ابن عباسؓ نے کہ یہ آیت نبی علیہ السلام کی عورتوں کے حق میں نازل ہوئی۔ نیز جب نبی صلعم نے اللھم ھؤلاء اھل بیتی کہا تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی اس چادر میں اس دعا میں شریک فرمائیے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "انت علی خیر و انت علی مکانک"۔ تو بہتری پر ہے اور تو اپنے مکان پر ہے۔ یعنی

تو گویا پہلے ہی گھر کے لوگوں میں شامل ہے۔

تفسیر احمدی اور بیضاوی میں ہے۔ تخصیص الشیعتہ اہل البیت بفاطمۃ الخ اور خاص کرنا شیعوں کا اہل بیت کو ساتھ حضرت فاطمہؓ علیؓ اور حسنینؓ کے اور حجت پکڑنی ساتھ اس آیت کے اور اجماع کرنا ان کا ضعیف ہے۔" کیونکہ ماقبل آیت اور مابعد آیت کے مناسب نہیں اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ چار بھی اہل بیت سے ہیں نہ کہ ان چار کے سوا اور کوئی اہل بیت سے نہیں۔

نقل عن منصور الماتریدی وھوانہ عام للازواج والاولاد جمیعاً غیر مختص باحد عما (تفسیر احمدی)

منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ یہ آیت تطہیر عام ہے ازواج اور اولاد جمیع کے لئے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں۔"

اہل بیت کے حق میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذرا تفصیلی بحث کی ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔ بیت تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بیت نسب، بیت سکونت، بیت ولادت پس اولاد عبدالمطلب اہل بیت نسبی ہے۔ ازواج مطہرات اہل بیت سکونت اور اولاد آپ کی اہل بیت ولادت ہے۔ اہل بیت سے صرف ازواج مراد لینے کے لئے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے فرشتے جب ان کے گھر میں حضرت لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنے کی خبر لئے ہیں اور حضرت اسماعیلؑ، اسحٰقؑ اور یعقوب کی پیدائش کی بشارت دینے پر حضرت سارہؓ نے تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے کہا:

اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ علیکم وبرکاتہٗ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید (سورہ ہود)

جب فرشتوں نے یہ بشارت سنائی اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے گھر کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں تھی۔ صرف حضرت سارہؓ تھیں۔

ایک نکتہ سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد یہود اور مجوس کے تخریبی گروہ کے ہاتھ میں خلافت بنوامیہ کے خلاف ایک کارآمد حربہ آگیا تھا۔

ان لوگوں نے امویوں کے ساتھ تمام اُمت کے خلاف جلوت و خلوت میں زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ اس بہتان طرازی، افترا پردازی، خدع و مکر کے سلسلہ کا دور اوّل بنوامیہ کی خلافت کے خاتمہ پر ختم ہوا۔ بنو عباسؓ کی خلافت کے قصر کی تعمیر ہی بنوامیہ کی خلافت کے کھنڈروں پر ہوئی تھی۔ اب فاطمیوں کی اس کارروائی میں عباسی بھی شامل ہو گئے۔ اس دورِ ثانی میں اگر فاطمی بار بار خلافت عباسیہ کے خلاف خروج نہ کرتے تو ان دونوں کی بنوامیہ کے خلاف مشترکہ کارروائیوں سے بنوامیہ اور ان کا ساتھ دینے والوں کا نام ہی تاریخی صفحات میں ارذل اور اضل ترین لوگوں میں ہوتا۔ مگر ان کے درمیان چونکہ مغایرت کی خلیجیں روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئیں۔ اس لئے بنوامیہ کی خلافت کا سنہری دور کسی نہ کسی ضمن میں تاریخی صفحات پر رہ گیا مگر نام نہاد محبین اہل بیت نے صدیوں اس بات کا پرچار جاری رکھا کہ اہل بیت صرف علیؓ، فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہیں یہ پروپیگنڈہ ذہنوں کو متاثر کرتا چلا گیا۔ اور صدیوں بعد تطہیر تاریخ کا کام شروع ہوا۔

شیعوں کے ہاں تو اہل بیت سے مراد صرف فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یک طرفہ پروپیگنڈا کی بنا پر عوام اہل سنت وجماعت بھی جنہیں دینی اور تاریخی پس منظر کا علم نہیں تھا متاثر ہوتے چلے گئے۔ انہیں یہ بات یکسر بھولتی چلی گئی کہ نبی علیہ السلام کو اپنی چار بیٹیوں سے ایک جیسی محبت تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو تمام بیٹیوں سے بڑی تھیں اور سیدنا ابوالعاصؓ بن ربیع کے نکاح میں تھیں ان سے آپ کی دو اولادیں ہوئیں۔ سیدنا علیؓ بن ابوالعاص جو فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے ردیف تھے اور انہی علیؓ نے کعبہ کی تصویریں مٹائیں اور بت گرائے تھے۔ ناموں کے اشتباہ سے بعد کے لوگوں نے علیؓ ابن ابوالعاصؓ کو علیؓ ابن ابوطالب

لہ حاشیہ قصیدہ الصداقۃ العظمیٰ ص۳۲

سمجھ دیا۔ یا شیعی پراپگنڈا نے ایسا کیا۔ سیدہ امامہؓ بنت سیدنا ابوالعاصؓ جن کے متعلق طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک روز نبی علیہ السلام کوڑیوں کا ایک ہار لائے اور فرمایا میں یہ ہار سب سے پیارے کو دوں گا۔ پھر سیدہ امامہؓ کو بلایا اور ہار اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ اس وقت سیدہ امامہؓ کی آنکھوں میں کیچڑ تھی جو نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے صاف کی۔

شیعہ مذہب کی مشہور کتاب جلاء العیون میں مرقوم ہے کہ نبی علیہ السلام امامہؓ نماز کے وقت کندھے پر بٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ سیدنا ابوالعاصؓ کے متعلق ناسخ التواریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام جب شعب بنو ہاشم جسے بعد میں شیعی پروپیگنڈہ نے شعب ابوطالب بنا دیا میں جب پناہ گزین تھے تو آپ غلہ اور خرما اونٹ پر بار کر کے شعب میں ہانک دیتے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابوالعاصؓ نے دامادی کا حق ادا کر دیا۔

(ناسخ التواریخ فارسی جلد ۲ ص ۵۱۸) حیاۃ القلوب مجالس المؤمنین)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بقول شیعہ حضرات آل و اہل بیت۔ رسولؐ ہونے کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی یا بیٹی کی اولاد ہونا شرائط میں ہے۔ تو نبی علیہ السلام کی باقی اولاد اور اولاد کی اولاد کیوں اس سعادت سے محروم کی جا رہی ہے۔

کیا فاسق و فاجر بھی اہل بیت میں شمار کیے جا سکتے ہیں؟

نافرمان۔ عاق۔ فاسق۔ فاجر، زانی، شراب خور اور بدکار قسم کے لوگ قرآنی زبان میں آل سے خارج ہیں۔ وہ لوگ اسی وقت آل میں محسوب ہوں گے جب تک توحید اور اتباع سنت پر قائم ہیں۔ اور متبدع بدعات مکفرہ و مضلہ نہ ہوں۔ کنعان کے غرق ہونے کے وقت نوح علیہ السلام نے عرض کی بارالہا میرا بیٹا؟ ارشاد ہوا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح "وہ تیری آل سے نہیں"۔ حضرت لوط علیہ السلام کی عورت کا واقعہ اور حضرت آدم علیہ السلام

کے بیٹے قابیل کے واقعات بھی اس کے مؤید ہیں اور اس قسم کی مثالوں سے تفاسیر و احادیث کی کتب سے بیسیوں نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

چنانچہ عترت رسولؐ کے ضمن میں شارحین نے لکھا ہے کہ اذا لم یکون مخالفاً للدین (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) یعنی اہل بیت سے تمسک سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مخالف نہ ہوں اور اگر وہ لوگ تمسک بالکتاب کے علی الرغم بدکار ہیں۔ تو وہ آل سے خارج ہیں۔

تمسک بالکتاب بالسنّت اور بالعترت کے حامل کون ہیں؟

احادیث مذکورہ کی روشنی میں اب چھ عنوانات کے تحت ہمیں مطالعہ کرنا ہو گا۔

۱۔ اہل سنت اور قرآن
۲۔ اہل سنت اور سنت رسولؐ
۳۔ اہلسنت اور عترت رسولؐ
۴۔ شیعہ اور قرآن
۵۔ شیعہ اور سنت رسولؐ
۶۔ شیعہ اور عترت رسولؐ

۱۔ اہل سنت کے تمام فرقے بلا اختلاف نزول قرآن سے آج تک قرآن کو واجب التعظیم اور واجب العمل سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایک نقطہ تک کی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس صورت میں اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کا تصور تک مترادف بکفر ہے۔ مرقات میں ہے کہ تمسک بالکتاب کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کے تمام اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

۲۔ اہل سنت کے تمام فرقے بلا اختلاف سنت رسولؐ کو قرآن کے بعد اوّل ترین مقام دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تارک سنت ہیں۔ مگر منکر سنت ایک بھی نہیں۔

٣- اہل سنت نے عترت رسولؐ کا صحیح مقام پہچانتے ہوئے ان کے مجد و شرف میں کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کسی زمانہ میں نہیں کیا بلکہ اہل سنت کا ایک فرقہ یعنی بریلوی حنفی تو عترت رسولؐ کی محبت میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں۔ جہاں شیعت کے مزعومہ عقاید اور ان کے عقاید کے درمیان خس بھر بھی فرق نظر نہیں آتا۔ البتہ صاحب مرقاۃ کے اس بات کے قائل ہیں کہ تمسک بالعترت کا یہ مطلب ہے کہ ان کی سیرت اور طریقہ کو اپنایا جائے۔ اور اگر ان کی سیرت اور طریقہ ہی اس قسم کا ہو جو انہیں زمرۂ عترت رسولؐ سے خارج کرنے کا موجب ہے تو ان سے تمسک کے کیا معنی؟

اور پھر عترت اگر صرف اولاد فاطمہؓ تک محدود ہے۔ تو اس شاعری یا تنگ بندی سے بھی اہل سنت کا کوئی واسطہ نہیں حالانکہ بدلائل سطور گذشتہ میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ عترت میں سیدنا عباسؓ کی اولاد، جعفر طیارؓ اور سیدنا علیؓ کی دوسری بیبیوں سے اولاد تمام عترت رسولؐ میں شامل ہیں اور وہ لوگ خود بھی اس بات کے قائل تھے۔ اسی وجہ سے عباسیوں، علویوں، جعفریوں فاطمیوں کے درمیان مصاہرانہ تعلقات تھے۔ بیسیوں فاطمی شہزادیاں عباسی اور اموی شہزادوں کے حبالہ عقد میں تھیں جن کی تفصیل اپنے مقام پر آئیگی۔ [1]

ا۔ شیعہ اور قرآن:

ا۔ شیعہ آج تک قرآن کے متعلق کسی ایک فیصلے پر متفق نہیں ہو سکے جس طرح باقی امور میں یہ لوگ مختلف الخیال ہیں۔

ا۔ حضرت جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ جو قرآن حضرت جبرائیل نبیؐ پر لائے تھے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا جب کہ موجودہ قرآن

[1] مزید تفصیل کے لیے راقم کی تالیف حقیقت مذہب شیعہ دیکھیے۔

٦٦٦٦ آیات پر مشتمل ہے (اصول کافی باب النوادر ص٦٣٤)

٢- تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات متواتر ہیں (فصل الخطاب ص٣٠)

٣- یہ قرآن کچھ وہی ہے کچھ بدلا ہوا ہے (شیعی مفسر کاشی کا مقدمہ)

٤- محمد یعقوب کلینی متوفی ٣٢٩ لکھتا ہے قرآن کی آیات ١٠٠٠٠ نہیں۔ اس قرآن کی آیات ٦٦٦٦ ہیں (صافی)

٥- امام جعفر صادق نے فرمایا اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے تجھے معلوم ہے وہ جامعہ کیا ہے۔ میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ جامعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے (اصول کافی ص١٤٦)

٦- اسی اصول کافی میں لکھا ہے کہ اس کی موٹائی اونٹ کی ران کے برابر ہے (ص١٤٧)

٧- امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک مصحف فاطمہ ہے اور تم جانتے ہو وہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں (اصول کافی ص١٤٦)

٢- سنت رسولؐ اور شیعہ:

شیعوں کا سنت رسولؐ پر عمل کرنا تو درکنار۔ انہیں لفظ سنت سے ہی چڑ ہے۔ داڑھی صفاچٹ اور مونچھیں دراز، [5] نہ بند زمین پر گھسٹتا جا رہا ہے حقہ یا سگریٹ ہاتھ میں۔ کسی نے کان چھدوائے ہوئے ہیں۔ کسی نے سر پر چوٹی رکھی ہوئی ہے۔ کسی نے لوہے کے کڑے پہن رکھے ہیں کسی نے سیاہ لباس پہن رکھا ہے۔ کسی کا جامہ سرخ ہے، کوئی زرد پوش ہے،

[5] عن یونس عن بعض اصحابہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قدر اللحیۃ قال تقبض بیدک علی اللحیۃ و تجز ما فضل (فروع کافی ج ٢ جز ٢ ص٥٣) باقی حاشیہ

ہے اور کوئی ٹیلی اپڑش ہے۔ ماتم ہو رہے ہیں مجلسیں گرم ہیں مرثیہ خوانی ہو رہی ہے مگر نماز سے نفرت ہے۔ بھنگ، چرس، افیون، گانجا اور شراب کے دور چل رہے ہیں۔ علی حیدرؓ کے نعرے لگ رہے ہیں۔ کہیں کتے، بٹیر مرغ اور مینڈھے لڑائے جا رہے ہیں۔ داڑھی رکھنا تو درکنار داڑھی رکھنے والوں کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے۔ نماز پڑھنے والوں کو طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ کہ ایسے ہی لوگ قاتلین حسینؓ میں شامل تھے۔ میں نے اٹھاون[۵] سالہ زندگی میں صرف ایک شیعہ نیم عالم کے منہ پر داڑھی دیکھی ہے۔ حالانکہ سینکڑوں مجتہد اور ہزاروں عالم دیکھے ہوں گے مگر سب کے سب داڑھی منڈے اور داڑھی ترشوانے والے دیکھے۔

(بقیہ حاشیہ) امام جعفر صادق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بقدر قبضہ رکھنا اور اس سے زائد کو کٹا دینا چاہیئے۔ مونچھوں کے متعلق سنیئے :۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من السنۃ ان یاخذ من الشارب حتی یبلغ الاطار۔

عن علی بن ابی جعفر عن ابی الحسن علیہ السلام قال سالتہ عن قص الشارب من السنۃ قال نعم۔ ان ہر دو احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ مونچھیں کٹوا ڈالنی چاہئیں یہاں تک کہ ہونٹ نظر آنے لگیں اور جو شخص مونچھوں کو بڑھاتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یطولن احدکم شاربہ فان الشیطن یتخذہ مخبأ یستتر بہ (فروع کافی ج ۲ ص)

الشافی ترجمہ اصول کافی میں ہے کہ ایک دفعہ سیدنا علیؓ زرارۃ سے بنی مروان کے لشکر (شیعہ اس خطاب پر غور کریں) فرات بن احنف نے پوچھا اے امیر المومنین بنی مروان کا لشکر کیسا ہے (اس روایت کے نقل کرنے والے عقل ربانی (شیعہ) صفحہ ۴۳ پر

---

۵ دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے وقت راقم کی عمر تریسٹھ سال ہو چکی ہے۔

۳۔ عترتِ رسولؐ اور شیعہ :

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عترت رسولؐ سے مراد نبی علیہ السلام کے خاندان کی تمام اولاد ہے۔ مگر شیعوں کا موقف اس باب میں بغیر کسی ثبوت کے منفرد اور الگ ہے یہ لوگ سوائے حسنینؓ کی اولاد کے کسی کو عترت رسول میں شامل نہیں سمجھتے ان کا یہ موقف انہی کی کتابوں کی روشنی میں نبی علیہ السلام کی ایذا دہی پر منتج ہوتا ہے۔ مگر انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں اور لطف یہ کہ اکثر موقعوں پر یہ لوگ حسنینؓ کی اولاد کو بھی بخشتے نظر نہیں آتے۔

فن لغت کے لحاظ سے "عترت رسول" سے شرف کی اولین مستحق نبی علیہ السلام کے چچا سیدنا عباسؓ کی اولاد ہے۔ ان کے متعلق شیعہ کہتے ہیں: من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ " یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ اس سے مراد عباسؓ اور ان کا بیٹا عبداللہؓ ہے (حیات القلوب)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) کے اندھے کو اتنا بھی علم نہیں کہ سیدنا علیؓ ۴۰ھ میں شہید ہوئے اور امیر المومنین مروان کے ہاتھ پر پورے ستر سال بعد ۶۵ھ میں بیعت کی گئی گویا ستر سال بعد پیدا ہونے والے لشکر کو علیؓ مخاطب فرما رہے ہیں۔ فرمایا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو داڑھی منڈاتے ہیں اور مونچھوں پر بل دیتے ہیں پس وہ لوگ صورت کے لحاظ سے مسخ ہو گئے۔ (الشافی ترجمہ اصول کافی صفحہ ۴۳/۲ سطر ۶)

اقول: اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں بقول سیدنا علیؓ مسخ صورتوں والے شیعہ ہیں یا اہلسنت ہیں شیعوں کا بڑے سے بڑا مجتہد بھی آج داڑھی ترشاتا ہے علیؓ کے لشکر کی ہیئت دیکھ کر داڑھیاں صفا چٹ اور مونچھوں پر بل دیئے ہم نے ہر طرف گھومتے پھرتے دیکھے ہیں اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ داڑھی منڈانا بموجب ارشاد علیؓ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور ان کی مونچھیں ان کے منہ پر شیطان کے نشیمن ہیں۔

۲- عباس ولد الزنا تھے (حیات القلوب)

۳- حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ یعنی برادر علیؓ ذلیل وخوار تھے۔ (احتجاج طبرسی)

۴- زید بن علی (زین العابدین)، یحییٰ بن زید - ابراہیم بن موسیٰ (کاظم) جعفر بن موسیٰ (کاظم) کذاب تھے۔

۵- جعفر بن علی (نقی) حسن عسکری کا بھائی کذاب[1] تھا۔

۶- حسن ابن حسن مثنٰی اور اس کا لڑکا عبد اللہ المحض اور اس کا لڑکا مرتد اور کافر تھے۔

۷- ابراہیم بن عبد اللہ، زکریا بن محمد (باقر) محمد بن عبد اللہ بن الحسین بن الحسن محمد بن قاسم بن الحسن یحییٰ بن عمر کافر و مرتد تھے۔

۸- سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ کو نبی علیہ السلام کی بیٹیاں تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ شیعہ مذہب کی بیسیوں کتب میں انہیں بیٹیاں تسلیم کیا گیا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

نبی علیہ السلام کے صاحبزادگان بچپن میں ہی جنت الفردوس کو سدھار گئے۔ اگر ان میں سے کوئی زندہ رہتا تو اس کو اور اس کی اولاد کو بھی یہ لوگ نہ بخشتے جیسا کہ انہوں نے سیدہ زینبؓ کی بیٹی سیدہ امامہؓ کا ذکر اپنی کتب میں جہاں بھی کیا ضمناً کیا۔ حالانکہ سیدہ فاطمہؓ نے وفات کے وقت سیدنا علیؓ کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری بہن زینب کی بیٹی امامہؓ سے نکاح کرنا کہ وہ میرے بیٹوں پر میری طرح مہربان ہے سیدہ زینبؓ کے بیٹے کا نام علی تھا۔

---

[1] جعفر پر یہ فتویٰ اس لئے صادر کیا گیا کہ اس نے کہا تھا حسن عسکری لاولد فوت ہو گیا ہے

سیدنا علیؓ اور شیعہ ——— پہلا رُخ :

ان کی کتب کی روشنی میں اگر سیدنا علیؓ کی سیرت کا خاکہ مرتب کیا جائے تو کچھ اس قسم کی صورت نظر آتی ہے۔

۱- تمام عمر مغلوب و مقہور رہے۔

۲- نبی اکرمؐ وفات کے بعد سب ان کے دشمن ہو گئے اور وہ قرآن لیکر خانہ نشین ہو گئے۔

۳- انہیں نبی نے اپنے بعد خلیفہ بلا فصل نامزد کیا۔ مگر نبیؐ کی وفات کے بعد کسی نے سوائے تین آدمیوں کے ان کی تصدیق نہ کی۔

۴- حصولِ خلافت کے لئے اپنی زوجہ کو گدھے پر سوار کر کے ایک ایک کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ (صولتِ حیدریہ)

۵- ان کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔ اور ان سے بہ جبر بیعت لی گئی۔

۶- آپ کے سامنے آپ کی زوجہ کو کوڑے سے پیٹا گیا۔ ان پر دروازہ گرا کے ان کا حمل ساقط کیا گیا۔ اور آپ خاموش رہے۔

۷- قرآن کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا۔ قرآن کو جلتے دیکھا مگر کچھ نہ کہہ سکے۔

۸- نبی کی اُمت کو گمراہ ہوتے دیکھا۔ مگر ہدایت نہ کر سکے۔

۹- کفر کو از سر نو اُبھرتے دیکھا مگر خاموش رہے۔

۱۰- بدعات کو روز افزوں ترقی دیکھی مگر کسی کو ٹوک نہ سکے (اصول کافی کتاب الحجۃ)

۱۱- ان کے سامنے شوہروں سے عورتیں چھینی گئیں۔ نبی اکرمؐ کی عطا کردہ معافیاں ضبط کی گئیں۔ مگر آپ اپنے عہدِ خلافت میں بھی واپس نہ لا سکے (کافی کتاب الروضہ ص۶۶)

۱۲- ان کی زوجہ پر اس قدر ظلم ہوئے کہ آپ یہ کہنے پر مجبور ہو گئیں تم مثل اس جنین کے جو رحم میں ہو پردہ نشین ہو کر بیٹھے ہو اور خائنوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو۔ بعد اس کے کہ دلیروں کو خاک پہ لٹایا ہے مانند نامردوں کے مغلوب ہو گئے ہو۔...... کاش

میں اس ذلت وخواری سے بسر کرتی ہوتی۔ (ترجمہ حق الیقین ص۴۵۳)

۱۳۔ آپ کی زوجہ کو اپنے گھر میں بھی اپنے والد بزرگوار کے غم میں رونے نہ دیا۔ اور بیرون شہر رہائش رکھنے پر مجبور ہوئیں (تاریخ الائمہ ص۳۸)

اس کے علاوہ آپ کی سیرت پر آپ کے شیعوں نے جو حملے کئے ان کی فہرست بھی طویل ہے:

۱۴۔ آپ کو جعفر طیارؓ کی حبشہ سے لائی ہوئی لونڈی کے زانو پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے دیکھ کر فاطمہؓ اپنے باپ کے پاس چلی گئیں۔

۱۵۔ یمن سے مالِ غنیمت لاتے ہوئے راستہ میں ایک لونڈی سے ہم بستری کی۔ نبی علیہ السلام یہ سُن کر سخت ناراض ہوئے۔

۱۶۔ نکاح کے وقت یہ وعدہ ہوا تھا کہ گھر کا کام سیدہ فاطمہؓ کریں گی اور باہر کا کام علیؓ کریں گے۔ مگر علیؓ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے اور فاطمہؓ خود پانی ڈھوتی رہیں۔ حتیٰ کہ ان کے کولھوں پر نشان پڑ گئے۔

۱۷۔ جویریہ دختر ابوجہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ حالانکہ سیدہ فاطمہؓ کی موجودگی میں دوسرا نکاح حرام تھا۔ اور سیدہؓ ناراض ہو کر اپنے باپ کے ہاں چلی گئیں اور نبی علیہ السلام کو ایک طویل خطبہ دینا پڑا۔

قطع نظر لمبی چوڑی تفصیلات کے اس مقام پر صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ بقول شیعوں کے آپ نے خلفائے ثلاثہ کا پچیس سالہ دور گویا فاسقوں فاجروں اور کافروں کی حکومت میں گذارا۔ اور آپ ان کو راہِ راست پر نہ لا سکے بلکہ ہر طرح سے ان کی اطاعت کرتے رہے۔ حالانکہ قرآن کا صاف حکم ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ یعنی جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم کس دین میں تھے اور کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں کمزور اور عاجز تھے تو فرشتے جواب میں کہتے ہیں۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا زمین اللہ کی اتنی فراخ نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے اور

کہیں چلے جاتے ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بُری جگہ ہے۔ ہاں مگر مرد عورتیں اور بچے جو تدبیر سے معذور رہیں۔ اور انہیں کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

یہ مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ پہلے صحابہؓ کرام پر برسا اور انہیں کافر منافق اور مُرتد، مشرک اور ظالم غرضیکہ بُرائی کا جو لفظ انہیں یاد آیا ان کی ذاتوں پر چسپاں کیا۔ صرف ابوطالب کی اولاد بچی تھی مگر ان کی طرف بھی متوجہ ہوئے بغیر نہ رہے۔ ان کو بھی رگید کر رکھ دیا۔ اور جو ان کی بدزبانی سے بچ گئے ان میں سے کسی کو مسجد میں شہید کیا۔ کسی کو زخمی کیا۔ کسی کو تلواروں کی دھار پر رکھ کر ختم کیا۔ اور ان میں سے جو باقی بچے انہیں عجیب عجیب تمغے دے کر کسی کو مہدی بنایا کسی کو نفس زکیہ کا خطاب دے کر قتل کرایا۔ کسی کو اتنی جرأت دلائی کہ وہ مسجد نبوی اور حرم کعبہ میں لواطت، زنا، شراب خوری، لوٹ مار، قتل عام کے جرموں کا مرتکب ہو کر مرا۔ یہ تمام کھیل ان کی اپنی سٹیج سے کھیلے گئے کسی سُنّی سے اس قسم کی حرکات کا سدور نہیں ہوا۔

نظریہ امامت کی روشنی میں علیؓ ——— دُوسرا رُخ

دوازدہ ائمہ معصوم عن الخطا ہیں۔ اولوالامر ہیں۔ کائنات کے رب ہیں ماکان ومایکون کا علم رکھتے ہیں۔ نورٌ من نور اللہ ہیں۔ نظام کائنات کے مالک ہیں۔ ان کے ادصاف کا منکر فاسق ہے فاجر ہے اور کافر ہے۔ قیامت میں وہی ساقی کوثر ہوں گے وہی شافع محشر ہوں گے اور ائمہ کا مقام انبیاء سے بھی بلند ہے ———

دستِ احمد نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند
تب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا معیار

سیدنا علیؓ کی شان میں کہا گیا ہے:

۱۔ درصورت پیوند جہاں بود علیؓ بود
تا نقش زمین بود زماں بود علیؓ بود

ابھی کائنات کا تصور بھی نہ تھا مگر علیؓ موجود تھے۔ زمین و آسمان کا نشان بھی نہ تھا مگر علیؓ موجود تھے۔"

۲۔ ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؓ بود

علیؓ اوّل بھی ہیں آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی۔ عبادت کرنے والے عبادت گاہ اور جس کی عبادت کی جائے وہ علیؓ ہیں۔

۳۔ ہم آدمؑ ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ
ہم یونسؑ و ہم یوسفؑ ہم ہود علیؓ بود

"آدم شیث ادریس اور ایوب، یوسف اور ہود تمام علیؓ ہی تھے۔"

۴۔ ہارون ولایت پس از موسیٰ و عمران
واللہ علیؓ بود علیؓ بود علیؓ بود

ہارون موسیٰ و عمران ان کی ولایت اور نبوت خدا کی قسم یہ سب علی ہی تھے علیؓ ہی تھے

۵۔ ایں کفر نباشد سخن کفر نہ این است
تا ہست علی باشد و تا بود علی بود

یہ کفر نہیں اور نہ ہی یہ کہنا کفر ہے جب کائنات موجود نہ تھی تب بھی علی موجود تھے اور جب کائنات موجود نہ ہوگی تب بھی علی ہوں گے۔

۶۔ موسیٰ و عیسیٰ و ید بیضا و نبوت
در مصر بفرعون کہ بنمود علی بود

موسیٰ عیسیٰ ید بیضا اور نبوت جس نے مصر میں فرعون کو معجزات دکھائے وہ علی ہی تھے۔

۷۔ جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بیچوں   در پیش محمد شد و مقصود علی بود

خالق کائنات کی طرف سے پیغام نبوت لے کر آئے ان کا ارادہ علی کے پاس آنے کا تھا مگر محمدؐ کے پاس پہنچ گئے۔"

۸۔ ہر چند کہ نظر کردم و دیدم بہ حقیقت
از ہر دو جہاں مقصد و مقصود علی بود

میں نے جس قدر غور کیا اور حقیقت سے دیکھا تو یہی معلوم ہوا کہ دونوں کا جہاں کا مقصد اور مقصود علی ہی تھے[۱]

علی کہتے ہیں میں ولی اللہ ہوں متصرف فی العالم ہوں میں اول المخلوق ہوں میں صاحب معجزات و کرامت و کشف الہامات ہوں۔ میں نور خدائے رسولؐ ہوں میں معصوم ہوں میں عالم علم لدنی ہوں میں صاحب وحی ہوں۔ میں محبوب خدا ہوں میں ہادی جن و انس ہوں۔ میں لسان اللہ ہوں۔ میں اللہ کا ہاتھ ہوں۔ میں اللہ کی بولتی کلام ہوں[۲]۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے اقتباسات کا استیعاب ممکن ہے۔ اور نہ ہی اس کی یہاں تفصیل کی چنداں ضرورت۔ بتانا صرف اس قدر مطلوب ہے کہ امامت کا شیعوں کے ہاں کیا مقام ہے اور جو کچھ سیدنا علی کے متعلق بیان کیا گیا ہے یہ صرف ان کی ذات تک محدود نہیں بلکہ دوازدہ ائمہ سب کے سب انہی صفات کے حامل ہیں۔

اب سیدنا علیؓ کا تیسرا رخ شیعوں کی زبانی ملاحظہ ہو۔

سیدنا علیؓ اور اُن کے شیعہ ——— تیسرا رُخ

شیعیت کا یہ دعویٰ کہ اہل سنت عترت کی تعظیم نہیں کرتے سراسر لغو اور بیہودہ ہے یہ لوگ جو دن رات محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت کے مدعی ہیں ان کو ان کے روحانی گرو یعنی مجوس و یہود تو یہاں تک کی کھلی چھٹی دے گئے ہیں کہ جس کو چاہو اور جس وقت

۱ہ ترکیب رری ص۴۵   ۲ہ خلافت الٰہیہ جلد سوم طبع لاہور ص۱۳۴

اور جو کچھ چاہو کہہ لو۔ تمہارے ایمان میں فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ سیدنا علیؓ کی زبانِ اقدس سے یہاں تک منسوب کیا گیا ہے کہ :۔

انّ علیاً علیہ السلام قال علی منبر الکوفۃ یا ایہا الناس ستدعون الی شتمی فسبونی (اصول کافی ص۴۸۴)

ترجمہ : حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ لوگو تمہیں میری دشنام طرازی کی دعوت دی جائے گی پس تم گالی گلوچ دے لینا۔"

چونکہ یہ لوگ حبِ علیؓ کی آڑ میں اسلام کی بیخ کنی کی طرح ڈال چکے تھے اور حبِ علیؓ کی آڑ میں بغضِ معاویہؓ کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ مگر اب مشکل یہ آپڑی تھی کہ علیؓ کو کیسے بُرا کہا جائے۔ لہٰذا اس سخت مقام سے گزرنے کے لئے مصنف اصول کافی نے یہ حدیث گھڑ ڈالی۔ اور اس کا عملی ثبوت بھی فراہم کر دیا یعنی روبرو سیدنا علیؓ کو کافر اور گنہ گار کہنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مجبور ہو کر آپ کو کہنا پڑا۔

"یعنی اگر تم اس پر اصرار کرتے ہو کہ میں نے خطا کی اور میں گمراہ ہو گیا تو میری گمراہی کے سبب سے عام طور پر اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں گمراہ کہتے ہو۔ اور میری خطا کا مواخذہ ان سے کیوں کرتے ہو اور میرے گناہوں کے سبب سے ان کو کافر کیوں کہتے ہو۔"

(ترجمہ نہج البلاغۃ قسم اول ص۲۶۱ بحوالہ النجم لکھنؤ نمبر۹ جلد۲ صفحہ ۱۱)

اب آگے چلئے شیخ کشی نے بسند معتبر حضرت محمد باقرؒ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز حضرت حسنؓ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے ایک شیعی سوار آیا کہ اُسے سفیان بن ابی لیلیٰ کہتے تھے اس نے کہا۔ السلام علیک یا مذل المومنین اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام ہو۔ (جلاء العیون ص۲۲۷)

حضرت علیؓ کو شہید کرنے والا ابن ملجم ایک شیعہ تھا۔ حضرت حسنؓ کو ان لوگوں نے زخمی کیا۔ جائے نماز سے گھسیٹ کر باہر نکالا۔ حضرت حسینؓ کو شہید کیا۔ بیس

جلاء العیون جلد ۱ ص۱۹۹)

بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی انہوں نے ہی شمشیر حضرت حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کر دیا۔ (جلاء العیون اردو جز ص۲۷۹)

ان بدبختوں نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کیساتھ سیدہ فاطمہؓ کو بھی نہیں بخشا۔ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ ہوا تو جناب فاطمہؓ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا میرا آپ کو اختیار ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علیؓ بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بند ہائے استخواں پراگندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خندہ دہاں ہیں اور مفلس ہیں۔ جلاء العیون ج۱ ص۱۴۰

یہ کلمات لکھتے ہوئے میرے جسم کا رواں رواں کانپ رہا ہے مشہور شیعہ مورخ ابوالفرج اصفہانی متوفی سیدنا علیؓ کا حلیہ ان الفاظ میں لکھتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا رنگ بھدا گندمی، قد نہایت ٹھگنا، چشم ایک انگلیاں، غلیظ بازو، ٹیڑھی پنڈلیاں، کیچڑ آلود آنکھیں، بڑی داڑھی اور بھرا ہوا ماتھا تھا۔

مقاتل الطالبین ص ۲۷ سطر ۷، ۸)

شیعیت اور علم ماکان و ما یکون اور سیدنا علیؓ ——— چوتھا رخ

شیعیت بڑے دھڑلے سے اس بات کی مدعی ہے کہ امام وقت کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی موت سے پہلے اپنے جانشین کے لئے نص کر جاتا ہے شیعیت کی دنیا میں سیدنا علیؓ امام اوّل تھے منصوص امام تھے ماکان و ما یکون کا علم رکھتے تھے۔ بلکہ بعض شیعہ تو اس بات کے مدعی ہیں کہ جبرئیل اللہ کی طرف سے وحی لے کر حضرت علیؓ کی طرف آرہے تھے کہ بھول کر محمدؐ کی طرف آ گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں اللہ کا ارادہ حضرت علیؓ پر وحی نازل کرنے کا تھا۔ مگر اُسے بدا ہو گیا۔ یہ موضوع اپنے مقام پر طویل وقت چاہتا ہے۔ فی الحال صرف ان امور کو ذہن میں حاضر رکھیئے کہ سیدنا علیؓ کو اگر ماکان و ما یکون کا علم تھا تو آپؓ کو باغیوں اور قاتلین عثمانؓ سے بیعت لیتے وقت یہ کیوں

معلوم نہ ہوا کہ میرا یہ فعل ایک لاکھ مسلمانوں کے قتل عام کا سبب بن جائے گا جمل اور صفین کی جنگیں پیش آئیں گی۔ میں اپنے ایک شیعہ کے ہاتھوں شہید کیا جاؤں گا۔ میں حسن رضؓ کے لئے نص کر رہا ہوں وہ تمام حقوق امامت معاویہ رضؓ کے سپرد کر دے گا۔ میں مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنا رہا ہوں اور وہی کوفی حسن رضؓ کو یا مذل المؤمنین کہہ کر مخاطب کریں گے۔ انہیں زخمی کریں گے ان کے نیچے سے جائے نماز گھسیٹ لیں گے ان کے کندھے سے چادر اتار لیں گے۔ اور پھر وہی کوفی حسین رضؓ کو خطوط لکھ کر بلائیں گے پہلے مسلم کو شہید کریں گے پھر حسین رضؓ کو بھوکا پیاسا[1] تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔ پھر سب سے اہم یہ کہ وصی رسول اور منصوص امام ہوتے ہوئے آپ نے تحکیم کا فیصلہ تسلیم کر لیا۔ مگر جب فیصلہ ہوا تو آپ نے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے ایک کثیر گروہ آپ کے شیعوں کا الگ ہو کر خوارج کے نام سے ایک مدت تک مسلمانوں کے لئے بلائے عظیم بنا رہا۔ جن کے خلاف آپ کو تلوار اٹھانا پڑی۔ غرضیکہ شیعیت کی یہ بازی گری اگرچہ کسی حد تک ایک صحیح الاحوال اور اچھے خاصے انسان کو پاگل بنانے کے لئے شاید ایک کامیاب حربہ تو ہو سکتا ہو مگر اس نظریہ کو جس پہلو سے دیکھیں سیدنا علیؓ کی تنقیص کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔

سیدنا علیؓ اور اہل سنت

اہل سنت و الجماعت کا ایمان ہے کہ سیدنا علیؓ کی ستودہ صفات ذات ان لغویات اور ہفوات سے پاک ہے۔ ہم انہیں نہ ہی خالق لوح و قلم مانتے ہیں اور نہ ہی اس طرح بے کسی، بے بسی، عاجزی، لاچارگی اور مجبوری کی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹے جانے کا تصور تک کر سکتے ہیں۔

جن لوگوں کے باپ دادا کے بت خانے اور آتشکدے فاروق اعظمؓ کے کفر توڑ

[1] بھوک پیاس کے الفاظ شیعی تاریخوں کا چربہ ہے ورنہ دس محرم کی صبح سیدنا حسینؓ نے غسل فرمایا یعنی پانی کی کوئی قلت ایسی نہ تھی۔

گرز سے مسمار اور پیوند خاک ہوئے! اور جن لوگوں کا اسلام سطوت فاروقی کا مرہون منت ہے وہی لوگ آج اپنے آبا کے غم میں ہلکان ہو کر اسی محسن اعظمؓ کی دشنام طرازی کے لئے سیدنا علیؓ کی ذات گرامی کی آڑ لے کر سامنے آئے تو وہ قطعاً یہ بھول گئے کہ ہم نے اصحاب ثلاثہؓ کو گالیاں دینے بدنام کرنے برا بھلا کہنے بہتان و افترا کا نشانہ بنانے کے لئے جو طریق اختیار کیا ہے۔ وہ بالواسطہ سیدنا علیؓ کی ذات کی تنقیص پر منتج ہوتا ہے۔ انہوں نے اگر سیدنا علیؓ کو وصی بنایا یا دوازدہ ائمہ اور چہاردہ معصوم کی اختراع کو رواج دیا۔ تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ خاندان رسالت کی آڑ میں کھڑے ہو کر ہم بلا روک ٹوک امت پر سنگ باری کر سکیں اور جب وہ پورے طور پر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے یعنی ہزاروں فرزندان توحید کے قلوب و اذہان کو اپنی تخریبی سحرکاری سے مسحور کر چکے تو فوراً رخ بدل کر علیؓ اور ان کی اولاد پر حملہ آور ہو گئے۔ آج تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ ان لوگوں کے تیر کا ہدف صرف امہات المؤمنینؓ صحابہ کرامؓ اور تابعین ہی نہیں بلکہ انہوں نے طاقت ملنے پر علیؓ کو بخشا نہ حسنؓ کو نہ حسینؓ کو معاف کیا نہ ان کی اولاد کو ان

اسلام دشمن عناصر کی چوکھی یلغار بیک وقت کئی محاذوں پر برسرپیکار نظر آتی ہے کہیں تیمور لنگ کی شکل میں وہ عیسائیوں کی مدد کرنے کی صورت میں باہم دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ کہیں نصیرالدین طوسی اور ابن علقمی کے وجود میں بغداد کی تباہی کے کرتا دھرتا بن رہے ہیں۔ کہیں اودھ کے نواب وزیر سعادت علی خاں کی صورت میں نادر شاہ درانی سے دہلی کے قتل عام کا سبب بنے۔ اور جب اپنے پاؤں مضبوط کر لئے تو اچھوت اچھوتیاں، ائمہ کی پیدائش اور علیؓ فاطمہؓ کے نکاح کے ناٹک رچانے شروع کر دیئے۔ کہیں اسماعیل صفوی کے روپ میں مسلمانوں کے قتل عام میں منہمک دکھائی دے رہے ہیں۔ کہیں ابن صباح کے بہروپ میں اپنے فدائیوں کے ذریعہ عالم اسلام کے لئے پیغام موت بنے ہوئے ہیں۔ کہیں خلافت مصر کے چولے میں فاطمیت کا نقاب اوڑھ کر الوہیت کے مدعی ہو کر مسلمانوں کے قتل عام

کمربستہ ہیں اور کسی مقام پر ابراہیم گارڈی کی صورت میں مرہٹوں کا حقِ نمک ادا کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور کسی جگہ صادق دکنی اور غلام علی لنگڑے کے وجود میں سقوطِ میسور کی ذلت کا بار اٹھائے ہوئے ہیں اور کہیں [illegible] بن کر انگریزوں کے سامنے جبینِ نیاز جھکاتے ترکانِ احرار کی پیٹھ میں غداری کا خنجر گھونپتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کوئی کہاں تک گنتا جائے اور کس کس کا شمار کرے این خانہ ہمہ آفتاب است۔ اور آج "کتاب اللہ و عترتی" کی چیخ پکار سے فرزندانِ اسلام کے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہے ہیں۔ مگر کتاب اللہ سے ان کا سلوک ابتدا ہی میں کیا رہا اور اب کیا ہے۔ جو لوگ صحیح معنوں میں "عترتِ رسول" کے زمرے میں آتے ہیں ان کے ساتھ انہوں نے کیا کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی فاطمیت کے ہی منکر ہو گئے خواجہ چشتیؒ، خواجہ ہجویریؒ کا ان دلوں میں کیا مقام ہے؟

جن دوازدہ ائمہ کے یہ محب ہیں ان میں سے پہلے تین اماموں کے ساتھ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ایک عالم پر آشکارا ہے۔ باقی آٹھ کے ساتھ جو کچھ انہوں نے کیا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہم اگر بغور دیکھیں تو ان کے وہ مزعومہ ائمہ علم و فضل تبلیغ و ارشاد، رشد و ہدایت اور اصلاح و جہاد میں کسی بلند مقام پر نظر نہیں آتے بلکہ ان کی نسبت ان کے دوسرے ہم عصر اکثر ہستیاں فضائل کے پیکر نظر آتے ہیں۔ اُن کے ائمہ سب کے سب اپنی "ربوبیت" اور "الوہیت" میں ہی شاید مگن رہے۔ اور بارہویں امام یا للعجب ابھی تک ۳۱۳ مومنوں کے انتظار میں کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ مومنین ناپید اور امام غائب!

توحید اور رسالت

گذشتہ صفحات میں قرآن، سنتِ رسولؐ اور عترتِ رسول کے متعلق اجمالی خاکے سے آپ کسی حد تک ان کے حقیقی مفہوم سے واقف ہو چکے ہوں گے۔ مگر ان پر تفصیلی بحث سے پہلے اسلام کے نقطۂ اساسیہ یعنی توحید و رسالت کے

صحیح مقام و تصور کی طرف بھی نشاندہی ضروری ہے۔

شیعہ مذہب نے جس طرح قرآن، سنت اور عترت کے بارے میں اہلِ سنت سے اختلاف کیا اسی طرح توحید اور رسالت کے بارے میں بھی ان کے نظریات بالکل الگ ہیں۔

اہلسنت اور توحید

اللہ تعالیٰ ازلی و ابدی ہے[1] اس کے لئے ابتداء اور انتہا نہیں وہ آغاز و انجام اور شروع و ختم سے پاک ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ نہ مرے گا نہ فنا ہوگا۔ اس کا نہ جسم ہے اور نہ وہ جسمانی ہے اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک و برباد اور فنا ہو جائیں گی۔ وہ ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ اللہ کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کی بی بی ہے اور نہ ماں باپ رکھتا ہے۔ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ سب کو کھلاتا ہے۔ اللہ کی کوئی اولاد نہیں۔ نہ تو وہ کسی میں حلول کرتا ہے اور نہ کوئی غیر اس میں حلول کرتا ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اُسے نیند آتی ہے نہ اونگھ وہ تمام جہان سے نرالا اور جدا ہے کسی غیر سے متحد نہیں اس کی مانند کوئی شے نہیں وہ زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا تمام مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ کسی چیز سے عاجز آ سکتا ہے وہ ہر چیز کو پناہ دے سکتا ہے اسے کسی کی پناہ

---

[1] هو الاول والآخر پ۲۷ ع۱۷ كل شيء هالك الا وجهه پ۲۰ ع۳ سبحان الله پ۲۴ ع۱۳ سورہ اخلاص۔ ولم تكن له صاحبة پ۷ ع۱۹ سورہ اخلاص وهو يطعم ولا يطعم پ۷ ع۸ سورہ اخلاص۔ لا تاخذه سنة ولا نوم۔ ليس كمثله شيء الحي القيوم پ۳ ع۲ وهو على كل شيء قدير وهو يجير ولا يجار عليه پ۱۸ ع۵ ولا يوثق وثاقه احد پ۳۰ ع۱۴ قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله پ۲۰ ان الشرك لظلم عظيم ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك

کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر کسی کے پکڑے کو چھڑا سکتا ہے۔ معاف کر سکتا ہے اس کے پکڑے کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ اس کی پکڑ اور گرفت کی طرح کسی کی پکڑ اور گرفت نہیں۔ غیب کا علم صرف وہی جانتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی فرشتہ نبی یا ولی غیب نہیں جانتا۔ اس کی ذات حدوث سے پاک ہے۔

جس طرح اللہ کی ذات ازلی و ابدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی ازلی و ابدی ہیں۔ حیات۔ علم۔ کلام۔ ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر اور تکوین اس کی ذاتی صفات ہیں۔ ربوبیت۔ ابداع۔ احیاء۔ اماتت۔ مغفرت اور رحمانیت۔ اس کی فعلی صفات ہیں اس کی ذاتی اور فعلی صفات میں کوئی بھی اس کا ساجھی۔ حصہ دار یا شریک نہیں اس کی ذات اور صفات میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنے والے اور کہنے والے کو مشرک کہا گیا۔ اور شرک کو ظلم عظیم کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا گیا ہے شرک کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام گناہ بخش دے گا۔

اہل سنّت اور رسالت

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد رسولوں پر ایمان لانا لابدی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پیغمبروں کے ذریعہ ہی بندوں تک پہنچے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول اس انسان کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام پہنچانے پر مامور ہوا ہو۔ نبوت یا رسالت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں میں سے جسے چاہا منصبِ رسالت پر فائز کر دیا۔ تمام پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اور ان سب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آنحضرتؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور ایسا کہنے والا ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول اور نبی ہیں۔ خدا نے انہیں وحی کا شرف بخشا۔ ان پر قرآن نازل کیا اور اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے منصب رسالت عطا فرمایا۔ آپ کی بعثت پر تمام سابقہ ادیان، کتب میں

اور شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور صرف قرآن اور عمل بالقرآن یعنی سنت ہی تا قیامت واجب العمل اور ذریعہ نجات ہیں۔ تمام انبیاء بنی نوع انسان سے ہوئے ہیں کسی پیغمبر کی بشریت سے انکار رسالت کے انکار پر منتج ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ قل انما انا بشر مثلکم پیغمبران علیہم السلام اور نبی علیہ السلام کی بشریت کے گواہ ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے فرمایا نبی علیہ السلام نے الا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب۔

ترجمہ: یاد رکھو میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا فرشتہ (عزرائیل) آئے پھر میں اس کو قبول کر لوں۔"

نبی اکرم کو اللہ تعالیٰ نے بے حساب معجزات دیئے آپ کو اسی جسد عنصری معراج ہوا۔ آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند شق ہوا۔ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے الغرض اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ کی ذات مقدس سے ظہور پذیر ہوا۔ آپ کی رسالت کا منکر کافر اور آپ کی سنت کا تارک فاسق اور فاجر ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں آپ کو ساجھی سمجھنے والا مشرک ہے۔

شیعہ اور توحید

مگر شیعہ مذہب کا لٹریچر اس قسم کے تضادات سے بھرا پڑا ہے کہ دوازدہ ائمہ ماکان و مایکون[1] کا علم رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت بھی ہمارے افعال و کردار کے نگران ہیں۔ وہ رب[2] السموٰت والارض، رب اللوح والقلم اور عرش و کرسی کے رب ہیں۔ آدم کا خمیر ان کے ہاتھوں سے گوندھا[3] گیا۔ وہ ازلی اور ابدی[4] ہیں۔ وہ زندگی اور

[1] جلاء العیون یہ تمام کتب اس بات پر متفق ہیں۔ جس امام کو یہ معلوم نہیں کہ اسے کیا پہنچنے والا ہے وہ مخلوق میں اللہ کی حجت نہیں (اصول کافی ص ۱۵۸) [2] جلاء العیون ص ۲۲ ج ۲

[3] جلاء العیون ص ۲۵ ج ۲ [4] جلاء العیون ص ۲۲ ج ۲ *

موت پر قدرت رکھتے ہیں[1] مغفرت اور رحمانیت[2] کے مالک ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کے خیالات نہایت گھٹیا اور فرسودہ ہیں وہ بھول چوک سے بری نہیں اکثر اس سے غلطیوں کا صدور ہوتا رہا[3] اور وہ اکثر اپنے ارادے بدلتا رہا[4]۔

رسالت کے متعلق شیعہ مذہب کے نظریات

شیعہ مذہب میں آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورسل کربلا کے گرد چکر کاٹتے نظر آتے ہیں ان کا کام شیعہ کتب میں کہیں تبلیغ ارشاد کی صورت میں نظر نہیں آتا۔ اور نبی اکرمؐ کی رسالت کے متعلق اگر ایک خاکہ ترتیب دیا جائے تو کچھ اس قسم کا مفہوم سامنے آتا ہے کہ ملک عرب کے شہر مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جسے پیدا ہوتے ہی اپنے نبی ہونے کا علم تھا وہ تیس سال تک اپنے وصی کے انتظار میں اکیلا رہا۔ تیس سال کی عمر میں اس کے چچا کے گھر[5] اس کا وصی پیدا ہوا۔ جس نے پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا اور اس پر ایمان لایا[6]۔ چالیس سال کی عمر میں اس نبی نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور لوگ اس پر ایمان لانے لگے۔ مگر وہ سب منافق مشرک، جبت، طاغوت[7] بے حیا اور منکر تھے۔ ان کی تالیف قلب کے لئے نبی نے اپنی بیٹیاں تک انہیں دیں[8]۔ مگر وہ باز نہ آئے۔ وہ ساری زندگی چیختا چلاتا رہا۔ کہ میں نے تمہیں جو دین سکھایا ہے یہ صرف اس لئے سکھایا ہے کہ تم میرے رشتہ داروں یعنی بیٹی کی اولاد سے محبت رکھنا میرے بعد میرے چچا زاد کو جو میرا داماد بھی ہے میری جگہ اس سلطنت کا سربراہ بنانا۔ جو میں نے بڑی محنت اور تکلیف سے تیار کی ہے۔ مگر اس

---

[1] جلاء العیون ص۳۷۶ ج ۲ [2] جلاء العیون ص۳۰ [3][4] اصول کافی ص۲۳۳ [5] مشہور شیعہ مولف ابوالفرج اصفہانی کی تحقیق کے مطابق بعثت نبوی کے وقت سیدنا علیؓ کی عمر ۳ سال تھی۔ طالب عقیل جعفر اور علیؓ کی عمروں میں دس دس سال کا فرق تھا (مقاتل الطالبین ص۷ سطر ۱-۲) سیدنا جعفر ۴۰ سال کی عمر میں ۸ ہجری میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے (مقاتل الطالبین ص۱۴ سطر ۲) اس لحاظ سے غزوہ موتہ کے وقت سیدنا علیؓ ۲۶ سال کے تھے۔ بعثت نبوی سے ۲۱ سال بعد غزوہ موتہ ہوا اس صورت میں بعثت نبوی کے وقت آنجنابؓ کی عمر ۳ سال ہوئی

[6] جلاء العیون ص۲۲۵ ج اول [7] مقبول قرآن ایاصفحہ ۳۳۷-۵۱۲-۱۸۱-۱۰۱۷-۱۰۱۸ احیات القلوب ص۵۴۶ - تنقیح المقال فی احوال الرجال۔ کلید مناظرہ ص۳۱۹ [8] حیات القلوب ص۵۶۱

کے مرنے کے بعد سب اس کے حکم سے منحرف ہو گئے۔ اس نبی کی تمام عورتیں ساری زندگی اس کے لئے وبال جان بنی رہیں اور جب وہ مر گیا تو اس کے اصحاب نے جو سب منافق تھے اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ جن میں سے دو اس کے سسر تھے اور ایک داماد تھا۔ اور اس کے وصی کو ٹھکرا دیا۔

اس نبی نے قرآن نامی کتاب پیش کی۔ اسے ان لوگوں نے جلا دیا اور اس میں ردّو بدل کر کے اس کی آل کے متعلق جو حکم تھے وہ تمام اس میں سے نکال کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لیا۔ اس کی لڑکی کو مار مار کر اس کا حمل گرا دیا اور جس غرض کے لئے اس نبی نے تیس سال فاقہ کشی کر کے جنگیں لڑ لڑ کر ایک سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ اس کے دشمن لے اڑے۔ اس کا خدا بھی جس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تیرے مرنے کے بعد یہ سلطنت تیری اولاد کا حق ہے۔ عاجز آ کر خاموش ہو گیا۔ اور مرنے کے بعد بھی وہ نبی اپنے منافق ساتھیوں سے چھٹکارا نہ حاصل کر سکا۔ بلکہ ان میں سے جو سب سے بڑے کافر یعنی جبت اور طاغوت تھے انہیں اس کے پہلو میں دفن کیا گیا گویا نبی کو جہنمیوں سے مر کر بھی چھٹکارا نہ مل سکا۔

شیعیت کی تبلیغی سرگرمیاں

گزشتہ سطور میں آل اور عترت کا مفہوم متعین اور واضح ہو چکا ہے اس سلسلہ میں اس مقام پر عبدالمطلب کی اولاد میں سے چند ایک کے سرسری سے تذکرہ سے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ ایسی ایسی جلیل القدر ہستیوں کے ناموں سے بھی کوئی واقف نہیں مگر شہرت، عزت، ناموری اور مشہوری صرف سیدنا علیؓ اور ان کی اولاد میں سے صرف چند کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔ شیعوں کے لئے تو یہ ان کے مذہبی شعائر میں سے ہے۔ مگر افسوس ہے ان جہلاء سنیوں پر جو حامل جبہ و دستار بھی ہیں۔ اور سجادہ نشینان خانقاہ ارشاد بھی لیکن آنکھیں بند کر کے ایک ہی ہانک لگائے جا رہے ہیں اور ہر شاعر، ہر خطیب، ہر واعظ، ہر لیکچرار، ہر ادیب، ہر صحافی، ہر مصنف

ہر مورخ کی علمیت و فضیلت کی تان علیؓ اور اولادِ علیؓ میں سے صرف چند کے ذکر پر جا کر ٹوٹتی ہے غضب تو یہ ہے کہ اولادِ علیؓ میں سے بھی جو اصحاب علم و فضل کے چراغ، رشد و ہدایت کے مینار، عزم و ثبات کے کوہِ وقار تھے بھول کر بھی یہ لوگ ان کے نام نہیں لیتے گویا کہ شیعیت کی محسوس اور غیر محسوس تبلیغی سرگرمیوں نے سب کی بصارت اور بصیرت پر جہالت، بے خبری، بے ہنری اور بے علمی کی پٹیاں چڑھا دی ہیں۔

شیعیت کی تبلیغی سرگرمیوں کا مالک ثابت تبلیغی عابد علی بیگ صدر محبّین صحابہؓ نے کیا خوب تجزیہ کیا ہے:

لکھتے ہیں: مذاہب کے دائرے میں اگر کسی نے منظم تشہیر کے فن سے کما حقہٗ فائدہ اٹھایا ہے تو وہ اہلِ تشیع ہیں۔ انہیں اس فن کا امام کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ جن حضرات نے ابتدا میں شیعہ تبلیغی تقریبات کی منصوبہ بندی کی ہے وہ کسی طرح بھی کسی فطین ذہین GENIOUS سے کم نہیں۔ ان ذہین حضرات نے اپنی مذہبی عقائد و افکار کی تشہیر کے لئے جس طرح مؤثر منصوبہ بندی کی اور جس طرح اس میں تسلسل اور تکرار کے پہلو پر زور دیا اس کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ شیعہ افکار کی حیرت انگیز کامیابی بیشتر اسی تنظیم اور تشہیر کی مرہونِ منت ہے۔ ذرا غور کیجئے۔

امن کمیٹیوں سے سال کا آغاز کیا جاتا ہے جلسہ استقبال محرم سے تبلیغی کام شروع ہوتا ہے۔ محرم کے مہینے میں تبلیغی مجالس اور جلوسوں کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ پھر سال بھر طرح طرح کے عنوانات سے بے شمار تبلیغی تقریبات کے مواقع پیدا کئے جاتے ہیں۔ مردانہ مجالس عزا کے علاوہ زنانہ مجالس عزا، یکجانہ مجالس عزا۔ سالانہ مجالس عزا۔ مجالس چہلم۔ محافل میلاد، حضرت علیؓ، حضرت رضا اور دیگر ائمہ محافل مسالمہ حسینی مشاعرے۔ منقبت اہل محبت کے مشاعرے شبینہ۔ عید مباہلہ۔ عید غدیر۔ کونڈوں کا ختم۔ امام غیب کی یاد میں کنار رادی پر شب بیداری کی مجالس بکثرت منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجالس میں فضائل و مناقب اہل بیت۔ فضائل و مصائب اماہین۔ سوز خوانی۔ نوحہ خوانی مرثیہ خوانی منقبت۔

نظمیں۔ قطعات۔ متعدد عنوانات سے شیعہ عقائد و افکار کی تبلیغ کی جاتی ہے اپنے اپنے فن کے صاحبِ کمال مقرر، ذاکر۔ گلوکار اور سوز خوان رونق محفل بنائے جاتے ہیں۔ ان کی خدمت پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ مجالس پورے ۳۶۵ دن منظم طریقے پر منائی جاتی ہیں بلکہ ہر غمی اور شادی کی تقریب پر موقعہ نکالا جاتا ہے محرم کے خاص جلوسوں کے علاوہ سال بھر میں بے شمار مواقع پیدا کر کے ذوالجناح کے جلوس۔ حضرت حسینؓ۔ شبیہہ مزار علی رضا۔ شبیہہ گہوارہ علی اصغر۔ تعزیہ کے جلوس چپ تعزیہ کا جلوس، وداع شبیہہ علم شبیہہ علم غازی علمدار عباس۔ شبیہہ مہدی شبیر اور قاسم۔ نیاز حاضری عباس کے جلوس اور ان پر لاکھوں روپیہ خرچ کئے جاتے ہیں۔ اور ان جلوسوں میں اثر انگیز طریقوں سے ماتم کیا جاتا ہے .... یہ جلوس خیر شیعہ کوچہ و بازار میں پولیس کی حفاظت میں رواں دواں رہتے ہیں۔ یہ جلوس تبلیغی مراکز سے شروع ہوتے ہیں۔ تبلیغی منصوبہ بندی کا کمال یہ ہے کہ بھیک مانگنے والے فقیروں اور ملنگوں کی تنخواہیں مقرر ہیں جو کوچہ و بازار میں شیعہ عقائد و افکار کے آوازے لگا کر بھیک مانگیں۔ مزاروں، قبروں، میلوں، ٹھیلوں اور دوسری عام جگہوں پر شیعہ عقائد کی براہِ راست یا بالواسطہ تبلیغ کریں۔ (سیر صحابہؓ کی تحقیق و تبلیغ)

بات طویل ہوتی جا رہی ہے اور میں اس مقام پر صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ آخر نبی علیہ السلام کی باقی آل اور عترت کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے کہ ان کے وہ تمام کارہائے نمایاں بھلا دیئے گئے ہیں جن کے مقابلہ میں شیعیت کے ان مزعومہ ائمہ کے کام انکا عشر عشیر بھی نہیں حالانکہ تاریخوں کے صفحات کے صفحات ان کے حالات سے بھرے پڑے ہیں اور آج اگر تاریخ کے صفحات سے ان کے حالات نکال دیئے جائیں تو تاریخ کا سرے سے وجود ہی ختم ہی ہو جاتا ہے۔ رفض و شیعیت نے اپنے جن افکار و اعمال کی تشہیر کے لئے اپنی کوششیں شروع کیں وہ اس حد تک اپنی کوشش میں کامیاب ہو چکے ہیں کہ حقائق کے چہرے کئی پردوں کے اندر پوشیدہ ہو کر رہ گئے ہیں ٭

عبدالمطلب

عبدالمطلب کے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ پندرہ بیٹوں میں سے صرف چھ کی اولاد کے متعلق یہاں سرسری سا ذکر کیا جاتا ہے۔

زبیرؑ۔ حارث۔ حمزہؓ۔ عباسؓ۔ عبداللہؑ اور ابو طالب۔ ان چھ کی اولاد کو حقیقت میں تاریخ اسلام کا اگر دوسرا نام کہا جائے تو بجا ہے مگر آج ان چھ کی اولاد میں سے سیدنا علیؓ کی اولاد میں سے بار ہا صرف چند کے حالات کی تکرار ہمارے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ بلکہ ان کو مرتبہ انسانیت سے بلند کر کے مرتبہ الوہیت تک پہنچا دیا گیا ہے اور باقی تمام کو عترتِ نبی اور آلِ نبی سے گویا خارج سمجھ لیا گیا ہے۔

۱۔ زبیر بن عبدالمطلب

آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں مشہور شیعہ مصنف شرح ابن ابی الحدید میں لکھتا ہے: فاما الزبیر بن عبد المطلب فکان اشراف قریش و وجوھہا " لیکن زبیر تو قریش کے معزز باوقار سرداروں میں سے تھے " قدیم ترین مورخین میں سے ابو جعفر محمد بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ نے الحکام من قریش ثم من بنی ہاشم کے عنوان کے تحت اپنی مشہور تالیف کتاب المحبر میں لکھا ہے کہ بنی ہاشم میں سے عبدالمطلب کے بعد زبیر خاندان کے سردار ہوئے اور زبیر کے بعد ابوطالب سردار ہوئے۔ بنی امیہ میں سے حرب بن امیہ سردار تھے اور ان کے مرنے کے بعد ابو سفیان بن حرب سردار ہوئے (ص ۱۳۲) زبیر اپنے والد کے وصی تھے (طبقات کبیر، طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۱۴۵) زبیر حلف الفضول کے بانیوں میں سے تھے اور حرب فجار میں ہاشمی خاندان کے سردار کی حیثیت شریک جنگ تھے۔

ہو من فتیان قریش یعنی وہ قریش کے جوانمردوں میں سے تھے (کتاب المحبر ص ۱۷۶)

زبیر اور عبداللہ کی ماں کا نام فاطمہ تھا چنانچہ مولف عمدۃ الطالب لکھتا ہے: وفاطمہ ھذہ ام عبد اللہ بن عبد المطلب والد رسول اللہ ولم یشرکہما فی ولادتہما غیر الزبیر بن عبد المطلب (عمدۃ الطالب ص ۳ سطر ۱ تا ۳) اب عقل کیسے باور کر سکتی ہے کہ سگے تایا کی موجودگی میں جو ہمہ قسم کے فضائل کا حامل ہو اسے نظر انداز کر کے ایک محتاج اور سوتیلے تایا کو نبی علیہ السلام کا کفیل بنایا جاتا۔ زبیر بڑے رحیم کریم اور انصاف پرور تھے شرح ابن ابی الحدید کا رافضی مولف لکھتا ہے کہ ایک دادخواہ کی دادخواہی کے لئے کعبہ میں پہنچے تو تمام بنو عبدالمطلب آپ کی معاونت کے لئے شمشیر بکف کعبہ میں پہنچ گئے۔ وانضم بنو عبد المطلب الی الزبیر و قفوا علی باب ابیھم بایدیھم سیوفھم

ترجمہ: " یہ وصف صرف زبیر کو حاصل ہے کہ ان کی وفات پر نبی علیہ السلام کی پھوپھی یعنی زبیر کی بہن نے ایک پُردرد مرثیہ کہا۔ سوائے زبیر کے مرثیہ کے ان سے کوئی کلام منقول نہیں ہے

بکی زبیر الخیر اذا فات ان

تو روئے نیک ذات پر زبیر

کنت علی ذی کرم باکیہ

(ان پر رونے سے) یہ بات جاتی رہی کہ کسی کریم پر روتی

لو نفضۃ الارض مالتھا

یا زبیر کسی (کریم و شریف) کو پھینک دیتی تو میں ملامت نہ کرتی

او اصبحت غاشعہ عاریہ

(یا زمین کسی کے مرنے پر) بدحال اور ننگی ہو جاتی تب بھی میں پرواہ نہ کرتی

چند اور اشعار کا ترجمہ

" اور میرے جی میں تو یہ بات تھی کہ میں مرنے والوں کو چھوڑ دوں اور ان کے پیچھے کوئی مرثیہ نہ کہوں "

" مگر زبیر کے مرنے کو میں کیسے بھول جاؤں اس کے مرنے پر صبر نہ کر سکی کیونکہ میں نے اپنے سب بھائیوں میں از زبیر کو قریب تر پایا) "

اگر میں اپنے منہ سے (اس کے مرثیہ کے) شعر نہ کہتی تو آنسو بہہ کر میری پسلیوں کو چور کر دیتے یہ سیدہ صفیہؓ وہی ہیں جو سیدنا حمزہؓ کی مسخ شدہ لاش پر پہنچیں اور خاموش چند لمحات کھڑی رہ کر واپس لوٹ گئیں۔ سیدہ صفیہؓ کی زندگی میں ان کے کتنے بھائیوں کی موت ہوئی اور وہ سب کے سب جوانمرد، دلیر، بہادر اور ذی مرتبہ تھے مگر آپ نے کسی کا مرثیہ نہ کہا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زبیر اپنے تمام بھائیوں میں کریم تر، رحیم تر اور شجاع تر تھے۔ حالانکہ ابوطالب بھی آپ کے سامنے مرا۔ نبی علیہ السلام زبیر کی وفات کے وقت خود کفیل ہو چکے تھے مگر یاران طریقت آج زبیر کا نام ہی بھول گئے اور ابوطالب کو آپ کا کفیل بنا کر پیش کرنے میں دن رات ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔ ابوطالب کے تفصیلی حالات اپنے مقام پر آئیں گے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت نبی علیہ السلام کی کفالت کی ذمہ داری زبیر کے سپرد کی تھی۔ زبیر ایک مالدار شخص تھے اور ان کی عالی مرتبی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عبدالمطلب نے آپکو ہی اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ زبیر کے بڑے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ نبی علیہ السلام کو آپ سے بہت محبت تھی۔ حضرت عبداللہ کو آپ ﷺ ابن عمی وحبی کے کلمات سے مخاطب فرمایا کرتے تھے جنگ اجنادین میں بعہد خلافت صدیقی خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ لاش کے گرد کافروں کی لاشوں کا ڈھیر تھا (زرقانی، الاستیعاب)

الکامل للمبرد جلد اوّل صفحہ ۲۱۰ طبع مصر میں ہے ——— قال ابوالعباس حدثنی مسعود بن بشر قال حدثنی محمد بن الزبیر عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکساہ حلۃ واقعدہ الی جانبہ ثم قال انہ ابن امی وکان ابوہ بی رحمنی ۔ (الزبیر اخو عبد اللہ بن عبد المطلب)

ابوالعباس نے کہا مجھ سے مسعود بن بشر نے بیان کیا اور وہ محمد بن حزب سے بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ میری ماں کا بیٹا ہے اور اس کے والد مجھ پر شفقت کرتے تھے (زبیر عبداللہ بن عبدالمطلب کے بھائی تھے) زبیرؓ جیسے شفیق چچا کی بجائے ابوطالب کو آگے لانے کیلئے

رفض نے کیا کیا جھوٹ تراشے ہیں۔

زبیر کے دوسرے بیٹے کا نام طاہر تھا۔ ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق وہ بڑے خوش طبع اور زندہ دل نوجوان تھے۔

نبی علیہ السلام نے اپنے اس محبوب بھائی کے نام پر ہی اپنے ایک صاحبزادے کا نام طاہر رکھا اور سیدہ صفیہؓ نے اپنے بھائی کے نام پر اپنے بیٹے کا نام زبیر رکھا اور ان کی کنیت ابوطاہر رکھی شیعیت کی دسیسہ کاریوں سے متاثر ہو کر آج کے مسلمان ان بزرگوں کے ناموں کو اس طرح فراموش کر چکے ہیں اور تمام زور صرف ابوطالب اور اس کی اولاد میں سے صرف چند ایک پر صرف کیا جا رہا ہے۔

۲۔ حارث بن عبدالمطلب کے چاروں بیٹے صحابی تھے

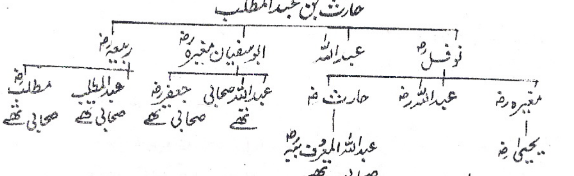

۱۔ **نوفلؓ**[1]: جنگ خندق کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین کے موقع پر تین ہزار نیزے پیش کئے۔ ۲۵ھ میں وفات پائی (الاستیعاب صفحہ ۲۳)

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمانؓ کی خلافت کے وقت مدینہ کے قاضی تھے۔ شہادت علیؓ کے وقت ان کے ہمراہ تھے اور ابن ملجم کو آپ نے ہی گرفتار کیا تھا۔ سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد سیدہ امامہ بنت زینبؓ دختر نبی علیہ السلام سے نکاح کیا۔ اس نکاح سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن نوفل: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاکم کوفہ تھے۔ چہرہ کسی حد تک نبی علیہ السلام سے مشابہت رکھتا تھا۔

لہ حاشیہ ؟

حارث بن نوفل : حضرت عمرؓ نے مکہ کی گورنری پر تعینات فرمایا۔ آخر میں بصرہ چلے گئے۔ آپ کی جلالتِ شان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر یزیدؒ کے مرنے کے بعد بصرہ کے لوگ انہیں اپنا امیر بنانا چاہتے تھے۔ ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

۲۔ **عبداللہؓ بن حارث :** حیاتِ نبویؐ میں انتقال فرمایا۔ نبی علیہ السلام نے سعید کے خطاب سے مفتخر فرمایا تھا۔

۳۔ **ربیعہؓ بن حارث :** یہ وہی ربیعہ ہیں جن کا نام حجۃ الوداع کے خطبہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج ربیعہ بن حارث کا مطالبہ خون معاف کرتا ہوں۔ ربیعہ کے ایک بیٹے کو عالم شیر خوارگی میں دشمنوں نے شہید کر دیا تھا۔ یہاں اہم ترین قابل غور نکتہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے بحیثیت ولی الدم کے یہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ سب اصحاب عترتِ رسولؐ میں سے تھے۔ ۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث دمشق منتقل ہو گئے تھے۔ اور وہیں اپنا مکان بنا لیا تھا۔ وفات کے وقت خلیفہ وقت یعنی امیر یزیدؒ کو بلا کر اپنا وصی مقرر کیا۔ اور امیر نے اس وصیت کو قبول کیا۔ (البدایہ ۸/۲۲۴، الاستیعاب جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۶۷)

۴۔ **ابوسفیان مغیرہ بن الحارث :** نبی علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے بھی حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء میں سے تھے۔ جنگ حنین کے موقع پر نبی علیہ السلام کے خچر کی باگ آپ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ایک لمحہ بھی رکابِ نبویؐ سے الگ نہ ہوئے۔ نبی علیہ السلام کی وفات پر بڑا پُر درد مرثیہ کہا :

ارقت فبات لیلی لا یزال ــــــ و لیل اخی المصیبۃ فیہ طول

میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی ہاں مصیبت زدہ کی رات لمبی ہوتی ہے۔

فاسعدنی البکاء وذالک مما

اصیب المسلمون بہ قلیل

میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو اس مصیبت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو مسلمانوں کو پہنچی ہے

لقد عظمت مصیبتنا وجلت

عشیۃ قیل قد قبض الرسول

اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ کہنے لگے کہ رسول اللہ چلے گئے

یہ مرثیہ بڑا طویل ہے جس کے آخری شعر کا ترجمہ ہے :

"(اے سفیان) تیرے باپ (یعنی نبی علیہ السلام) کی قبر ہر قبر کی سیّد ہے اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار خدا کا رسولؐ آسودہ ہے۔"

نبی علیہ السلام نے آپ کے متعلق متعدد ارشاد فرمائے :

ابوسفیان بن الحارث من شاب اھل الجنۃ	ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔
سید فتیان اھل الجنۃ	ابوسفیان بہادرانِ بہشتی کا سردار ہے
ابوسفیان خیر اھلی	ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے
ابوسفیان من خیر اھلی	ابوسفیان میرے اچھے اہل میں سے ہے۔

یہ کلمات بھی نبی علیہ السلام نے آپ کی شان میں فرمائے تھے کل الصید فی جوف الفرا اردو میں اس کا مفہوم یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ (الاستیعاب)

سیّدنا معاویہؓ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین ج۲)

اور لطف یہ ہے کہ ان سب کی اولاد جاری ہے۔

۳- سیّدنا عباسؓ

سیّدنا عباسؓ

فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمٰن، عون، حارث، تمام، کثیر، ام حبیب

اُم کلثوم

حسن، حسین، محمد

عباسؓ : نبی علیہ السلام آپ کی نہایت عزّت وحرمت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے ہذا عمی وصنوابی یہ میرے چچا ہیں اور باپ کے برابر ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔ غزوہ حنین میں ابوسفیانؓ بن حارث اور آپ برابر ملتزم رکاب نبی علیہ السلام رہے۔ آج ابوطالب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے نبی علیہ السلام کا برابر ساتھ دیا۔ مگر ان لوگوں کی نظروں سے یہ حقیقت کس طرح اوجھل ہو سکتی ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں باوجود اس بات کے کہ عباسؓ ابھی اسلام نہیں لائے تھے نبی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔

۱- **فضل بن عباس :** غزوۂ حنین میں شریک تھے۔ نبی علیہ السلام کے غسل میں شامل تھے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ آپ کی بیٹی اُم کلثومؓ کا پہلا نکاح سیدنا حسنؓ سے ہوا اور دوسرا ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ ہوا۔

۲- **عبداللہ بن عباس :** حبرامت اور ربّی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللّٰھم علمہ الحکمۃ وتاویل القرآن ایک حدیث میں دعا کے الفاظ اس طرح ہیں اللّٰھم بارك فیہ وانشر منہ واجعلہ من عبادك الصالحین

مسروق کے قول کے مطابق سب سے حسین سب سے فصیح اور سب سے بڑھ کر عالم تھے۔

حضرت علیؓ نے حاکم بصرہ مقرر کیا۔ جمل وصفین میں معہ بیٹوں کے علیؓ کے ساتھ تھے۔ حاکم بصرہ بھی رہے۔ آخری عمر میں آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

علوم شعر ونساب اور ایّام عرب، وقائع عرب، حدیث، فقہ اور تفسیر میں امام تھے خلفائے عباسیہ آپ کی اولاد میں سے تھے۔ ڈیڑھ ہزار سے حدیثوں کے راوی ہیں۔ (کتاب الفصل جلد ۴- ابن حزم ص۱۳۸)

۳- **عبیداللہ-** سیدنا علیؓ نے حاکم یمن بنایا۔ دوبار امیر حج کے فرائض انجام دیئے۔ اجود الناس مشہور تھے۔

۴- **معبد :** ۳۵ ہجری میں بعہد خلافت عثمانی افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

۵- **قثم :** عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ میں عبداللہ اور قثم کھیل رہے تھے کہ نبی علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اور ہمارے لئے دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں حاکم مکہ رہے۔ سعید بن عثمان کے ساتھ سمرقند کے جہاد میں شہید ہوئے۔ سب سے آخر میں نبی علیہ السلام سے یہی الگ ہوئے تھے۔

۶- **کثیر :** فقیہ، ذکی اور فاضل تھے۔

۷- **تمام :** بڑے بہادر اور حملہ آور تھے۔ حاکم مدینہ رہے۔ اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

۸- **عبدالرحمٰن :** اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹- **اُم حبیب :** کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہؓ کے بھائی اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا۔

۴۔ سیّد الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ

سیّدنا حمزہ رضؓ
- اُمّ الفضل
- امامہ
- عمارہ
  - حمزہ
- یعلیٰ

سیّدنا حمزہ رضؓ : نبی علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے امیر المومنین اور اسد اللہ و رسولہ اور شہید اعظم کے القاب سے ملقب تھے اور احد کی جنگ میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سیّدنا امامہ رضؓ کے حق حضانت کی بابت زید اور جعفر طیار رضؓ اور علی رضؓ نے اپنے اپنے دلائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے نبی علیہ السلام نے جعفر کے حق میں فیصلہ دیا۔

امامہ رضؓ کا نکاح ام المومنین ام سلمہ رضؓ کے فرزند سلمہ کے ساتھ ہوا۔ گویا امّ حبیب بنت عباس ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضؓ کے بھائی کے نکاح میں اور امامہ بنت حمزہ آپ کے نکاح میں آئیں۔

ذرا غور کیجئے۔ ان امہات المومنین رضؓ کے حق میں جو بدباطن اور بے حیا لوگ بکواس کرتے ہیں ان کا مقام نبی علیہ السلام کے حضور میں کتنا بلند تھا کہ آپ اپنی بہنوں کے نکاح ان کے بھائیوں اور بیٹیوں سے فرما رہے ہیں۔

۵۔ عماتُ النبیؐ

اُمّ حکیم رضؓ : عبداللہ، ابوطالب اور زبیر کی حقیقی بہن تھیں ان کا بیٹا عامر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا۔ عامر کا بیٹا عبداللہ سیدنا عثمان رضؓ

کے زمانہ میں خراسان کا گورنر تھا۔ بیٹی کا نام اروی تھا۔ جو سیّدنا عثمان رضؓ کی والدہ تھیں۔ اس نسبت سے سیّدنا عثمان رضؓ نبی علیہ السلام کے بھانجے تھے۔
(زرقانی الاستیعاب)

۶۔ عمیمہ

عمیمہ
- اُمّ المومنین زینب
- اُمّ حبیبہ
- حمنہ
- عبداللہ

اُمّ المومنین سیدہ زینب رضؓ کا پہلا نکاح زید رضؓ سے ہوا۔ زید آزاد کردہ غلام تھے۔ طلاق ہو جانے پر نبی علیہ السلام نے نکاح فرمایا۔ ان کا ذکر قرآنِ مجید میں موجود ہے۔

اُمّ حبیبہ : عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح میں تھیں۔

حمنہ : پہلا نکاح مصعب بن عمیر سے دوسرا نکاح طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا۔ محمد اور عمران دو بیٹے تھے۔

عبداللہ : جنگ اُحد میں شہید ہو کر اپنے ماموں حمزہ رضؓ سیّد الشہداء کے ساتھ مدفون ہوئے۔

۷۔ عاتکہ : بمعنی طاہرہ : انہوں نے جنگِ بدر سے پہلے خواب دیکھا کہ ایک سوار نے کوہ بوقبیس سے ایک پتھر پھینکا۔ جو رکن کعبہ پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور بنو زہرہ کے علاوہ اس کا کوئی ٹکڑا کسی نہ کسی کے گھر میں جا گرا۔ جنگ بدر میں بنو زہرہ شامل نہ تھے۔ اس خواب پر کفار نے خوب ہنسی اڑائی۔ مگر بدر کے واقعہ نے ان کی ہنسی کی مٹی پلید کر دی۔

۸۔ صفیہ : سیدنا حمزہ رضؓ کی سگی بہن تھیں۔ پہلا نکاح حارث بن

حرب اور دوسرا عوام بن خویلد سے ہوا۔ جو اُم المومنین خدیجہؓ کے بھائی تھے۔

صفیہؓ

زبیرؓ — سائبؓ

۱۔ زبیر کا نام اپنے باپ کے وہی زبیر کے نام پر رکھا۔ زبیر کے حالات گذشتہ سطور میں بیان ہو چکے ہیں۔ زبیر بن عوام نبی علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی اور اُم المومنین صدیقۂ کائناتؓ کے بہنوئی تھے۔ یعنی اسماء بنت صدیق اکبرؓ زبیرؓ کے نکاح میں تھیں اس رشتہ سے زبیرؓ نبی علیہ السلام کے ہم زلف بھی تھے۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عبداللہ بن زبیر بڑے شجاع اور بڑے عابد تھے۔ آپ نے ہی سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔

۲۔ سائبؓ بدر و خندق اور جنگ عمام میں شامل تھے۔ حضرت صفیہ نے جنگِ خندق میں ایک یہودی کو قتل کیا۔ سیدنا حمزہ کی مثلہ شدہ لاش پر چند منٹ خاموش کھڑی رہ کر واپس لوٹ گئیں۔ زبیر بن عبدالمطلب کے مرنے پر ایک بڑا پُر درد مرثیہ کہا تھا۔

۹۔ برّہ: بیٹے کا نام ابو سلمہ عبداللہ تھا جو اُم المومنینؓ اُم سلمہؓ کے پہلے شوہر تھے ابو سلمہ کا اسلام لانے والوں میں گیارہواں نمبر ہے۔ امامہ بنت حمزہ آپ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں۔

۱۰۔ اروی: نبی علیہ السلام کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ ان کے بیٹے نے ماں کو اپنے مسلمان ہونے کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا تیرے لئے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حقدار ہے۔ بخدا اگر عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم ان کا بچاؤ کرتیں۔ نبی علیہ السلام کی توصیف میں آپ کے چند شعر بھی منقول ہیں۔

۱۱۔ عبد مناف (ابو طالب): ابو طالب کے متعلق یہ بات تواتر کی حد تک صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ آخر تک کفر پر قائم رہا۔ زبیر کے مرنے کے بعد خاندان کا سردار ہوا۔ مؤلف شرح ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق نہایت غریب تھا۔ ذریعۂ معاش کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ مگر ابو طالب چونکہ لنگڑا تھا اس لئے دور دراز ملکوں کا سفر کرنے سے معذور تھا (المعارف ابن قتیبہ ص ۲۵۲) گھر پر خوشبو وغیرہ بنا کر گذارہ کرتا تھا۔ اس کی مفلسی کی وجہ سے جعفر کی تربیت سیدنا عباسؓ نے اپنے ذمہ لے لی۔ اور سیدنا علیؓ کی کفالت کا بوجھ نبی علیہ السلام نے اٹھایا۔

مقاتل الطالبین کی روایت کے مطابق طالب کی پرورش سیدنا عباس نے کی۔ سیدنا جعفر کی پرورش سیدنا حمزہ نے کی اور سیدنا علی کی پرورش حضور نبی علیہ السلام نے فرمائی۔ یہاں ابو طالب کے تفصیلی حالات لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ارباب انصاف سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو شخص اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت سے بھی معذور ہو وہ یتیم بھتیجے کا کفیل کیسے ہو سکتا تھا۔ کیا عبدالمطلب جیسے مدبر، فہیم اور عقلمند آدمی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں اپنے بعد وصی زبیر کو کر رہا ہوں جو شجاع ہے جواد ہے، جوانمرد ہے۔ دولت مند ہے اور اُسے چھوڑ کر یتیم پوتے کو ایک مفلس اور قلاش بیٹے کے سپرد کر رہا ہوں۔ اگر زندگی میں ابو طالب نے نبی علیہ السلام کا ساتھ دیا تو وہ نسلی عصبیت کی بنا پر تھا نہ کہ کسی محبت کی بنا پر۔ محبت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اُمّ ہانی کا رشتہ طلب کیا تو ابو طالب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ شریفوں کا رشتہ شرفا سے ہوتا ہے اور ام ہانی کا نکاح ہبیرہ کافر سے کر دیا۔ جو موذی رسول پارٹی کا سرغنہ تھا۔ بحالت کفر فی النار ہوا۔ تاریخ کے اس فقرہ پر خود غور کر کے اس کا تجزیہ کر لیجئے کہ شریفوں کا رشتہ شرفا سے ہوتا ہے یعنی سگے بھتیجے کے مقابلہ میں دوسرے خاندان کے ایک فرد کو بیٹی دے دی اور اس کے مقابلہ میں اس بھتیجے کو شریف کبھی نہ سمجھا۔ جو تمام قوم میں امین اور صادق کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ پھر اس

بھتیجے کا کفیل ابوطالب کو سمجھنا کتنی بڑی جہالت ہے۔

عبدمناف (ابوطالب) کی اولاد

طالب
بدر میں کفار کے ہمراہ تھا بموجب بعض روایات بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا ابوطالب کی مفلسی کی وجہ سے طالب و سیدنا عباس نے پالا (مقاتل الطالبین صفحہ ۲۶ سطر ۸)

عقیل
کنیت ابویزید تھی

جعفر
سیدنا حمزہ نے اپنی کفالت میں لے کر پرورش کی مقاتل الطالبین صفحہ ۲۶ سطر ۸

علی
بعثت نبوی کے وقت عمر تین سال تھی جیسا کہ کسی دوسرے مقام پر الفرج اصفہانی کے قول کو نقل کیا گیا ہے

ابوالفرج اصفہانی نے اُمِّ ہانی کا نام نہیں لکھا۔ صرف اس قدر لکھا ہے کہ چاروں بھائی ایک دوسرے سے دس دس سال چھوٹے تھے۔

سیدنا جعفرؓ سیدنا علیؓ سے دس سال بڑے تھے۔ ہجرت حبشہ میں مہاجرین کے قائد تھے۔ نجاشی کے سامنے صداقت اسلام پر جو تقریر کی تمام کتب سیر و مغازی میں موجود ہے۔ خیبر کے موقع پر واپس آئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر طیارؓ کے حبشہ سے واپس آنے کی (باب غزوہ موتہ بخاری) ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور طیار کہلائے۔ آپ کے متعلق ایک بار نبی علیہ السلام نے فرمایا اشبہت خلقی و خلقی۔ اے جعفر تم سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

جعفر طیارؓ بن ابوطالب

- **عبداللہ الجواد** — آپ نے امیر یزید کو فداک امی و ابی کہہ کر مخاطب کیا
- **عون** — مساور
- **محمد الاصغر**
- **حمید**
- **حسین**
- **عبداللہ اصغر**
- **محمد الاکبر** — ام کلثوم بنت زینب بنت علی کے شوہر
  - قاسم
  - عبداللہ

(اگلے صفحہ پر)

عبداللہ الجواد

- **اُمِّ محمد** — زوجہ امیر یزید
- **معاویہ**
  - صالح
  - علی
  - یزید
  - عبداللہ
  - حسن
- **علی الزینبی** — اسحق الاشرف، نسل کثیر باقی ہے
- **اسماعیل زاہد** — متوفی ۱۴۵ھ — محمد ادریس — ابراہیم — جعفر السید، نسل کثیر باقی ہے
- **اسحق**
  - محمد
  - جعفر
  - قاسم — انکی والدہ قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ کی بیٹی تھی۔ قاسم جعفر صادق کے نانا تھے
- **عدی مقتول کربلا**

قابلِ توجّہ:

سیدنا جعفر کی اولاد میں دو بزرگوں کے نام معاویہ اور ایک کا نام یزید تھا۔ یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کے لئے دیکھیے (مقاتل الطالبین ۲۶۹-۲۰۸-۱۴۰ - (عمدۃ الطالب ص۲۱)۔

جعفرؓ

عبداللہ

- معاویہ
- علی الزینبی
- اسماعیل
- اسحاق

انما سماہ معاویۃ لان معاویۃ ابن ابی سفیان طلب منہ ذلک فبذل لہ مائۃ درہم و قیل لہ الف الف۔
عمدۃ الطالب ص۲۱ سطر ۱۵ تا ۱۹

- عبداللہ
- محمد
- یزید
- علی
- صالح

عمدۃ الطالب ص۲۲

عبداللہ کا جنازہ ایک روایت کے مطابق سلیمان بن عبدالملک نے اپنے ایام خلافت میں پڑھایا۔ اور ابواء میں دفن کیا۔

اور دوسری روایت کے مطابق ٨٠ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفان نے پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئے عمدۃ الطالب ص ٢١

عبداللہ نے بقول مقاتل الطالبین صفحہ ١٦٩ ١٢٩ھ میں خروج کیا اور اپنے بھائی علی کو اصطخر کا، یزید کو شیراز کا، علی کو کرمان کا، صالح کو قم کا گورنر بنایا۔

مقاتل الطالبین صفحہ ١٦٧ سطر ٨ تا ١٠۔

عبداللہ کے باپ معاویہ کا نام اس کے باپ عبداللہ نے سیدنا معاویہؓ کے کہنے پر معاویہ رکھا تھا۔ عمدۃ الطالب ص ٢١/٢٢)

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے امیر یزیدؒ کو فرمایا۔ اہل مدینہ کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنا۔ امیر یزیدؒ نے دریافت کیا۔ ابا جان آپ کے دوست کون ہیں تو امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر۔ چنانچہ جب عبداللہ بن جعفر دمشق پہنچے۔ تو امیر یزید نے ان کے وظیفہ میں چار لاکھ کا اضافہ کر کے دس لاکھ کر دیا عبداللہ بن جعفر نے ان سے کہا۔ فداک ابی وامی وواللہ ما قلتھا لاحد قبلک

(انساب الاشراف بلاذری جلد ٤ صفحہ ٣)

میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم یہ الفاظ میں نے آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کہے۔ بلاذری آگے چل کر لکھتا ہے کہ امیر یزیدؒ کے کسی مشیر نے کہا کہ آپ عبداللہ بن جعفر کو اس قدر دے رہے ہیں تو امیر یزیدؒ نے فرمایا۔ ہاں میں اس قدر دے رہا ہوں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ اپنا مال تقسیم کر دیتے ہیں۔ انہیں دینا گویا اہل مدینہ کو دینا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب اس قدر مال لے کر روانہ ہوئے تو انہوں نے دو کوہانی اونٹوں کی لدی ہوئی قطار دیکھی۔ عبداللہ واپس لوٹے اور ان میں سے تین اونٹ طلب کئے۔ امیر یزیدؒ نے وہ تمام اونٹ جن کی تعداد چار سو تھی۔ سیدنا عبداللہ کو دینے کا حکم دے دیا۔ سیدنا عبداللہؓ امیر یزیدؒ کی فیاضی سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ برملا کہا کرتے تھے کیا تم مجھے ان ابن یزیدؒ بن معاویہؓ کے بارے

میں اچھی رائے رکھنے پر ملامت کرتے ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد ٨ صفحہ ٢٣٠)۔

سیدنا عبداللہ، سیدنا حسینؓ کے بہنوئی تھے۔ اور سیدنا حسینؓ کی مکہ سے روانگی کے وقت انہوں نے سیدہ زینب کو بھائی کے ساتھ جانے سے منع کیا مگر وہ نہ رکیں۔ تو آپ نے اپنا لڑکا علی ان سے لے لیا۔ اور انہیں طلاق دے دی۔ تاریخوں میں وہی لڑکا علی الزینبی کے نام سے مشہور ہوا۔

عبداللہ بن جعفر کے پوتے کا نام بھی عبداللہ تھا۔ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے۔ وستظھرا بباطنۃ السوء۔ (مقاتل الطالبین ص ١٦٢ سطر ٢)

عبداللہ بن معاویہ کے چار بھائی تھے۔ یزید۔ علی، صالح، حسن۔ جن کو عبداللہ نے اپنے خروج کے زمانہ میں اصطخر، شیراز اور کرمان کا عامل بنایا تھا۔

(مقاتل الطالبین ١٦٧ سطر ٩-١٠) ١٦٨)

ان کے صاحبزادے معاویہؓ امیر یزید کے عزیز دوست تھے (از علامہ الزرکلی ص ٢٣)

مدح یزید میں ان کا ایک شعر ہے ؎

اذا سرق الاخوان بالغیب ودھم

نسید اخوان الصفا یزید

لوگوں نے بغیر دیکھے ان لوگوں کی آپس کی محبت کو توڑ چھوڑ دیا۔ حالانکہ یزید تو اخوان الصفا یعنی صاحب صدق لوگوں کے سردار تھے۔

عقیلؓ بن ابوطالب

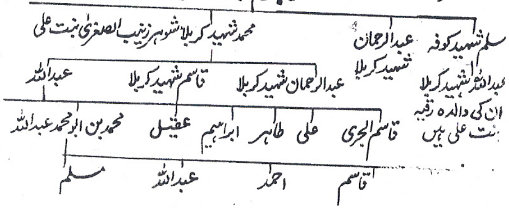

عقیلؓ[1] : جعفر سے دس سال بڑے تھے۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کو فرمایا تھا :

یا ابا یزید انی اُحبک حبین	اے ابو یزید میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا
حبا لقرابتک وحبا لما کنت	ہوں ایک تو نسبتِ قرابت دوم اس
اعلم من حب عمی ایاک	لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ تیرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ابو طالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا تھا (صحیح بخاری بروایت ترمذی باب غزوۃ الفتح)

سیدنا علی بیٹے ۱۵ - بیٹیاں ۱۷[2]

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۱- سیدہ فاطمہ	حسن حسین رضہ	زینب کلثوم
۲- ام البنین بنت حرام	عمر- عباس جعفر عبیداللہ عثمان (مقاتل الطالبین)	
۳- لیلیٰ بنت مسعود تمیمی	عبیداللہ ، ابوبکر	
۴- اسماء بنت عمیس	عون - یحییٰ	

[1] مولوی مقبول احمد اپنے مترجم قرآن کے حاشیہ پر قل لمن فی ایدیکم من الاسریٰ الخ کے تحت لکھتا ہے کہ یہ آیت عقیل، نوفل، ابن حارث اور عباس کی شان میں نازل ہوئی غزوہ بدر کے موقعہ پر جب آنحضرتؐ کو انکی گرفتاری کا علم ہوا تو علیؓ کو دریافت حال کیلئے بھیجا انہوں نے واپس آ کر انکی گرفتاری کے متعلق بیان کیا تو آنحضرتؐ خود تشریف لے گئے اور فرمایا ابو یزید (عقیل) ابو جہل تو مارا گیا عقیل نے جواب دیا اچھا ہوا۔۔۔ آخر میں لکھتا ہے کہ باقی مشرک تو فدیہ دیکر آزاد ہو گئے مگر عباس نوفل اور عقیل مسلمان ہو گئے (حاشیہ قرآن ترجمہ مقبول احمد ص ۳۶۶ ۳۶۹) ابو طالب کے افلاس کی وجہ سے انکی پرورش عباس نے کی (عقیل) علی سے دس سال بڑے تھے علیؓ کے عہد خلافت میں ان سے الگ ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھے (عمدۃ الطالب ص۱۵ کتاب منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ ص۱۲۳)

[2] شیعیت نے الا ان تنکحوا ازواجہ الخ الاحزاب۔ یعنی تم نہیں نکاح کر سکتے نبی کی بیویوں سے بعد اس کے ہمیشہ کیلئے وازواجہ امہاتہم اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ پھر جس صورت میں امتی عورتیں نبی سے نکاح میں آ کر امتی کے لئے حلال ہو گئیں تو رسول کی بیٹی امت کے لئے کیسے حلال ہو گی۔ ملاحظہ ہو ظہور الحسن کا خط مندرجہ بنات رسول ص۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ کیا علیؓ اُمتی نہیں تھے؟ اگر اُمتی تھے تو نبی نے ان کو بیٹی کیوں دی اور اگر امتی نہیں تھے تو انہوں نے اپنی ۱۷ بیٹیاں کن کو دیں؟ زیں شسست دشو خرتہ غفران لسخنے شود ؛؛

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۵- امامہ بنت ابوالعاص از بطن سیدہ زینبؓ	محمد- اوسط	
۶- خولہ بنت جعفر	محمد بن الحنفیہ	
۷- ام سعید بنت عروہ بن مسعود		
۸- ام حبیبہ بنت ربیعہ	عمر	
۹- ممیاۃ بنت امراء القیس		

سیدنا علی کے بیٹوں میں ایک کا نام ابوبکر دو کے نام عمر اور ایک کا نام عثمان تھا۔ (عمدۃ الطالب فی نسل ابی طالب)

دختران جواری : ام ہانی - میمونہ - زینب الصغریٰ - امۃ الصغریٰ - فاطمہ - امامہ - خدیجہ ام الکرام - ام سلمہ - جمانہ - نفیسہ - ام جعفر - (کتاب الطبری جزو السادس صفحہ ۸۹)

سیدنا حسنؓ

عام کتب تواریخ و سیر میں حضرات حسنینؓ کی عمریں حضور خاتم المعصومین کی رحلت کے وقت آٹھ سات یا چھ سال بیان کی جاتی ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں نے سیدنا حسنؓ کی ولادت کے متعلق اپنی تالیف حسنؓ بن علیؓ میں تفصیلی بحث کی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سیدنا علیؓ کا سیدہ فاطمہؓ سے نکاح کب ہوا۔

جنگ احد شوال ۳ ہجری میں ہوئی۔ انکحھا رسول اللہ علیا۔۔۔ بعد واقعۃ احد۔ (کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲)

یعنی حضور خاتم المعصومین نے حضرت سیدہ کا نکاح احد کے واقعہ کے بعد کیا۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔ یہ مزاوجت باسعادت پنجشنبہ ۲۱ ماہ محرم کو

ہوئی (جلاء العیون اردو جلد ا صفحہ ۱۶۶) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدہ کا نکاح ۲ ہجری ماہ محرم کے آخری عشرہ میں ہوا۔ اسی باقر مجلسی کے قول کے مطابق حضرت سیدہ رضی کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی، سیدنا حسن رضی، سیدنا حسین رضی اور سیدہ زینب رض درج ذیل روایت کے الفاظ پر غور فرمایئے۔

جب سیدنا علی رضی نے دختر ابوجہل سے نکاح کا ارادہ فرمایا اور حضرت سیدہ مغموم ہوئیں تو حضور خاتم المعصومین نے فرمایا: اے دختر گرامی اے فاطمہ اٹھو، جناب فاطمہ اٹھیں۔ جناب رسول خدا نے امام حسن رضی کو اور فاطمہ رضی نے امام حسین رضی کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کے مسجد میں تشریف لائے (جلاء العیون اردو ۲۱۷ سطر آخر صفحہ ۲۱۸ پہلی سطر)

ملا باقر کے اس قول سے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ام کلثوم رضی سب سے بڑی تھیں اس لئے ان کی انگلی پکڑی گئی۔ سیدنا حسن رضی ان سے چھوٹے تھے کہ حضور خاتم المعصومین نے انہیں اٹھایا اور سیدنا حسین رضی سب سے چھوٹے تھے اس لئے ماں نے اٹھایا۔

مشہور شیعہ نساب احمد بن علی حسین متوفی ۸۲۸ ہجری اپنی مایہ ناز تالیف عمدۃ الطالب میں لکھتا ہے ان الحسن بن علی ولد لثلاث من الهجرة وتوفی سنة اثنتین وخمسین وعمره ستة واربعون (عمدة الطالب صفحہ ۵۴ سطر ۱۱-۱۲)

یعنی سیدنا حسن ۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۲ ہجری میں ۴۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے اگر ۵۲ ہجری میں آپ کی عمر ۴۸ سال تھی تو ولادت ۴ ہجری میں ماننا پڑے گی۔

آگے چل کر لکھتا ہے: ولد الحسن بن علی بالمدینة قیل وقعة بدر بتسعة عشر یوما ومات بالمدینة سنة تسع واربعین من الهجرة۔

یعنی سیدنا حسن غزوہ بدر (۲ ہجری) سے ۱۹ دن پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۴۹ ہجری میں فوت ہوئے غرضیکہ اس نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ یعنی سیدنا حسن رضی کی پیدائش کی صحیح تاریخ کسی کو معلوم نہیں۔

مشہور شیعہ مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی قبل نبوت کعبہ کی تعمیر کے وقت پیدا ہوئیں (مقاتل الطالبین صفحہ ۴۸ سطر ۱۴)

سیدنا حسن رضی ۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۰ ہجری میں فوت ہوئے (مقاتل الطالبین ص ۴۹)

اگر ۵۰ ہجری میں ۴۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے تو آپ کی ولادت ۲ ہجری کو تسلیم کرنا پڑے گی۔

اب مشہور شیعہ مورخ ملا باقر مجلسی جس کے نام کے ساتھ خاتم المفسرین رئیس المحدثین حضرت علامہ کے سابقے اور علیہ الرحمۃ والرضوان کے لاحقے ہیں سیدنا حسین رضی کے متعلق لکھتا ہے۔

وفات کے وقت سیدنا حسین رضی کی عمر ۴۵-۴۶-۴۷ یا ۴۸ سال تھی۔

(جلاء العیون اردو جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ آخری سطر ۲۰۸ پہلی سطر)

اور یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ سیدنا حسین رضی کی شہادت ۶۱ ہجری میں ہوئی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۵ سال تھی تو ولادت ۱۶ ہجری کو ہوئی۔ اگر عمر ۴۶ سال تھی تو ولادت ۱۵ ہجری کو ہوئی۔ علی ہذا القیاس اگر عمر ۴۸ سال تھی تو ولادت ۱۳ ہجری کو ہوئی۔ بہر حال یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ اسی جلاء العیون میں مرقوم ہے۔ کہ حسین رضی (ران چپ) فاطمہ رضی سے پیدا ہوئے (صفحہ ۳۰۹ سطر ۲۳) شیعہ مذہب کی کتب سے اس قسم کے متضاد اور متناقض واقعات پیش کرنے کے لئے دفتروں کے دفتر درکار ہیں اس مقام پر بتانا صرف اس قدر مطلوب ہے کہ حضرات حسنین رضی کی عمریں حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت کیا تھیں۔ یہ فیصلہ بھی ہم ملا باقر مجلسی پر چھوڑتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

بسند معتبر امام رضا سے روایت کی ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی نے کہا کہ جب امام حسن رضی متولد ہوئے میں ان کی دایہ تھی۔ پس جناب رسول خدا تشریف لائے اور کہا اے اسماء! میرے فرزند کو لاؤ۔ امام حسن رضی کو میں جامہ زرد میں لپیٹ کر لائی ...... جب ساتواں دن گذرا۔ حضور نے دو ابلق گوسفند عقیقہ میں ذبح کئے اور اسماء بنت عمیس رضی کو ایک ران عطا فرمائی۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۴۷ جزو اول)

اس مقام پر ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ اسماء کون تھیں جنہیں سیدنا حسن رضی کی دایہ ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

سیدہ اسماءؓ، سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا جعفرؓ کی زوجہ تھیں۔ سیدنا جعفرؓ حضور خاتم المعصومین ؐ کے ارشاد کے مطابق مکہ سے ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے تھے۔ سیدنا جعفرؓ کے متعلق عمدۃ الطالب میں ہے :

وقد کان ھاجر الی الحبشۃ فیمن ھاجر الیھا ورجع منھا فوصل الی رسول اللہ صلوات اللہ وسلام علیہ یوم فتح خیبر فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما ادری بایھما اشد فرحا لفتح خیبر ام بقدوم جعفر (صفحہ ١٩ سطر ٣ تا ٥)

سیدنا جعفرؓ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ اور فتح خیبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے کی۔

اب ہم چند لمحات کے لئے شیعہ مذہب کی کتب سے ہٹ کر اہل سنت کی کتب کو سامنے لاتے ہیں :

امام ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ جب ہمارا قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں ہمیں جعفرؓ بن ابی طالب ملے۔ ہم ان کے پاس رہے۔ پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور حضور نبی اکرم ؐ کی خدمت میں فتح خیبر کے وقت حاضر ہوئے اسماءؓ بنت عمیسؓ

ؔ اسماء بنت عمیسؓ بڑی صاحب فراست اور نہایت حسین و جمیل اور زندہ دل صحابیہ تھیں۔ تین جلیل القدر صحابہؓ کے نکاح میں رہیں۔ سیدنا جعفرؓ کے متعلق وہ خود کہتی ہیں۔

ما رایت شابا اطھر من جعفر (العثمانیہ صفحہ ٩٥)

جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہو کر جعفر طیارؓ کہلائے۔ نجاشی کے سامنے جعفرؓ جس انداز سے اسلام پیش کیا تھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جعفرؓ سے آپ کی آٹھ اولادیں ہوئیں عبداللہ، عون، محمد الاکبر، محمد الاصغر، حمید، حسین، عبداللہ الاصغر، عبداللہ الاکبر وامھم اجمع اسماء بنت عمیس (عمدۃ الطالب صفحہ ١٩ سطر ٢٠-٢١) (باقی حاشیہ صفحہ ٩١ پر)

نہایت ساتھ تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مہمان ہو گئیں۔ (بخاری جلد ٣ صفحہ ٦٠٧) ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ بروز فتح خیبر جعفر کی واپسی پر حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ ان دو نعمتوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوں۔ فتح خیبر پر یا جعفر کی واپسی پر (حیات القلوب جلد ٢ صفحہ ٦٦٩)

حاشیہ بقیہ صفحہ ٩٠

سیدہ اسماءؓ نے جعفر طیارؓ کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ سے نکاح کیا۔ جبکہ سیدنا صدیقؓ آیہ کی عمر ٥٦ سال تھی۔ ان سے محمد نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جو قاتلین عثمانؓ میں شامل تھا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق سیدہ اسماءؓ کا قول ہے لا رایت شیخا افضل من ابی بکر (العثمانیہ صفحہ ٩٥) میں نے ابوبکرؓ سے افضل کوئی بوڑھا نہیں دیکھا۔ سیدنا ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد آپ سے سیدنا علیؓ نے ٢٨ سال کی عمر میں نکاح کیا۔ سیدنا علیؓ سے آپ کی چند اولادیں ہوئیں۔ سیدنا علیؓ نے ایک دن سیدہ اسماءؓ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کو آپس میں الجھتے دیکھ کر پوچھا تو آپ نے اپنے سابقہ خاوندوں کی تعریف کرنے کے بعد سیدنا علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ وانت اخسھم لفضلا ھذہ تضیتھا۔ ولم یبدو عن علی فی ذلک انکار (العثمانیہ صفحہ ٩٥) سیدنا علیؓ نے اس ریمارک پر انکار کیا نہ احتجاج کیا نہ تفریق کی اور نہ حیرانی کا اظہار۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ سیدہ عمیسؓ اپنی ذاتی خوبیوں اوصاف، حسن سیرت اور حسن صورت کی وجہ سے بہت بلند مقام اور درجہ رکھتی تھیں۔ ورنہ ٦٣ سالہ بوڑھے کی بیوہ ہونے کے بعد ٢٨ سالہ علیؓ جیسے صاحب اوصاف حمیدہ کا اس سے نکاح کرنا چہ معنی دارد ؟

ان تصریحات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حسنؓ کی ولادت
۷ ہجری کے آخر میں یا ۸ ہجری کے شروع ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اور جہاں موقع محل کے مطابق جس بات کی ضرورت محسوس
ہوئی، اس بات کو مناسبت کے لحاظ سے تراش لیا۔

بہرحال سیدنا حسنؓ کی ذاتِ والا صفات امت مرحومہ کے لئے آئینہ رحمت
تھی۔ آپ قاتلینِ عثمانؓ اور قاتلینِ علیؓ کا کردار دیکھ کر یہ اندازہ کر چکے تھے۔ کہ یہ لوگ حقیقت
میں مسلمان نہیں، بلکہ یہودیت، مجوسیت اور نصرانیت کے گٹھ جوڑ کا ملغوبہ ہیں جب
تک سیدنا امیر معاویہؓ جیسے عاقبت اندیش، مدبّر، منتظم، صاحب تدبّر و فراست
اور شناور سیاست کو تمام عالم اسلام کا خلیفہ تسلیم نہ کیا گیا یہ بدبخت گروہ امت
کو چین کا سانس نہیں لینے دے گا۔ گویا آپ کی نیک طینی اور ایمانی فراست نے
سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے امت کو ایک عظیم ابتلا سے ہی بلکہ گرداب
بلا سے بچا لیا۔

مشہور شیعہ مؤرخ اور نساب احمد بن علی بن حسین لکھتا ہے۔ وعن رسول
اللہ صلوٰۃ اللہ وسلام انہ قال لہ (حسنؓ) انبی ھذا سید ویصلح
اللہ بہ بین فیئتن عظمتین من المسلمین (عمدۃ الطالب صہ ۴۶ سطر ۱۱-۱۲)
فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ قابل
غور بات یہ ہے کہ ان میں سے مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ تھا اور مسلمانوں
کا دوسرا گروہ امیر معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ آپ کی زبان میں لکنت تھی، چنانچہ مشہور
شیعہ مؤرخ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے۔ وکان فی لسان الحسن بن علی
ثقل کالفافاۃ (مقاتل الطالبین صفحہ ۴۹ سطر ۱۳)
سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت بے حساب مال ملا تھا۔
اور اس کے بعد بھی سالانہ وظیفہ کے علاوہ بے حساب عطیات ملتے

رہتے تھے۔ ہر سال دونوں بھائی بلا ناغہ دمشق جاتے اور لدے پھندے واپس آتے۔
آپ نے بے حساب نکاح کئے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام حسن نے دو صد پچاس اور بروایت دیگر تین سو
عورتوں سے نکاح کئے (جلاء العیون جلد ۱ صہ ۳۷۴) اور جب امام حسنؓ نے
انتقال کیا۔ جمیع زناں آں حضرت جن کو آپ نے طلاق دی تھی۔ عقب جنازہ
پا برہنہ آئی تھیں (جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

ایک منصف مزاج مؤرخ جب آپ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہے
تو یوں نظر آتا ہے۔ کہ آپ وسیع المشرب، صلح کل، دوستوں کا دوست، دشمنوں کیلئے
شفیق امن پسند، صلح جو اور اپنے حال میں مست رہنے والا عظیم انسان ہے۔ وہ دنیوی
جھگڑوں سے بے نیاز، خود بھی امن چین سے زندگی گزارنے کا خواہاں اور دوسروں کو بھی امن
چین سے زندہ رہنا دیکھنا چاہتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ تمام زندگی اپنے آپ کو سیدنا علیؓ کی پالیسیوں سے
ہم آہنگ نہ کر سکے۔ سیدنا ذوالنورینؓ کے محصور ہونے کے وقت آپ
نے اپنے والد کو کہا۔ ابا جان آپ مدینہ سے باہر چلے جائیے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ
قتل عثمانؓ کے جرم میں آپ کو بھی شامل سمجھا جائے۔ سیدنا علیؓ نے جب
قاتلین عثمانؓ کی بیعت قبول فرمائی تب بھی سیدنا حسنؓ اپنے گرامی قدر والد سیدنا علیؓ
سے متفق نہ تھے۔ اور جب سیدنا علیؓ نے مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دار الحکومت
بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ اس وقت بھی آڑے آئے۔ بلکہ سیدنا علیؓ کے مدینہ
چھوڑنے کے چند روز مدینہ سے رخصت ہوئے۔

مگر افسوس کہ یہ محسن اسلام ۴۵ سال کی عمر میں اس دار الفنا سے دار البقا
کو سدھار گیا۔

یارانِ سرپل نے آپ کے وفات کو بھی ایک معمّہ بنا دیا ہے۔ شیعہ کہتے ہیں۔
کہ آپ کو آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے سیدنا امیر معاویہؓ کے ایما

سے زہر دے کر ہلاک کیا تھا تاریخ کا عظیم ترین کذب ہے۔

امیر معاویہؓ خوب جانتے تھے کہ سیدنا حسنؓ کا وجود سبائیت زدہ افراد کے سامنے ایک دیوار ہے۔ جب حسنؓ رخصت ہوئے تو گویا اس دیوار میں رخنہ پڑا۔ امیر المومنین امیر معاویہؓ کس طرح آپ کو زہر دلوا کر ایک فتنہ کا دروازہ کھولنا چاہتے تھے۔ اور پھر سیدنا حسنؓ معہ اپنے بھائی کے ہر سال دمشق کا سفر کرتے اور وہاں مہینوں قیام کرتے تھے۔ وہاں کیوں زہر نہیں دیا گیا۔ اور اگر جعدہ نے ہی زہر دیا تھا۔ تو وہ جعدہ بن ہبیرہ تھا جو آپ کا پھوپھی زاد اور بہنوئی تھا جس کا باپ ہبیرہ مخزومی رسول پاکؐ کا سرغنہ تھا۔ اور سیدنا علیؓ کے نام نہاد دورِ خلافت میں خراسان کا گورنر تھا۔ سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد جعدہ کی گورنری جاتی رہی۔ اس نے اس رنج کی وجہ سے زہر دیا ہوگا۔ اور یہ بات اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ قاتلین عثمانؓ جو سیدنا علیؓ کے پرچم تلے جمع تھے۔ سیدنا حسنؓ کے اقدام صلح سے دل برداشتہ اور رنجیدہ ہو کر آپ کو مذل المؤمنین کہنے۔ آپ پر حملہ آور ہو کر زخمی کرنے آپ کے کندھے سے چادر اور نیچے سے جائے نماز گھسیٹنے سے بھی باز نہ رہے۔

اوّل تو زہر خورانی کی داستان ہی واہی ہے چونکہ ۳۱۰ ہجری تک کی کسی کتاب میں زہر کا تذکرہ نہیں۔ سب سے پہلے یہ الہام مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا۔ مگر اس نے بھی مبہم انداز میں اس کا ذکر کیا۔ کسی راوی کا نام نہیں۔ کوئی سند نہیں کوئی حوالہ نہیں بلکہ کہا جاتا ہے کے کلمات سے زہر خورانی کی یہ داستان تراشی۔ بس پھر کیا تھا اس داستان واہی کے بال و پر نکلنے شروع ہو گئے۔

سیدنا حسن کی وفات کے متعلق

(۱) تاریخ الخمیس میں ہے مرض الحسین اربعین یومًا) چالیس روز بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲، صفحہ ۳۲۶)

(۲) دمیری مدت علالت ۲، ماہ بیان کرتا ہے۔ وہ ذیابیطس کا عارضہ بیان

کرتا ہے، جلد ۱ صفحہ ۷۶

(۳) مشہور شیعہ مورخ اور نساب احمد بن علی بن حسین متوفی ۸۲۸ ہجری لکھتا ہے کہ فبقی علیہ السلام مریضًا اربعین یومًا (عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۴۶ سطر ۱۲) سیدنا حسنؓ چالیس روز بیمار رہ کر فوت ہوئے۔

(۴) الاصابہ میں ہے۔ فلما مات (الحسن) وورد البرید بموتہ علی معاویہؓ فقال یا عجبًا عن الحسن شرب شربۃ من عسل یماء ورومۃ فقضی نحبہ (جزو اوّل معہ استیعاب صفحہ ۳۷۲ سطر ۶) جب سیدنا حسنؓ کی وفات ہوئی تو قاصد نے سیدنا معاویہؓ کو ان الفاظ میں خبر پہنچائی۔

بڑی حیرانی کی بات ہے کہ سیدنا حسنؓ نے بیئر رومہ کے پانی میں شہد ملا کر پیا اور انتقال کر گئے۔

(۵) مشہور مستشرق محقق لامن لکھتا ہے حرم کی زندگی بسر کرنے سے لاغر ہو گئے۔

(۶) دائرۃ المعارف اسلامیہ کے عربی نسخہ میں جو انتشارات جہاں تہران نے شائع کیا ہے۔ اس میں یہ کلمات ہیں۔

وتوفی الحسن فی المدینہ بذات الرئیہ ولعل افراطہ فی الملذات ھو الذی عجل بمیتہ۔

(صفحہ ۴۰۲ سطر ۲/۵ کالم ۲)

سیدنا حسن مدینہ میں پھیپھڑوں کی مرض سے یا کثرت جماع سے فوت ہوئے۔

(۷) مشہور محقق ڈیوایٹ ایم ڈونالڈسن لکھتا ہے۔
سیدنا حسنؓ کی وفات :۔

During his period of terement in Medina, there is little of actual achievement to relate. Muawiya paid his expenses and he continued his dissipation, in consequence of which he is said to have died of tuberculosis when he was about forty -five of age. Sm

Shi, ITE RELIGION PAGE 74 VOLVI, BY M. DONOLDSON

(سیدنا حسن رضؓ مدینہ میں خانہ نشینی کے دوران کم کامیابی حاصل کر سکے۔ جیسے بیان کیا جاسکے سیدنا معاویہؓ ان کے اخراجات ادا کرتے رہے سیدنا حسن رضؓ نے اپنی عیاشی جاری رکھی جس کے نتیجہ میں ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تپ دق سے ۴۵ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

DISSIPATION) کے انگلش مترادفات :-

SCATTERING, WASTEFUL, VICIOUS LIVING

اردو میں ان کے معنی، پھیلاؤ، انتشار، پراگندگی، اسراف، فضول خرچی، پریشان خیالی، پراگندہ دلی، عیاشی، اوباشی، بدچلنی وغیرہ کے ہیں۔

(۸) دائرۃ المعارف شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی میں مرقوم ہے۔

الاصابہ اور اخبار الطوال کے مطابق حسن کی موت زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ (زیر عنوان حسن بن علی صفحہ ۲۵۵ کالم ۱ سطر ۲۸ تا ۳۰)

میں کہتا ہوں :-

سیدنا حسن رضؓ کی وفات کے متعلق یہ جس قدر اقوال آپ کی نظروں سے گزرے ہیں۔ ان سب کے پس منظر کی تان ان شیعہ تالیفات کی صدائے بازگشت ہے جو ان لوگوں نے اپنے مزعومہ آئمہ سے روا رکھیں۔ سیدنا حسن رضؓ عالم اسلام کے ایک جلیل القدر محسن اسلام تھے۔ سیدنا معاویہؓ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ بچپن میں اپنی والدہ کے دودھ سے محروم رہے چونکہ سیدنا حسین رضؓ آپ سے کم بیش ایک سال چھوٹے تھے

گھریلو حالات چنداں خوش گوار نہ تھے، ہوش سنبھالا۔ تو والدہ چل نکلیں، جوانی کے چند دن آرام سے گزرے مگر محبوب سسر سیدنا ذو النورین کی شہادت نے ان کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اس کے بعد مدینہ سے کوفہ کا سفر، جمل وصفین کے معرکے، سیدنا علی رضؓ کی شہادت، ساتھیوں کی بے وفائیاں اور ان سب کے ساتھ کثرت ازدواج کی روایات اگر صحیح ہیں تو صحت پر اثر لازمی ہے، ان سب واردات نے آپ کے قلب صافی پر اثر کر کے آپ کی صحت پر بُرا اثر ڈالا۔ آپ کی جسمانی کمزوری کو کسی نے کثرت جماع کی وجہ سمجھا، کسی نے تپ دق گردانا اور کسی نے ذیابیطس کہا، اور یاران طریقت نے زہر خوانی کہہ کر اپنے بغض باطن کا ثبوت دیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ آپ طویل عرصہ صاحب فراش رہنے کے بعد عالم عقبیٰ کو سدھار گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سیدنا حسین رضؓ

سیدنا حسن رضؓ کی ولادت کے متعلق یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچ گئی کہ آپ غزوۂ خیبر کے بعد ۷ ہجری کے آخر یا ۸ ہجری کے شروع میں پیدا ہوئے تھے، تو لامحالہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حسین رضؓ کی ولادت ۸ ہجری کے آخر یا ۹ ہجری کے شروع میں ہوئی، حقائق کے مقابلہ میں اٹکل پچو ڑٹلیات کی تشہیر اور ڈھنڈیا بے معنی سی باتیں ہیں، یہ بات مسلمات کا درجہ رکھتی ہے کہ سیدنا عباس رضؓ یعنی حضور خاتم المعصومینؐ کے چچا فتح مکہ کے بعد مدینہ تشریف لائے تھے، خوش عقیدگی اور خوش فہمی کی بنا پر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ فتح مکہ سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے۔ تو اس کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، البتہ فتح مکہ سے چند روز پہلے تسلیم کر لیا جائے تو اس کے شواہد البتہ مل سکتے ہیں۔

مگر آپ کی زوجہ سیدہ ام الفضل رضؓ کا مدینہ میں پہنچنا فتح مکہ سے پہلے کسی صورت

ہیں صحیح نہیں۔ یہی سیدہ ام الفضلؓ سیدنا حسینؓ کی دایہ تھیں چنانچہ سیدہ ام الفضلؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے رات کو ایک بہت برا خواب دیکھا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہارا خواب بہت اچھا ہے، فاطمہؓ کے یہاں لڑکا ہوگا اور اللہ تعالے نے چاہا تو وہ تیری گود میں رہے گا، چناں چہ جب (سیدہ) فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے تو آپ کی بتائی ہوئی تعبیر کے مطابق وہ میری گود میں ڈالا گیا (مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۲، طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۵۶)

سیدہ ام عمیسؓ اور سیدہ ام الفضلؓ کی ان روایات نے حضرات حسنینؓ کی ولادت کی صحیح تاریخوں کا عقدہ حل کر دیا ہے، سیرت اور تواریخ کی کتب کا بغور مطالعہ کرنے سے سیدنا حسینؓ کی زندگی کے چھ دور سامنے آتے ہیں۔

پہلا دور حضور خاتم المعصومین کی زندگی کا دور جو آپ نے اڑھائی تین سال اپنے شفیق اور رحیم نانا اور اپنی والدہ کی گود میں کھیلتے گزارا۔

دوسرا دور سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد سیدہ امامہؓ بنت سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہؐ نے آپ کی تربیت کی جو ایک رشتہ سے آپ کی خالہ زاد اور دوسرے رشتہ سے سوتیلی والدہ تھیں۔ سیدہ امامہؓ سے سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق نکاح کیا تھا۔

تیسرا دور خلفائے راشدین، حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور سیدنا ذوالنورینؓ کی خلافتوں کا دور جس میں دونوں بھائی خراسان کے جہاد میں شامل ہوئے۔ اور سیدنا عبداللہ بن سرح کی سالاری میں افریقہ کے جہاد میں شامل ہوئے۔ افریقہ کے جہاد میں آپ کے علاوہ سیدنا ابن زبیرؓ، سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا فضل بن

عباس بھی شامل تھے

چوتھا دور سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کا دور جس میں آپ اپنے گرامی قدر والد کی مشکلات میں برابر کے شریک رہے۔

پانچواں دور سیدنا معاویہؓ کی خلافت کا دور، جس میں آپ کو وظائف اور انعامات کے طور پر بے حساب مال ملتا رہا۔ سیدنا حسنؓ کے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ بیعت خلافت کے بعد آپ کو کوفیوں نے بہکانا شروع کر دیا تو آپ نے فرمایا ہم بیعت کر چکے ہیں، اور قول دے چکے ہیں۔ اب بیعت توڑی نہیں جا سکتا۔
(اخبار الطوال اردو، جلد ۲ صفحہ ۹۸ (۳۰۹) (مقتل حسین اردو صفحہ نمبر ۷، سطر ۶، ۷)

بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ نے فرمایا، معاویہؓ کی زندگی تک انتظار کرو پھر دیکھا جائے گا۔ مگر یہ روایت بوجوہ محل نظر ہے۔ سیدنا حسنؓ ۴۹ ہجری میں فوت ہو گئے اور جہاد قسطنطنیہ ۴۹ ہجری میں آپ امیر یزیدؒ کی سالاری میں موجود تھے قسطنطنیہ پر سب سے بڑے حملے میں سیدنا ابن زبیرؓ سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا ابن عمرؓ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ اور متعدد صحابہؓ کی جماعت موجود تھی [1]

چھٹا دور سیدنا امیر معاویہؓ کے بعد امیر یزید خلیفہ بنے اور سیدنا حسینؓ مدینہ کے گورنر کی طلبی پر یہ کہہ کر رخصت ہو سکے صبح مجمع عام میں بیعت کروں گا، مگر رات کو مدینہ سے عازم مکہ ہو گئے مکہ پہنچے تو لگے مشہور شیعہ مورخ ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ ہجری کی زبانی سنیئے۔

---

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لہم (بخاری) باب قیل فی قتال الروم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے جو لوگ سب سے پہلے قیصر کے پایۂ تخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں اس لشکر کا سردار امیر یزیدؒ بن امیر معاویہؓ تھا۔
بخاری میں ہے ابو ایوب صاحب رسول اللہؐ فی غزوة التی توفی فیہا و یزید بن معاویہؓ علیہم بارض الروم (بخاری پانچواں پارہ باب صلوۃ النوافل حدیث ۱۱۰۹) حضور اکرمؐ کے صحابی ابی ایوب نے اس جنگ میں وفات پائی اور اسوقت یزیدؒ بن معاویہؓ ان کا حاکم تھا۔

لما بلغ اھل الکوفۃ نزول الحسین مکۃ وانہ لم یبایع لیزید وفد الیہ وفد منھم علیھم ابوعبداللہ الجدلی و کتب الیہ شبث بن ربعی وسلمان بن صرد والمسیب ابن نجیہ و وجوہ اھل الکوفۃ یدعونہ الی بیعتہ وخلع یزید۔ مقاتل الطالبین صفحہ ۹۵ آخری سطور وصفحہ ۹۶ پہلی سطر

کوفہ کا وفد مکہ میں حسینؓ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی۔ ابو عبداللہ وفد کا قائد تھا۔ اور یہ وفد شبث بن ربعی، سلیمان بن صرد اور مسیب نے بھیجا تھا۔ اراکین وفد نے کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے۔ اور آپ کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔

یعنی کوفہ کے یہ لوگ امیر یزید کی بیعت کر چکے تھے اور اب بیعت توڑ کر سیدنا حسینؓ کو بلا رہے ہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ آیا سیدنا حسینؓ بھی یزید کی بیعت کر چکے تھے یا نہیں۔

(۱) ۵۱، ۵۲، ۵۳ ہجری میں امیر یزید امیر الحج تھے اور سیدنا حسینؓ بر حج کے دوران یقیناً امیر یزید کے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہے ہونگے۔

(۲) تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث مغفورٌ کے مصداق لشکر میں جہاں سیدنا ابوایوب انصاریؓ، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ ان کے ساتھ سیدنا حسینؓ بھی موجود تھے۔

(۳) سیدنا حسینؓ سیدنا حسنؓ کی بیعت میں تھے۔ جب سیدنا حسنؓ نے امیر المومنین امیر معاویہؓ کی بیعت کی تو اس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ سیدنا حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تمام لوگوں نے بالواسطہ امیر المومنین امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ رینہارٹ ڈوزی لکھتا ہے۔

Extract from Spanish Islam

BY: REINHART DOZY

" Posterity-ever prone to vax sentimental over the fate of unsuccessful pretenders. and often unmindful of justice. national peace and horrors of a civil war that is not checked at the outset-has regarded HUSAIN as the victim of an atrocious crime. Persian fancticism has completed the picture: It has delineated a saint, in the place of a more adventurer harried to destruction by strange mental aberration and almost insance ambition. The great majority of his contemporaries viewed HUSAIN in a very different light: they looked upon him as a man forsowrn and guilty of high treason seeing that he had taken on oath of fealty to YASID IN MUAWAYA'S LIFE TIME and could not make good his right or title to the Kilehate"

"English Translation page 47"

اخلاف کا نمونہ یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامیوں پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات انصاف، قومی امن اور خانہ جنگیوں کے ہولناک اثرات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو ابتدا میں نہ روک دی گئی ہوں یہی کیفیت اخلاف کی حسینؓ کے متعلق ہے۔ جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خد و خال بھرے۔ (سیدنا حسینؓ کو ایک معمولی قسمت آزما کے جو انوکھی لغزش اور خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیزی سے رواں دواں ہوئی ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصوروار خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے (سیدنا) معاویہؓ کی زندگی میں (امیر) یزیدؒ کی ولیعہدی کی بیعت کر لی تھی۔ اور اپنے حق دعویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکتے تھے۔

یہ تبصرہ ایک غیر جانبدار مستشرق محقق کا ہے جو واقعات کو تاریخی انداز میں بیان کرتا ہے اسے اسلام کے کسی فرقہ سے عقیدت ہے نہ کدورت۔

چھٹا دور مدینہ میں جب سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات اور امیر یزیدؒ کی بیعت کی خبر پہنچی تو گورنر مدینہ نے اشراف مدینہ کو بلا کر امیر یزیدؒ کی بیعت کرنے کے لئے کہا۔ تمام اہل مدینہ نے خوشی بیعت کر لی مگر سیدنا حسینؓ رات کو مدینے سے عازم مکہ ہو گئے۔ مدینہ کے گورنر نے ان کے اس فعل کو ناتجربہ کارانہ حرکت سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ مکہ میں آپ کا قیام چار ماہ اور چند دن رہا۔ نہ حکومت کے کسی کارندے نے آپ کو چھیڑا اور نہ آپ نے یزید کے خلاف کچھ کہا۔ آپ کے قیام مکہ کے دوران کوفیوں کے وفود اور خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ گورنر مکہ یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور نظر انداز کرتا رہا۔ آپ نے دریافت حالات کے لئے کوفہ میں اپنے چچازاد مسلم بن عقیلؒ کو بھیجا وہاں سے بڑی حوصلہ افزا اطلاعات اور خبریں آئیں۔ اور آپ نے کوفہ کے سفر کا ارادہ پختہ کر لیا جب آپ کے اس ارادہ سے اکابرین مکہ اور ہاشمی سادات باخبر ہوئے تو ہر ایک نے اپنی ہمت کے مطابق

آپ کو کوفہ کے سفر سے روکا چنانچہ مشہور شیعہ مؤرخ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے۔

(۱) وجاء به عبد الله بن عباس وقد اجمع رايه على الخروج
(لفظ خروج پر اکثر کم علم لوگ اعتراض کرتے ہیں)
وحققه فجعل يناشده في المقام ويعظم عليه القول في ذم اهل الكوفة وقال له انك تاتي قوم قتلوا اباك
(لفظ قتل پر غور کیجئے اس لفظ پر بھی اکثر جہلا اعتراض کرتے ہیں) اباك
وطعنوا اخاك وما اراهم الا خاذليك، فقال له هذه كتبهم معى وهذا كتاب مسلم باجتماعهم. فقال له ابن عباس اما اذا كنت لابد فاعلا فلا تخرج احدا من ولدك ولا حرمك ولا نسائك فخليق ان تقتل وهم ينظرون اليك كما قتل ابن عفان فابى ذلك فلم يقبله (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۰۹ سطور ۷ تا ۱۲)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو جب سیدنا حسینؓ کے خروج کا علم ہوا تو آپ سیدنا حسینؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اہل کوفہ کی برائیاں بیان کیں۔ اور کہا۔ ان لوگوں نے تیرے باپ کو قتل کیا اور تیرے بھائی کو ذلیل کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تجھے بھی ذلیل کریں گے۔ سیدنا حسینؓ نے یہ باتیں سن کر کوفیوں کے خطوط پیش کئے۔ اور کوفیوں کی جمعیت سے متعلق مسلمؒ کا خط بھی دکھایا۔ سیدنا ابن عباسؓ نے (جب سیدنا حسینؓ پر اپنی کسی بات کا اثر نہ دیکھا تو) کہا۔ اگر ضرور تم کوفے کے سفر کا ارادہ کر چکے ہو تو اپنے لڑکے، اپنی بیویاں اور دیگر عورتوں میں سے کسی کو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم قتل ہو جاؤ۔ اور تمہارے قتل ہونے کا منظر تمہاری عورتیں دیکھیں جس طرح سیدنا عثمانؓ کے قتل کا منظر (ان کی عورتوں) نے دیکھا تھا مگر سیدنا حسینؓ نے انکار کر دیا اور کوئی نصیحت قبول نہ کی۔

ابوالفرج اصفہانی آگے چل کر لکھتا ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے یہاں تک فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مجھے یقین ہو جائے کہ تم اپنے اس ارادہ سے رک جاؤ گے تو میں

تمہارے کپڑے اور بال پکڑ لیتا یہاں تک کہ لوگ جمع ہو کر یہ منظر دیکھتے۔

مشہور شیعہ مؤرخ طبری، ابی مخنف کی روایت سے بیان کرتا ہے کہ

لما خرج الحسین من مکۃ الخ جب حسینؓ مکہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے تو عمرو بن سعید عامل مکہ نے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کی معیت میں چند آدمی آپ کو روکنے کے لئے بھیجے مگر آپ نہ رکے۔ (البدایہ والنہایہ، طبری جلد ۶، صفحہ ۲۲۰)

شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے جو اس وقت ۸۷ سال کے بوڑھے تھے۔ جب آپ کے سفر کوفہ کے متعلق سنا۔ تو وہ تین دن کا سفر کر کے راستہ میں سیدنا حسینؓ سے جا کر ملے اور روکنے کی کوشش کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۱۶۰)

سیدنا عبداللہؓ بن جعفر، جو سیدنا حسینؓ کے بہنوئی یعنی سیدہ زینبؓ کے شوہر تھے انہوں نے روکنے کی کوشش کی مگر جب آپ نہ مانے تو انہوں نے سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دی، اور اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے چھین لیا۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم صفحہ ۳۳ بحوالہ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۴۸، ۱۷۶) راستے میں ۷ ار ذوالحجہ کو ثعلبیہ کے مقام پر جب آپ کو قتل مسلم کی خبر ملی تو آپ نے اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا۔

سیدنا حسینؓ اور امیر یزیدؒ اس مقدمہ کے فریق ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ نے مدینہ میں خلافت امیر یزیدؒ کے متعلق یا مکہ میں چار ماہ قیام کے دوران کسی موقع پر بھی امیر یزیدؒ کی کسی بداعمالی یا بدکرداری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر سیدنا حسینؓ کی نظروں میں امیر یزیدؒ بدکردار ہوتے تو اس تصور سے ہی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے موقف سے رجوع فرمانے کا تصور تک فرماتے، فریقین یعنی شیعہ سنی تمام امہات الکتب میں اسبات کا ذکر موجود ہے کہ آپ نے ثعلبیہ کے مقام پر سیدنا مسلمؒ کے قتل کی خبر سن کر اپنے موقف سے رجوع فرما لیا تھا۔

آپ کا اپنے مؤقف سے رجوع فرمانا آپ کی پاک طینتی، نیک نفسی اور روح و قلب کی پاکیزگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ آپ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میرا یہ اقدام مبنی بر حقیقت نہیں۔ اگر آپ

نے امیر یزیدؒ کی کسی بدکرداری کی وجہ سے یہ اقدام کیا ہوتا تو قطعاً اپنے موقف سے رجوع نہ فرماتے، کوفیوں کے عہد و پیمان سے متاثر ہو کر آپ نے یہ اقدام کیا مگر جب ان کی بیوفائی کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے مؤقف سے رجوع فرما لیا۔ فریقین کی تمام کتب آپ کے موقف سے رجوع کے متعلق شاہد ہیں، چنانچہ مشہور شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتا ہے۔

(۱) آپ مسلم کے قتل کی خبر سن کر متوجہ اولاد عقیلؓ ہوئے، انہوں نے کہا بخدا سوگند ہم واپس نہ جائیں گے، جب تک ان اشقیا، سے عوض حضرت مسلم کا نہ لیں، (جلاء العیون جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۶۳، ۲۶۴)

(۲) مؤلف عمدۃ الطالب لکھتا ہے۔

واتصل بہ خبر قتل مسلم بن عقیل فی الطریق

(آپ کو راستے میں جب مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی

فاراد الرجوع فامتنع بنو عقیل من ذالک

تو آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ پس عقیل کی اولاد مانع

فساروا حتے قارب الکوفۃ (عمدۃ الطالب صفحہ ۱۷۹، سطر ۱۴ تا ۱۶)

ہوئی اور آگے چل پڑے۔ یہاں تک کہ کوفہ کے قریب پہنچ گئے۔

(۳) مشہور شیعہ مؤرخ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے۔

فاسترجع الحسین فقال لہ بنو عقیل لا نرجع واللہ ابداً او ندرک ثارنا او نقتل باجمعنا۔

(مقاتل الطالبین صفحہ ۱۰۱ سطر ۱۰۔ ۱۱)

سیدنا حسینؓ نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مگر اولاد عقیل نے کہا کہ خدا کی قسم ہم واپس نہیں ہوں گے یا اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے یا ہم سب قتل ہو جائیں گے۔

(۴) ابوالفرج اصفہانی سیدنا حسینؓ کے رجوع پر الگ باب باندھتا ہے۔

(رجع الحدیث الی مقتلہ صلوٰۃ اللہ علیہ) فوجہ الی عمر بن سعد لعنۃ اللہ)

فقال ماذا تریدونی منی؟ انی مخیرکم ثلاثا بین ان تترکونی الحق بیزید او ارجع من حیث جئت او امضی الی بعض ثغور المسلمین (مقاتل الطالبین صفحہ نمبر ۱۱۱)

(سیدنا) حسین رضؓ، عمر بن سعد (اس کے بعد یہ ملعون مؤلف امیر عمر بن سعد جو سیدنا حسینؓ کے رشتہ میں نانا تھے لعنۃ اللہ کا کلمہ لکھتا ہے) سے مخاطب ہوئے اور پوچھا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میں تمہیں اختیار دیتا ہوں۔ یہ کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں یزید کے پاس چلا جاؤں یا مجھے واپس جانے دو یا مسلمانوں کی بعض سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔ اسی قسم کے الفاظ مشہور شیعہ مؤرخ مرزا سپہر کاشانی لکھتا ہے۔

(۴) حسینؓ بجانب فرزندان عقیلؓ نگران شد
وہ فرمودہ مسلم را کشتند اکنوں رائے چیست
گفتند لا واللہ چند کہ توانیم در طلب خون
او بکوشیم یا اینان شربت کہ او نوشید بنوشیم
آں حضرت فرمود از پس ایشان تن آسانی در زندگانی
نیست (ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ۶ صفحہ
۲۱۶، مطبوعہ ایران)

(سیدنا) حسینؓ، (سیدنا) عقیلؓ کے بیٹوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا مسلم تو قتل ہو گیا اب تمہارا کیا مشورہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہم سے جو ہو سکا کریں گے۔ اور مسلم کے قتل کا قصاص لینے کی کوشش کریں گے۔ اور یا ہم بھی اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ سیدنا حسینؓ نے فرمایا۔ ان کے بعد زندگی بے کار ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عقیلؓ کے بیٹے نہایت ہی

عاقبت نااندیش تھے۔ اور انہوں نے اپنی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے سیدنا حسینؓ کو اپنے مؤقف سے رجوع کرنے پر عمل نہ کرنے دیا۔ گویا ثعلبیہ سے آگے کا سفر اولاد عقیلؓ کی خوشنودی کی وجہ سے ہوا۔ سیدنا حسینؓ کے یہ کلمات کہ ان کے بعد زندگی بیکار ہے۔ اس بات پر دلالت کرتے ہیں، کہ آپ کے سامنے کوئی تعمیری پروگرام نہ تھا۔ بلکہ سراسر ایک جذباتی قسم کا خیال تھا۔ جب اولاد عقیلؓ اپنے عاقبت نااندیشانہ مؤقف پر ڈٹ گئے تو سیدنا حسینؓ کو محض ان کی دلجوئی کے لئے اپنے واپسی کے ارادہ پر عمل کرنے کا موقع نہ ملا۔

مشہور شیعہ مجتہد مُلا باقر مجلسی نے آپ کے رجوع کے متعلق مختلف انداز میں متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے لئے جلاء العیون اردو جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۵ سطر ۱۴، ۱۵، صفحہ نمبر ۱۲۶، سطر ۳، ۴، دیکھئے۔

حادثہ کربلا کی جو داستان اس وقت دوہرائی جا رہی ہے۔ اس کا خالق مشہور مجوسی النسل کذّاب ابومخنف متوفی ۱۷۰ ہجری ہے۔ بنو عقیل کی عاقبت نااندیشی کے جذبات کے باوجود آپ نے کوفہ کا راستہ چھوڑ کر دمشق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ مشہور شیعہ مؤرخ طبری لکھتا ہے۔

(۱) حسینؓ نے از خود القرحا سے شام کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔
(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۲۰)

(۲) مرزا سپہر کاشانی لکھتا ہے۔ سیدنا حسینؓ از طریق عذیب وقادسیہ راہ بگردانیدہ۔ بجانب چپ رواں شد۔
(ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم ص ۲۲۲)

۹ محرم آپ کربلا پہنچے، حُر پہلے ہی آپ کے ہمراہ تھا۔ سیدنا عمر بن سعد ابن وقاص جو رشتہ میں سیدنا حسینؓ کے نانا تھے۔ وہ بھی کربلا پہنچ گئے۔ سیدنا حسینؓ نے سیدنا عمرؒ بن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کیں، چنانچہ مشہور شیعہ عالم شریف المرتضیٰ المتوفی ۴۳۶ ہجری لکھتا ہے۔

روی انہ علیہ السلام قال بعمرو بن سعد اختاروا منی اما رجوع الی المکان الذی اقبلت منہ او ان اضع یدی فی ید یزید فھو ابن عمی لیری فی رایہ واما اسیر الی الثغر لثغور المسلمین فاکون رجلا من اھلہ (کتاب الشافی صفحہ ۴۷)

روایت ہے کہ (امام حسین) علیہ السلام نے عمرو بن سعدؓ کے سامنے تین تجویزیں رکھیں میں جہاں سے آیا ہوں وہاں لوٹ جاؤں۔ دوسرے یہ کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں (یعنی اس کی بیعت کر لوں۔) وہ میرے چچا کا بیٹا ہے وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا تیسرے یہ کہ کسی سرحد پر چلا جاؤں اور وہاں کا باشندہ بن جاؤں

سیدنا حسینؓ کی ان تینوں شرائط سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب کو امیر یزید کے کردار کے متعلق کوئی شکایت نہ تھی۔

شریف مرتضیٰ ان اضع یدی فی ید یزید کا منفرد راوی نہیں۔ بلکہ الامامۃ والسیاسۃ، ابن اثیر ۲۴/۴، طبری ۲۱۳/۵، ۲۱۴/۵، البدایۃ والنہایۃ ۱۷۰/۸، اصابہ ۱۷/۲، تاریخ دمشق ابن عساکر ۳۲۵/۴، ۳۳۷/۴ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

سیدنا حسینؓ کی ان تینوں شرائط کے اپنے موقف سے رجوع کے متعلق ایک بڑا واقعہ دلچسپ اعتراض عبدالجبار معتزلی نے اپنی تالیف مغنی میں کیا۔ کہ آں جنابؓ نے تقلید کر کے اپنے بھائی کی اپنی اور اپنے کنبے کی جان کیوں نہ بچائی۔

عبدالجبار معتزلی کا یہ اعتراض ابو جعفر طوسی نے اپنی تالیف تلخیص شافی صفحہ نمبر ۱۷۴ میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ثم لما عرض علیہ ابن زیاد الامان وان یبایع یزید کیف لم یستجب حقنا لدمہ ودماء من معہ من اھلہ وشیعتہ وموالیہ ولم القی بیدہ الی التھلکۃ وبدون ھذا الخوف سلم اخوہ الحسن الامر الی معاویہ فکیف یجمع بین فعلھما

جب ابن زیاد نے (حضرت) حسینؓ کو اس شرط پر امان دے دی کہ یزید کی بیعت کر لیں تو حسینؓ نے اسے قبول کر کے اپنی اور اپنے متعلقین کی جانوں کو بچا لیتے۔ انہوں نے ترک تقیہ کر کے ان جانوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالا۔ حالانکہ ان کے بھائی حسنؓ نے بلا خوف جان حکومت (امیر) معاویہؓ کے سپرد کر دی تھی دونوں بھائیوں کے فعل کو کس طرح جمع کر سکتے ہیں۔

شریف مرتضیٰ ابو جعفر طوسی نے عبدالجبار معتزلی کا یہ اعتراض نقل کر کے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے

لما رای لا سبیل الی العود ولا الی دخول الکوفۃ سلک طریق الشام سائرا نحو یزید بن معاویہ لعلمہ علیہ السلام بانہ علی بہ ارأف من ابن زیاد واصحابہ فصار علیہ السلام حتی قدم علیہ عمرو بن سعد اختاروا منی اما الرجوع الی المکان الذی اقبلت منہ او ان اضع یدی

جب (آں جناب نے) دیکھا کہ مدینہ کو لوٹنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور نہ کوفہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت ہے تو شام کو روانہ ہوئے کہ یزید کے پاس جائیں۔ شاید اس مصیبت سے نجات ملے جو ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ آپ روانہ ہوئے تو عمرو بن سعد لشکرِ عظیم لے کر سامنے آ گیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آنجناب نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان ہلاکت میں ڈالی۔ حالانکہ یہ روایت

علی ید یزید فھوابن
عمی لیرانی رایہ اما
ان یسیرونی الی ثغر
من ثغور المسلمین فاکون
رجلا من اھلہ لی
مالہ وعلی ما علیہ

موجود ہے کہ آنجناب نے ابن سعد کو کہا کہ تین میں سے ایک صورت قبول کرلو۔ یا تو مجھے مدینہ واپس جانے دو۔ یا یزید کے پاس جانے دو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدوں گا وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے حق میں جو رائے قائم کرے۔ سو کرے یا اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو میں مسلمانوں سے مل کر جہاد کروں گا۔ اور ان کے ساتھ نفع نقصان میں شریک ہوں گا۔

اس روایت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کے سامنے امیر یزید کی کوئی بدکرداری نہ تھی۔ جس وجہ سے آپ نے یہ اقدام فرمایا تھا۔ بلکہ آپ کا یہ اقدام حصول خلافت کے لئے تھا جس کو آپ اپنا حق سمجھتے تھے۔

ورنہ امیر یزیدؒ کے بدکردار ہونے کی صورت میں سیدنا حسینؓ کا "ان اضع یدی فی ید یزید یا ان اضع یدی علی ید یزید فرمانا

اس تصور سے بھی جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا

یہ تو سیدنا حسینؓ بن سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ تھے۔ کسی عام قریشی کے متعلق بھی ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ کسی بدکردار حکمران کی بیعت کے لئے تیار ہو جاتا۔ مشہور شیعہ مؤرخ جسٹس امیر علی کا قول بھی سن لیجئے۔

Hussain proposed that the option of three Honourable Condition, that he should be allowed to return tha Madina or be stationed in a frountier Garrison to the against the Turks, or safly

(History of Caraçens, Page 85 Lines 9 to 13)

(سیدنا حسینؓ نے (کوفی فوج کے کمانڈر کے سامنے) تین عزت مندانہ صورتیں پیش کیں پہلی یہ کہ مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے، دوسری یہ کہ یا مجھے ترکوں کے خلاف (انکی سرحدوں پر جہاد کے لئے جانے دیا جائے۔ (تیسری یہ کہ) یا مجھے بحفاظت یزید کے پاس حاضر ہونے دیا جائے۔

(۱۵) شرح نبراس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ (احملونی الی یزید لا بایعہ) مجھے یزید کے پاس جانے دو کہ میں اس کی بیعت کرلوں۔

گذشتہ سطور کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ سیدنا حسینؓ، امیر یزیدؒ کی ولیعہدی کی بیعت کر چکے تھے۔ اس کی سالاری میں جہاد کر چکے تھے۔ اس کی امارت میں تین حج کر چکے تھے، امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ سے وظائف اور انعامات حاصل کرتے رہے مگر امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت سے انحراف کر کے مدینہ سے مکہ پہنچے اور کوفیوں کے بلانے پر عازم کوفہ ہوئے اگلے جب مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے اپنے موقف سے رجوع فرما لیا۔ یہاں تک کہ کوفہ کا راستہ چھوڑ کر دمشق کا راستہ اختیار کر لیا اور جب آپ کربلا کے مقام پر پہنچے تو امیر عمرو سعدؓ کے سامنے تین شرطیں پیش کیں، جن میں سے آپ کی یہ شرط قبول کر لی گئی۔ کہ مجھے یزیدؒ کے پاس جانے دیا جائے تاکہ میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدوں وہ میرے چچا کا بیٹا ہے وہ جو مناسب سمجھے گا میرے ساتھ سلوک کرے گا۔ ان حالات کی روشنی میں کوئی مخبوط الحواس ہی کہہ سکتا ہے کہ سرکاری لشکر کے ہاتھوں آپ شہید ہوئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو آخر کس نے شہید کیا؟ بات بالکل واضح اور صاف ہے۔ یعنی جب ان کوفیوں کو جو مکہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ آپ کے سفر دمشق کا یقین ہو گیا۔ تو انہیں صاف نظر آنے لگا کہ اب ہمارا زندہ بچنا مشکل ہے۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے ہمارے جو مکتوب حضرت کے پاس ہیں۔ وہ ان سے حاصل کئے جائیں۔ مگر حضرت حسینؓ نے مکتوب واپس دینے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ

تعداد میں شر سے زیادہ بیان کیئے جاتے ہیں۔ ان کے کچھ ساتھی بھی کوفہ سے پہنچ چکے تھے معاملہ چھپنا چھپٹی تک پہنچ گیا۔ سیدنا حسینؓ کے اہل بیت میں گنتی کے بیس پچیس نوجوان تھے۔ کوفیوں نے چند لمحات میں انہیں اسیطرح جس طرح جمل وصفین کے معرکوں میں آتش جنگ بھڑکا کر ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا ڈرامہ رچایا تھا۔______

سیدنا حسینؓ اور ان کے اہلبیت کو شہید کر دیا۔ اس ہڑبونگ کی آواز جب سرکاری لشکر کے کانوں میں پہنچی تو وہ لوگ بھی پہنچ گئے۔

مگر کھیل ختم ہو چکا تھا۔ کوفی غداروں نے نواسۂ رسولؐ، لختِ جگر فاطمہؓ فرزند علیؓ کا خون بہا کر اس المیۂ عظیم کی بنیاد رکھی جو تا قیامت امتِ مرحومہ کے لئے ایک جاں گداز حادثہ بن گیا۔

گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ فریق مقدمہ سیدنا حسینؓ اور امیر یزیدؒ تھے دیکھنا یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد آپ کے پس ماندگان کس کو مجرم اور قاتل قرار دیتے ہیں۔ سرکاری فوجوں کو یا کوفیوں کو، چنانچہ

(۱) سیدنا حسینؓ کا اپنا ارشاد ناسخ التواریخ صفحہ نمبر ۳۳۵ پر موجود ہے، کہ تم لوگوں نے مجھے خود بلایا اور خود ہی یہ سلوک کر رہے ہو اللہ تمہیں سیراب نہ کرے۔

(۲) قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس اوّل کے صفحہ ۲۵ پر لکھتا ہے کوفیوں کا سنی ہونا خلافِ اصل ہے،

(۳) مقام زبالہ پر مسلم کے قتل کی خبر پر فرمایا۔ "قد خذلتنا شیعتنا" ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کیا۔ (خلافت المصائب صفحہ ۴۹)

(۴) جلاالعیون میں ہے کہ تم اور تمہارے اوپر لعنت اے بے وفایانِ جفاکارہ" الخ

۵ سیدنا علیؓ (زین العابدینؓ) کوفیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں، تم نے

میرے والد کو بلایا، دھوکہ دیا اور قتل کیا۔.......... تم ہلاک ہو گئے۔

(احتجاج طبرسی طبع ایران صد ۱۵۹ سے ترجمہ)

(۶) سیدنا علیؓ (زین العابدین) نے ایک اور مقام پر فرمایا کوفے والو روتے ہو مگر ہمیں قتل کس نے کیا۔ (ایضاً ۱۵۸)

(۷) یہی الفاظ جلاء العیون میں موجود ہیں۔

(۸) سیدہ زینبؓ بنت سیدنا علیؓ فرماتی ہیں۔ تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو۔ .... کل نبی کو کیا جواب دو گے۔

مُلّا باقر مجلسی نے صفحہ نمبر ۵۰۳ پر یہ طویل خطبہ نقل کیا ہے۔

(۹) سیدہ فاطمہؓ بنت سیدنا حسینؓ فرماتی ہیں۔ تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو۔ اے کوفہ والو! اے اہل مکر و فریب! تم نے ہمیں کافر سمجھا اور ہمارے قتل کو حلال جانا (احتجاج طبرسی ۱۵۷ سے اردو ترجمہ)

(۱۰) سیدہ ام کلثومؓ بنت سیدنا حسینؓ فرماتی ہیں۔ اے زنان کوفہ تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ اور اہل بیت کو اسیر کیا۔ (جلاء العیون)

ان تمام تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ سیدنا حسینؓ سے رجوع فرمالیا تھا اور وہ کوفہ کا راستہ چھوڑ کر دمشق کا راستہ اختیار کر کے کربلا کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ کہ ان کوفی غداروں نے جو مکہ سے آپ کو ہمراہ لائے تھے اس خوف سے ہلاک کر دیا۔ کہ سیدنا حسینؓ کا امیر یزیدؒ کے پاس پہنچنا ہمارے قتل اور ہمارے قبیلوں کی تباہی و بربادی پر منتج ہوگا۔

گویا ڈاکوؤں کے ایک منظم گروہ نے ایک قافلہ کو لوٹ لیا۔ اور اس قافلہ میں سے جس نے ڈاکوؤں سے قافلہ کو بچانے کی کوشش کی وہ قتل ہو گیا۔

سیدنا حمزہ احد میں شہید ہو کر سید الشہداء بن گئے۔
غزوہ موتہ میں سیدنا جعفر بازو کٹوا کر بھی اسلامی پرچم کو سنبھالے رہے۔ اور جعفر طیارؓ ہو گئے۔

سیدنا خبیبؓ نہایت شقاوت، بے رحمی اور سنگدلی سے سولی پر لٹکا کر تیروں اور برچھیوں کے کچوکوں سے شہید ہو کر امام الشہداء ٹھہرے غرضیکہ کس کس کا ذکر کیا جائے۔

سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت عظمیٰ کے متعلق سیدنا حسنؓ کا وہ خواب رہتی دنیا تک تاریخ دہرایا جاتا رہے گا۔ کہ حضور اکرمؐ جب میدان محشر میں اپنے رفیقان خاص صدیقؓ و فاروقؓ کے ہمراہ کھڑے ہوں گے تو عثمانؓ اپنا کٹا ہوا سر اپنی ہتھیلیوں پر رکھے پہنچیں گے۔ اور سر سے آواز آئے گی یا رسول اللہؐ میرے قاتلوں سے پوچھیے کہ

تاریخ کی کتب میں

مگر قرن اول کے کسی فرد واحد نے واقعۂ کربلا کو معمولی سی بھی اہمیت بھی نہ دی چنانچہ موطا امام محمد بن مالک یحییٰ بن سعید سے اور وہ سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ فتنۂ عثمانؓ میں کوئی بدری موجود نہ تھا۔ اور فتنہ حرہ میں اصحاب الحدیبیہ میں سے شامل نہ تھا۔ اور جب تیسرا فتنہ ہوگا۔ تو کوئی صاحب عقل زندہ موجود نہ ہوگا۔ (صفحہ نمبر ۲۰۵ سطر ۴ تا ۷ کا ترجمہ) حاشیہ میں لکھا ہے۔ تیسرے فتنہ کے وقت صحابہ کرامؓ کے وجود سے دنیا خالی ہوگی یعنی قرن اول کے مسلمانوںؓ نے واقعہ کربلا کا ذکر سرسری انداز میں بھی نہیں کیا۔

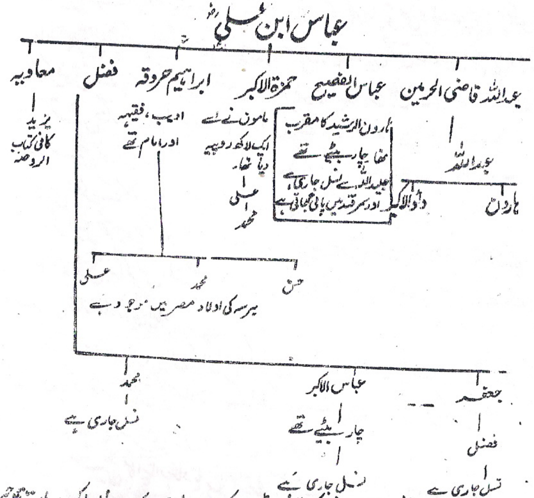

سیدنا عباسؓ بن علیؓ کے تمام بیٹوں کی اولاد جاری ہے۔ یہاں ایک بات توجہ طلب ہے کہ آج ان کی اولاد کے ناموں کا ان لوگوں کی کتابوں میں قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا وہ لوگ علیؓ کی اولاد میں سے نہیں تھے اگر جواب اثبات میں ہے تو بتایا جائے کہ انہیں وہ مقام کیوں نہیں ملا جو حسنؓ یا حسینؓ کو دیا جا رہا ہے جن میں سے ہر چار سال بعد کوئی نہ کوئی پیدا ہوا اگر اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ حسنینؓ اور ان کی اولاد کی اس ... تعظیم کیجاتی ہے کہ وہ لوگ سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیدنا علیؓ کی امامت، وصایت، بلافصل خلافت اور رب اللوح والقلم اور علیؓ یا یا وغیرہ کی کیا رہی ہے یہ خصوصیت تو فاطمیوں کو فاطمی ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

عمر (اطراف) بن علیؓ

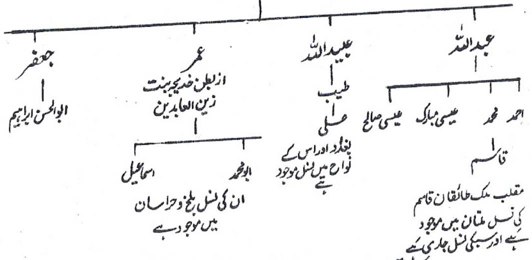

عمر الاطراف کے متعلق صاحب عمدۃ الطالب لکھتا ہے۔

وتخلف عمر من اخیہ الحسین (الخ) ترجمہ: عمر اپنے بھائی حسین کے ساتھ کوفہ کے لئے روانہ نہیں ہوا۔ حالانکہ حسین نے اسے خروج کے لئے کہا تھا۔ اور جب اسے حسین کے قتل کی خبر ملی تو اس نے کہا، میں تو ایک محتاط نوجوان ہوں، اور ان کی معیت سے بچ گیا۔ (صفحہ ۳۵۷ سطر ۱۸ تا ۲۱ کا ترجمہ)

جعفر بن علیؓ بن ابی طالبؓ

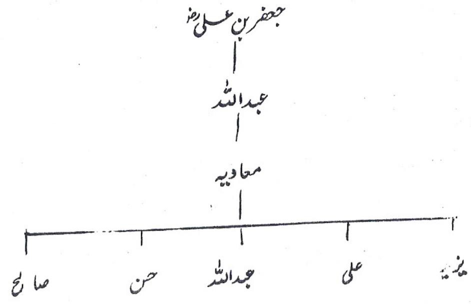

عبد اللہ بن معاویہ کان جواد فارسا شاعرا ولکنہ کان سیئ السیرۃ

(مقاتل الطالبین صفحہ نمبر ۱۶۱ - ۱۶۲)

عبداللہ بن معاویہ سخی، شہسوار اور شاعر تھا۔ لیکن حقیقت میں بدخصلت تھا۔

(مقاتل الطالبین بحوالہ طبری، ابن اثیر، آغانی، زہر الادب، معارف، لسان المیزان)

عبداللہ نے امیر المومنین یزید بن امیر المومنین ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا۔ کوفہ میں اس وقت عبداللہ بن عمر عامل تھا۔ فقاتل ابن معاویہ قتالاً شدیداً عبداللہ نے سخت جنگ کی۔ (مقاتل الطالبین صفحہ نمبر ۱۶۶ سطر ۵) شکست کھائی اور مضافات کوفہ، بصرہ، قم، رے، قومس اور فارس میں ہمنوا پیدا کئے۔ اور اصفہان کو اپنا مرکزی مقام قرار دیا۔

۱۲۷ھ میں خروج کیا ۱۲۹ھ میں ابی جعفر منصور کی فوجوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور ۱۳۳ھ میں مرگیا۔

ان سطور سے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ سیدنا جعفر کے پڑپوتے کا نام معاویہ تھا اور پڑپوتے کے بیٹے کا نام یزید تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے شروع تک سیدنا معاویہ و یزید کے نام پر علوی تبرکاً اپنی اولاد کا نام معاویہ و یزید رکھتے تھے۔ عبداللہ نے اپنے خروج کے زمانہ حسن کو اصطخر، یزید کو شیراز، علی کو کرمان اور صالح کو قم کا گورنر بنایا۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۶۷، سطر ۹، ۱۰) گویا ۱۲۷ ہجری میں طالبیوں میں یزید پیدا ہوتے رہے۔

محمدؒ بن علیؓ المعروف محمدؒ بن الحنفیہ

سیدنا علیؓ کے یہ صاحبزادے آپ کی تمام اولاد میں سے زہد و ریاضت اور قوت و شجاعت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ سیدنا علیؓ کے لشکر کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسنؓ اور حسینؓ کو

جنگ میں نہیں بھیجتے۔ اور آپ کو بھیجتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ حسینؓ ان کی آنکھیں ہیں مگر میں ان کے ہاتھ ہوں شیعوں کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ علیؓ کے بعد امامت کا مرتبہ ان کو ملا ایک گروہ کہتا ہے کہ حسینؓ کے بعد خلافت ان کو ملی۔ مختار الثقفی جس نے بعد میں خود نبوت کا دعویٰ کیا شروع میں اپنے آپ کو محمدؒ بن الحنفیہ کا مختار بنا تا تھا۔ ان کے ایک غلام کا نام کیسان تھا۔ وہ بھی آگے چل کر ایک فرقے کا امام کہلایا۔

کیسانیہ کہتے ہیں محمد بن الحنفیہ کوہ رضوی پر رہتے ہیں۔ اور قرب قیامت میں امام مہدی کی صورت میں نمودار ہوں گے یہ لغویات تو شیعی دنیا کی پیداوار ہیں۔ سیدنا محمد بن الحنفیہ نے نہ زندگی میں اس قسم کا دعویٰ کیا اور نہ وہ ایسی لغویات کے قائل تھے۔

شیعہ مؤرخ مصنف عمدۃ الطالب فی الانساب آلِ ابی طالب اپنی اسی تالیف میں لکھتا ہے محمد بن علیؓ علم و زہد و عبادت و شجاعت میں اپنے زمانے کے ایک بہت ہی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ اور اولاد علیؓ میں حسنؓ و حسینؓ کے بعد سب سے افضل تھے (صد ۳۴۷ طبع لکھنؤ)

ایک اور شیعہ مؤرخ لکھتا ہے۔ محمد بن علی فلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے وارث تھے جمل اور صفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک بٹھائی کہ اچھے اچھے بہادر آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے۔ (حواشی نہج البلاغہ صد ۹۶)

مگر اس کے باوجود آپ سے گویا بہت بڑا جرم سرزد ہوا کہ آپ نے سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا۔ اور اس سے بڑھ کر آپ سے یہ جرم سرزد ہوا کہ عبداللہ بن مطیع نے آپ کو امیر یزیدؒ کی بیعت توڑنے پر زور دیا تو آپ نے صاف انکار کر دیا جب دوبارہ عبداللہ بن مطیع کے وفد نے امیر موصوف کی فرضی برائیاں بیان کرنی شروع کیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے کیا تم میں سے کسی نے اس کو یہ کام

کرتے دیکھا ہے اگر اس نے تمہارے سامنے کا فروں کے سے کام کئے ہیں۔ اور شراب نوشی کی ہے اور تم خاموش رہے ہو۔ تو تم بھی گویا اس کے شریک تھے اب وفد نے پینترا بدلا۔ اور کہا ہم آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو امیر یزیدؒ کے خلاف نہ کسی سے لڑوں گا۔ اور نہ اپنی خلافت کے لئے لڑوں گا۔ میں بارہا امیر یزیدؒ کے پاس گیا۔ اور عرصہ تک وہاں مقیم رہا میں نے اسے نماز کا پابند، نیک کاموں میں سرگرم پایا۔ اور سنتِ نبوی کی پیروی کرنے والا پایا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صد ۲۳۳)

یہ واقعہ حادثۂ کربلا کے تین سال بعد کا ہے اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کربلا کا حادثہ ایک ہنگامی حادثہ تھا۔

محمدؒ بن علیؓ کے یہ جرم شیعیت کی دنیا میں قابلِ قابلِ معافی نہیں۔ اس لئے علیؓ کے اس صابر و زاہد، شجاع و بہادر فرزند کا نام لینا بھی شیعہ پسند نہیں کرتے۔ آپ کی اولاد کی تعداد ۲۴ تھی۔ ۱۴ بیٹے اور دس بیٹیاں۔ تین کی نسل جاری ہے۔

محمدؒ بن علیؓ کی اولاد

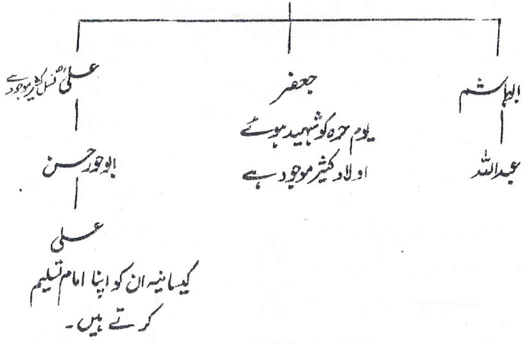

ام ھانی بنت ابی طالب

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب جنہوں نے نبی علیہ السلام کی پرورش فرمائی تھی۔ جب ان کی وفات ہوئی۔ تو نبی علیہ السلام خود کفیل ہو چکے تھے آپ نے ابوطالب کو ام ہانی کے نکاح کے متعلق پیغام بھجوایا۔ مگر اس چچا نے جسے نبی علیہ السلام کا پرورش کرنے والا بتایا جاتا ہے۔ صاف انکار کر دیا۔ اور ام ہانی کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب سے کر دیا۔ ہبیرہ بعد میں بحالت کفر نجران میں مر گیا۔

نبی علیہ السلام نے ابوطالب کو کہا تزوجت ہبیرہ و ترکتنی۔ چچا تو نے ہبیرہ سے بیٹی بیاہ دی مگر مجھے یوں ہی چھوڑ دیا۔ اس پر ابوطالب نے جو جواب دیا۔ وہ تمام تواریخ کی کتب میں موجود ہے۔

الکریم یا کافی الکریم۔ "یعنی اشراف کا میل اشراف سے ہوتا ہے۔

(طبری، الاصابہ، طبقات ابن سعد)

سبحان اللہ اسی ابوطالب کو نبی علیہ السلام کا کفیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جس نے اس وقت کے امین اور صادق کو تو اپنی بیٹی نہ دی بلکہ اسے شریف تک نہ سمجھا۔ اور ہبیرہ کو بیاہ دی۔ ہبیرہ نبی علیہ السلام کی ہجو کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ "ذات شریف" بیوی بچوں کو چھوڑ کر نجران کی طرف بھاگ گئے۔ اور بحالت کفر فی النار واصل ہوئے۔

فتح مکہ کے روز ام ہانی مسلمان ہوئیں۔ تو علیؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ نکاح فرما لیجئے۔ آپ نے اظہار رضامندی فرمایا تو ام ہانی نے جواب دیا کہ میں تو زمانہ جاہلیت میں بھی آپ سے محبت کرتی تھی۔ تو اب زمانہ اسلام میں کیا کہنا۔ مگر بال بچوں والی عورت ہوں اور اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ آپ کی تکلیف کا موجب بنوں۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۸، کتاب المحبر صد ۳۹۶ الاصابہ جلد نمبر ۳ صد ۵۰۵)

عثمان بن علیؓ اکیس سال کی عمر میں کربلا میں مقتول ہوئے۔

محمد بن الاصغر بن علیؓ

عبید اللہ بن علی بن ابی طالب

مشہور شیعہ مورخ ناصر خسرو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے۔

لیلےٰ بنت مسعود نہشلی کے بطن سے تھے۔ لیلیٰ سے سیدنا علیؓ نے معرکہ جمل کے بعد نکاح کیا تھا۔ اور ۲۷ روز لیلیٰ کے ساتھ مقیم رہے۔

ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ مختار ثقفی کے خروج کے زمانہ میں جسے شیعہ امیر مختار کے نام سے قاتلین حسینؓ سے بدلہ لینے والا لکھتے ہیں" مصعب بن الزبیر کے ساتھ مل گیا۔ اور مختار ثقفی کے خلاف جنگ کرتا ہوا قتل ہوا۔ مقاتل الطالبین صہ ۱۴۲ بحوالہ طبقات ابن سعد)

یہ انتہائی طور پر توجہ طلب لطیفہ ہے۔ سیدنا علیؓ کے دوسرے بیٹوں میں سے کوئی بھی قابل ذکر نہیں۔

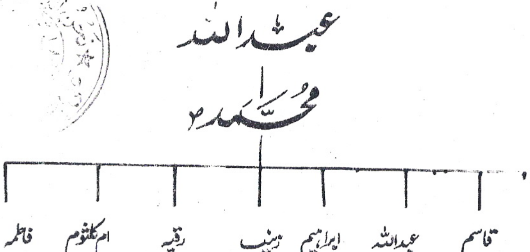

سیدنا قاسمؑ: پہلے مولود پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے۔ پھر جنت الفردوس کو سدھار گئے۔

سیدنا عبداللہؑ: لقب طیب و طاہر، بعثت نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ انہیں کی وفات پر کفار نے کہنا شروع کیا تھا کہ اب محمدؐ کا کوئی نام لیوا نہیں۔ اور سورہ کوثر نازل ہوئی

سیّدنا ابراھیمؑ:۔ مدینہ منوّرہ پیدا ہوئے۔ ام بردہ نے دودھ پلایا۔ ان کی وفات ہونے لگی تو نبی علیہ السلام نے گود میں اٹھالیا اور فرمایا۔

یا ابراھیم لا نغنی عنک من اللہ شیئًا۔

"اے ابراہیم حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔" آپ کی وفات کے وقت سورج گرہن ہوا تو بعض لوگوں نے کفار عرب کے عقیدہ کے مطابق کہنا شروع کیا کہ ابراہیم کی موت پر سورج گرہن ہوا ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

"اِن الشمس والقمر لا ینخسفان" الخ

"سورج اور چاند کسی کی موت سے نہیں گہناتے" "وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ تم جب انہیں دیکھو تو نماز پڑھو۔"

ابراہیمؑ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ ان کے علاوہ تمام اولاد سیّدہ خدیجہ رضؓ کے بطن سے تھی۔

بنات الرسولؐ

شیعیت اس چوں چوں کے مربہ کا ڈبہ ہے جس میں جتنی بار ہاتھ ڈالو نئی سے نئی چیز ہاتھ آئے گی اور ہر چیز دوسری سے بالکل مختلف ہوگی یہ خوبی شیعیت کے اسی مرتبان کو حاصل ہے۔ کہ اس میں بیک وقت کڑوی پھیکی کسیلی اور تیز و تندہر قسم کی چیزیں موجود ملیں گی۔ میں یہاں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ ان کے کوئی دو مجتہد، کوئی دو مفسر، کوئی دو محدّث، کوئی دو مؤرخ بھی کسی ایک بات پر متفق نہیں۔ ہر ایک کی سُر الگ، تان الگ اور لے الگ ہے مگر لطف یہ کہ اس کے باوجود بھیڑوں کا ایک ریوڑ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

اسی طرح بنات الرسولؐ کا مسئلہ ہے۔ یہ بات سورج کی تابانی کی طرح روشن ہے کہ نبی علیہ السلام کی چار بیٹیاں تھیں۔ اور اس مذہب کے تمام مصنفین نے اس بات کا اپنی کتب میں اقرار کیا ہے۔ ان لوگوں کی طرف سے جب بار بار

مسلمانوں نے سیّدہ فاطمہؓ کی فضیلت کا ذکر سنا تو ان سے پوچھا گیا۔ کہ تین دوسری صاحبزادیوں کے فضائل کیوں نہیں کیے جاتے تو جھٹ کہہ دیا کہ نبیؐ کی صرف ایک بیٹی تھی کہنے کو تو یہ کہہ دیا لیکن یہی کہا ہوا اب ان کے گلے میں پھندہ بن کے اٹک گیا ہے مگر واہ رے بے حیائی، ہٹ دھرمی اور بے شرمی ہر مقام پر پلٹتے جاتے ہیں منہ کی کھا رہے ہیں، اپنوں اور بیگانوں سب کے سامنے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ مگر وہی ایک رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ نبی کی صرف ایک بیٹی ہے۔

ایک بیٹی کے نظریہ کے خالق کو غالبًا اس لیے یہ نظریہ تخلیق کرنا پڑا۔ کہ اس طرح سیّدہ فاطمہؓ کا مقام بلند کر کے دکھایا جائے گا، مگر معلوم نہیں اس کی نظروں سے یہ حقیقت کیسے اوجھل ہوگئی۔ کہ شیعیت کے روحانی اب وجد اس سے پہلے سیّدہ فاطمہؓ کو جس طرح بالواسطہ اور بغیر محسوس انداز میں رسوا اور بدنام کر چکے ہیں اس کا ازالہ اب کسی کے بس کا روگ نہیں۔

وہ وقت گزر چکا ہے کہ یہ لوگ متبعین سنت رسول اللہؐ کو بازاری قسم کے لوگوں کے سامنے جلب زر کے لئے "منکرین اہلبیت" کے سوقیانہ الفاظ سے ملقب کر کے اپنی مجلسیں گرم کرتے تھے اب جس پیمانے پر تطہیر تاریخ کا کام شروع ہو چکا ہے وہ دن دور نہیں بلکہ وہ دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں۔ جب ان کے حواری ان کے فریب کارانہ اور طلسمانہ جکڑبندیوں سے آزاد ہو کر رہیں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اتنا عرصہ ہمیں کیوں دھوکہ دیا۔

سیّدہ زینب بنت رسولؐ

آپ کی پیدائش کے وقت نبی علیہ السلام کی عمر ۳۰ سال تھی آپ کا نکاح سیّدہ خدیجہؓ کی زندگی میں سیدنا ابوالعاصؓ سے ہوا۔ جو سیّدہ خدیجہؓ کی بہن کے لڑکے تھے۔ وہ لوگ جو سیّدہ زینبؓ کو ہالہ یعنی ابوالعاص کی ماں کی بیٹی کہتے ہیں ان کی آنکھوں پر شیطان نے اس حد تک پٹیاں باندھ کر انہیں اندھا کر دیا ہے کہ وہ ایسی ایسی ناگفتنی کہتے چلے جا رہے

بہن جس کے بعد بے حیائی کا کوئی مقام نہیں۔ گویا بہن سے بھائی کا نکاح بیان کر رہے ہیں۔ بدر کے معرکہ میں ابو العاصؓ بھی گرفتار ہوئے۔ نبیؐ نے رہائی کے وقت فرمایا زینبؓ کو مدینہ بھیج دینا۔ آپ نے مکہ پہنچتے ہی اس حکم کی تعمیل کی مگر ہبار بن الاسود نے مزاحمت کی اور نیزہ لے کر حملہ آور ہوا جس سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔

(زرقانی جلد نمبر ۳ صہ ۱۹۴ طحاوی وحاکم)

سیدہ زینبؓ کے متعلق نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ھی افضل بناتی اصیبت فی ابو العاصؓ۔ چھ ہجری کو تجارت کے لئے شام گئے ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نے ان کا قافلہ لوٹ لیا ابو العاص مدینہ پہنچے اور چپکے سے سیدہ زینبؓ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے پناہ دی نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ مجھے پہلے علم نہ تھا۔ اور سیدہ زینبؓ سے فرمایا اس سے الگ رہنا مسلمانوں نے نبی علیہ السلام کی مرضی پا کر تمام مال واپس کر دیا۔ کسی نے کہا ابو العاصؓ تم مسلمان ہو جاؤ۔ مگر آپ خاموش رہے اور مکہ پہنچ کر لوگوں کا تمام مال واپس کر دیا اور فرمایا لوگو! میں مسلمان ہوتا ہوں یہ کہہ کر مدینہ پہنچے۔ نبی علیہ السلام نے پہلے نکاح پر ہی سیدہ زینبؓ ان کے ساتھ رخصت کر دیں۔ سیدہ زینبؓ نے ۸ ہجری میں وفات پائی۔

سیدنا ابو العاصؓ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد کوئی نکاح نہ کیا۔ ۱۲ ہجری میں خود بھی اعلیٰ علیین میں سدھار گئے۔ ان کا لقب جرو البطحا تھا۔ سیدہ زینبؓ کے بطن سے علیؓ اور امامہؓ پیدا ہوئے یہی علی سبط الرسول فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے ناقہ پر حضورؐ کے ردیف تھے۔ ملک شیخین صابر اپنی تالیف کا انتساب ان کے نام ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

- جو رسول اللہ کے سب سے بڑے اور پیارے نواسے تھے جنہوں نے حجرہ رسولؐ کی چھت تلے رسولؐ اللہ کی آغوش محبت میں پرورش پائی، رسول اللہؐ کی سب سے بڑی اور چہیتی صاحبزادی کے فرزند جنہوں نے حجرہ رسولؐ، آغوش رسولؐ اور دامانِ رسولؐ میں مسلسل چار سال تک تربیت پا کر غنفوان شباب کو پہنچے۔
- سبط رسول جن کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام خود رسول اللہؐ نے فرمایا۔

- جو رسول اللہؐ کی سب سے بڑی اور چہیتی صاحبزادی سیدہ زینبؓ جنہیں حضورؐ نے "افضل بناتی" فرمایا ہے۔ اور رسول پاکؐ کے سب سے بڑے داماد حضرت خدیجہؓ کے سگے بھانجے سیدنا ابو العاصؓ بن ربیع جو جرو بن البطحا یعنی شیر خدا کہلاتے تھے۔ کے لختِ جگر ہیں۔
- عظیم رسولؐ کا عظیم نواسہ، شیر دل ابو العاصؓ کا شیر دل بیٹا، رسول اللہ کی بیٹیوں میں سے افضل بیٹی سیدہ زینبؓ کا جگر گوشہ۔ وہ پیکر ایثار و شجاعت، وہ لشکر اسلام کا غازی، وہ خانوادہ نبوت کا فی سبیل اللہ شہید جس کی یاد اور عظیم ایثار کو ہم مسلمان بھلا بیٹھے ہیں۔
- جنہوں نے جنگ یرموک میں مشرکین کے خلاف سیدنا خالدؓ بن ولید کی قیادت میں اسلام کے پرچم تلے نوجوانانِ اسلام کو ایثار، شجاعت، اور جہاد و اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور اپنے نوجوان مقدس خون سے گلشنِ اسلام کی آبیاری کی۔
- جنہوں نے دورِ صدیقیؓ میں تحفظِ اسلام کی خاطر مشرکین کے خلاف عام مسلمانوں کے شانہ بشانہ جہاد و قتال کرتے ہوئے ۵ رجب ۱۵ ہجری میں عالم شباب میں اپنی انمول جان کی قربانی دیکر لشکرِ اسلام کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرنے میں اپنا بے لوث فرض نہایت جواں مردی سے ادا کیا۔
- جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر لشکرِ اسلام کے ہمراہ عظیم رسولؐ اللہ کے ساتھ ناقہ رسولؐ پر سواری کی۔
- جنہوں نے لڑکپن ہی میں اپنے ددھیال کو چھوڑ دیا اور ہجرت کر کے اپنی ننھی ہمشیرہ سیدہ امامہؓ اور اپنی والدہ سیدہ زینبؓ کے ہمراہ مدینہ میں اپنے مقدس ناناؐ کے ساتھ سایۂ عاطف میں آ گئے۔ (سیر صحابہ کی تحقیق اور تبلیغ)

سیدہ زینبؓ کی مدح میں سیدنا ابو العاصؓ کے دو شعر ہیں۔

ذکرت زینت لما دکبت ارما　　　　فقلت سقیا شخص یسکن الحرما

مجھے زینبؓ یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب ہے۔

بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ   وکل بعل سیشنی بالذی علما

زینبؓ تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ایک شوہر ایسی بیوی کی تعریف کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں۔

شعب بنو ہاشم جسے بعد میں شعب ابی طالب بنا دیا گیا۔

میں باقاعدہ سیدنا ابو العاص مدد کرتے رہے چنانچہ ناسخ التواریخ کا رافضی مؤلف بھی اقرار کرتا ہے کہ حضرت ابو العاصؓ جو داماد رسولؐ تھے۔ گندم اور خرما شتر پر لاد کر لے جاتے اور شعب ابی طالب میں اونٹ دھکیل دیتے۔ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ ابو العاصؓ نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔ (ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۱۸ کا ترجمہ)

کفار مکہ کی مخالفت کے باوجود یہ جرأت جد البطحا کا ہی کام تھا۔ ۸ ہجری میں سیدہ زینبؓ جنت الفردوس کو سدھاریں اور بارہ ہجری میں سیدنا ابو العاصؓ راہگرا ئے جنت الفردوس ہوئے۔ سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد آپ نے کوئی نکاح نہ کیا۔

حضرت عروہؓ مسجد نبویؐ میں درس حدیث فرمایا کرتے تھے اس میں سیدہ زینبؓ صلوٰۃ اللہ علیہا کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ مقدس کلمات "ھی افضل بناتی" کا درس بھی ہوتا تھا۔ آگے امام طحاوی کی زبان سے سنئے۔

فبلغ ذالک علی بن الحسین بن علی فانطلق الی عروۃ فقال ما حدیث بلغنی عنک انک تحدثہ تنقص فیہ حق فاطمہ فقال عروۃ اما بعد تلک لا احدثہ بہ الخ

جب یہ خبر علیؓ بن حسینؓ کو پہنچی تو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار لے کر مسجد نبویؐ میں عروہ پر حملہ آور ہوئے تو عروہؓ نے کہا۔ آئندہ میں اس حدیث کا درس نہ دوں گا۔

(مشکل الآثار جلد ۳ صفحہ ۵۰ بحوالہ آل رقیۃ الزہرا صفحہ ۴۰)

عام درس و تدریس میں صرف اقتدار فاطمہؓ کے لئے ایک حدیث گم کی جا رہی ہے

اور مسجد نبوی میں بیان کرنے والے پر حملہ کیا جاتا ہے۔ تو دوسرے مقامات کے متعلق خود اندازہ کر لیجئے۔

۲۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہؐ

۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ میں ہی حضرت عثمانؓ سے ہو چکا تھا۔ یہ بات مکہ بھر میں زبان زد خاص و عام تھی کہ احسن زوجین راھما انسان رقیہ و زوجھا عثمان سب سے اچھا جوڑا دیکھا گیا ہے وہ رقیہ اور عثمانؓ ہیں۔

سیدہ رقیہؓ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے راہ خدا میں دو ہجرتیں کیں۔ پہلی ہجرت اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ، غزوہ بدر کے موقعہ پر چیچک میں مبتلا تھیں۔ نبی علیہ السلام نے سیدنا عثمانؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو ان کی تیمارداری کے لئے گھر پر چھوڑ دیا تھا۔ زیدؓ بن حارثہؓ جب فتح بدر کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے تو آپ کی تدفین ہو رہی تھی۔ ایک بیٹا چھوڑا۔ جن کا نام عبداللہ تھا۔ جن کا سلسلہ اولاد اکناف عالم میں روز افزوں ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن سیدہ رقیۃ الزہراؓ کے متعلق شیعی وسیسہ کاریوں نے اس حد تک گمراہ کیا کہ آج ان کے نام سے کوئی بھی واقف نہیں۔ کبھی کہا گیا کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ کے نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ اور اگر کھینچ تان کر سیدنا ذوالنورینؓ کو نبی علیہ السلام کا داماد تسلیم کر لیا۔ تو یہ کہہ کر ان کے ہاں عبداللہ نامی ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ مگر وہ ابھی بچہ تھا کہ مرغ نے اس کی آنکھ میں چونچ ماری اور وہ اسی صدمہ سے مر گیا۔

شیعیت کی دنیا سے ایسی خرافات کا اظہار تو ان کا عین مذہب تھا۔ مگر افسوس ہے ان جہلاء غیر شیعوں پر جو شیعوں کی دیکھا دیکھی ان کی سی ہانکنے لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی ہزارہا رحمتیں ہوں پیر سید محمد عبدالستار شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث والتفسیر و مؤلف دواوین خلفائے عظام پر جنہوں نے تاریخ دسیر کے

کے اس اوجھل گوشے کو آلِ رقیۃ الزہراؓ کے نامی اپنی تالیف میں نہایت محققانہ انداز سے بیان کیا اور الحاج الحافظ مولانا مولوی محمد بخش صاحب حیدرآبادی مناظرِ شیعہ سجادہ نشین آستانہ پیر غوث پاک نورانی لاہوری دروازہ ملتان شہر نے شائع کر کے اسلام کے نام لیواؤں پر احسانِ عظیم کیا۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر ۵۲ تا ۵۸ پر ایک طویل نظم ہے۔ جس کے چند اشعار جو سیدنا عبداللہ ابن عثمان کے نام ہیں۔ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

که عثمان رضؓ عفان پسر داشتہ ٭ بدنیا خطاب شاہی یافتہ
ابوالنور شہنشہ نامور ٭ کہ راضی برو ایزد داد گر
کہ پور سوم گشت سلطان روم ٭ بہ شمشیر دیں گشت مرز بوم

صد ۶۰ پر نسب نامہ اس طرح مرقوم ہے۔ سیدہ رقیہؓ کے بطن سے حضرت عثمان رضؓ کے بیٹے امام عبداللہ ان کے بیٹے امام زین العابدین اور سلطان عبداللہ امام زین العابدین کے بیٹے امام محمود جو بدخشان کے بادشاہ ہوئے ان کے بیٹے امام کاشف اور سلطان ادحام جو بدخشان کے بادشاہ ہوئے۔

آپ کے پہلے بیٹے امام کاشف کشمیر میں آکر مظفر آباد کے علاقہ بوٹی میں قیام پذیر ہوئے۔ اس کے بعد مصنف نے اٹھائیس صفحات پر امام کاشف کی اولاد کے نسب نامے درج کئے ہیں۔ یہ سادات عثمانی آج بھی لاکھوں کی تعداد میں ضلع مظفر آباد اور بالائی ضلع ہزارہ میں موجود ہیں۔ اور کئی صدیوں تک ان کے خاندان میں حکومت رہی۔

سیدہ رقیہؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہ کا لقب شرف الدین، کنیت ابوالنور تھی سیدنا عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام امام زین العابدین تھا۔ مخالفین نے علی رضؓ بن حسین رضؓ بن علی رضؓ کو زین العابدین بنا دیا۔ اور اصلی زین العابدین کے وجود کے ہی منکر ہو کر اللہ کی لعنت کے مستوجب ہوئے۔

امام عبداللہ کے دوسرے بیٹے کا نام عبدالرحیم تھا جس کی گیارھویں پشت

قطب زمان جمال الدین فرغانی[1] ہوئے ہیں۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔

۳ ہجری میں سیدنا عثمان رضؓ سے نکاح ہوا۔ نکاح سے پہلے نبی علیہ السلام نے سیدنا عثمان رضؓ کو بلایا اور کہا یہ جبرئیلؑ کھڑے ہیں اور خدا کا پیغام لائے ہیں کہ میں اپنی دوسری بیٹی کا بھی تجھ سے نکاح کر دوں۔ (اخرجہ الحاکم ازالۃ الخفا صد ۲۲۳)

۹ ہجری میں انتقال ہوا۔ کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ علی رضؓ، فضل رضؓ بن عباس رضؓ اور اسامہ رضؓ بن زید رضؓ نے مراسم تدفین ادا کئے۔

حضرت انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی ہر دو نورانی چشماں میں آنسو تھے (بخاری)

شیعہ مذہب کی جن کتب میں بناتُ الرسول کا ذکر ہے شیعہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھول گئے

ادعوھم لاٰبآءھم ھو اقسط عند اللہ (احزاب) ان کو ان کے باپوں کے نام (نسبت) سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔"

(۱) ناسخ التواریخ فارسی جلد ۲ صد ۵۱۸
(۲) جلاء العیون اردو جلد ۱ صد ۱۶۳
(۳) مجالس المومنین صد ۸۶
(۴) حیات القلوب جلد ۲۔ صد ۵۶۰، ۸۲،۱۴۸ ۔ ۱۳۰ مطبع نولکشور
(۵) فروغ کافی مترجم طبع کراچی صد ۲۰۲، ۲۱۷۔

---

[1] سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہ رضؓ کے حالات تفصیلی طور پر میں نے اپنی تالیف سادات بنی رقیہ رضؓ میں بیان کئے ہیں یہ کتاب دنیا بھر میں اپنے موضوع پر اولین تحقیقی کتاب ہے۔

(۶) تذکرۃ المعصومین طبع یوسفی دہلی صہ ۶
(۷) اصول کافی مراد باب النبی
(۸) کتاب الخصال صہ ۳۷۵، باب الشیعہ کی حدیث صہ ۱۱۵
(۹) نہج البلاغۃ مصری جلد ۲ صہ ۸۵
(۱۰) فیض الاسلام صہ ۵۱۹
(۱۱) قرب الاسناد صہ ۶ آخری سطر
(۱۲) مراۃ العقول شرح الاصول والفروع صہ ۳۵۱ جلد ۱
(۱۳) تہذیب جلد نمبر ۱ صہ ۱۵۴ کتاب شیعہ
(۱۴) مجالس المومنین صہ ۸۷
(۱۵) تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۳۳
(۱۶) ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صہ ۸۴۹

بنات الرسولؐ کی حقیقت سے شیعی فرار

ان کتب کے حوالہ جات کو جھٹلانا جب ان لوگوں کے بس میں نہ رہا تو عجیب قسم کی تاویلات شروع کر دیں۔ چنانچہ

ناسخ التواریخ کے متعلق مصنف البتول لکھتا ہے کہ اس کا ماخذ طبری[۱] ہے جو کچھ مصنف نے طبری میں دیکھا لکھ دیا۔ (صہ ۱۱۶)

حیات القلوب کے متعلق بڑی گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ مراۃ العقول میں مجلسی کا عقیدہ پڑھ کر اپنی عقلوں کا علاج کریں۔ صہ ۱۱۶

مراۃ العقول کے مصنف کی زبان سے مجلسی کو تو اس بھلے مانس نے رگید ڈالا مگر

[۱] طبری کو سنی سمجھنے والے پرلے درجے کے ناسمجھ اور بیوقوف ہیں طبری شیعہ تھا۔ اور اسی وجہ سے مرنے کے بعد مسلمانوں نے اسے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ ۱۲ مرزا یوسف حسن۔

مراۃ العقول کے عقیدہ کے متعلق کچھ بھی نہ کہہ سکا حالانکہ وہ بھی نبی کی چار بیٹیوں کا قائل ہے۔

نہج البلاغہ کے متعلق مؤلف البتول کہتا ہے کہ یہ لفظ علیؓ کے نہیں اور اس کلام کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی (صہ ۱۱۷)

کیا عجیب استدلال ہے۔ اصول کافی کی روایت کے متعلق اسماعیل کہتا ہے کہ یہ تاریخی روایت ہے جو سنیوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔

کتاب الخصال کی روایت کے متعلق یہی مولوی اسمٰعیل کہتا ہے کہ اس کا آخری راوی علی بن حمزہ ابو بصیر کا قائد تھا۔ اور جھوٹا تھا۔

میاں جھوٹا تھا یا سچا آپ کے ابو بصیر کا قائد تھا۔ کیا علی بن حمزہ جھوٹا تھا تو باقی کتب کے مصنفینؒ بھی جھوٹے تھے۔

حیات القلوب کی روایت کے متعلق مولوی اسمٰعیل کہتا ہے کہ اس کا راوی سعدہ بن صدقہ سنی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں یوسف حسین ہو یا اسماعیل اب وہ اپنی امہات الکتب کی روایات کو تاریخی روایات کہیں یا ان کے راویوں کو جھوٹا کہیں ان کا گلا اس پھندے میں پھنس چکا ہے اور یہاں تک پھنس چکا ہے کہ بموجب روائت تحفۃ العوام، زاد المعاد مجلسی، تہذیب الاحکام سزاوار لعنت ہو چکے ہیں۔

اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا

"اے اللہ درود نازل فرما ام کلثومؓ پر اور جس نے نبیؐ کی بیٹی کو ایذا دی اس پر لعنت بھیج۔"

اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا

"اے اللہ درود نازل فرما ام کلثومؓ پر اور جس نے نبی اور اس کی بیٹی کو ام کلثوم کے بارے میں ایذا دی اس پر لعنت بھیج۔"

تحفۃ العوام میں سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کے

متعلق بالکل اسی قسم کے کلمات مرقوم ہیں۔

گویا نبی علیہ السلام کی دختران کا انکار ہی نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانا ہے اور نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والے ملعون ہیں۔

نبی نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو کیوں دیں (شیعیت کا اعتراض)

شیعہ مولویوں کی طرف سے بڑے دھڑلے کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔ ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یومنوا۔ اور تم نہ نکاح کرو عورتوں کا مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔

اس آیت پر بڑی تفصیل سے بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اگر زینبؓ، رقیہؓ، کلثومؓ نبی کی اپنی بیٹیاں تھیں۔ تو وہ مشرکین کو کیوں دیں گئیں۔

ان عقل کے اندھوں کو یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ اگر نبی کی بیٹیاں نہ تھیں۔ تھیں۔ تو اس صورت میں جب کہ وہ نبی کی تربیت میں تھیں۔ اور بقول تمہارے وہ نبی کی بیٹیاں کہلاتی تھی۔ اس صورت میں نبی نے کیسے گوارا کر لیا۔ کہ منہ بولی بیٹیوں کو مشرکین سے بیاہ دیں۔

نبی نے تبلیغ اسلام کے لئے مشرکین کو اپنی بیٹیاں دیں۔

شیعیت کا اعتراف

ادھر یہ لوگ ولا تنکحوا المشرکین کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے اور دوسری طرف ان کے گرو حیات القلوب میں سب کے کان کاٹ گئے۔ اس نے سرے سے نبیؐ کی نبوت پر ہی کلہاڑا چلا دیا لکھتا ہے۔

"پس اگر دختران بعثمان دادہ باشد بنا برآں کہ درظاہر داخل مسلماناں بودہ است۔ دلالت نمے کند برآں کہ درباطن کافر بودہ است و تالیف قلب ایشاں و دختر خواستن از ایشاں

ٹ ملاحظہ ہوں۔ جوابات بشیر انصاری۔ مندرجہ بنات الرسول صـ۲۲ اور ظہور الحسن کا خط صـ ۲۳

و دختر دادن بایشاں در ترویج دین اسلام و اعلائے کلمۃ الحق مدخلیت داشت و دراینہا مصالح بے شمار بود کہ اکثر آنہا بر عاقل مقابل پوشیدہ نیست و اگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں مے نمود اسلام ظاہر ایشاں را قبول نمی فرمودیاں جناب بغیر از قلیلے منعملے ماند نمہ چنانچہ بعد از آں بامیرالمومنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند (حیات القلوب صـ ۵۷۱)

ترجمہ:۔ اگر نبی نے اپنی بیٹی عثمانؓ کو دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عثمانؓ بظاہر مسلمان تھا۔ اس کی مسلمانی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ باطن کا فر نہ تھا۔ اور ان کی تالیف قلب کرنا اور ان سے رشتے چاہنا ان کی لڑکیاں دینا دین حق کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بڑا کام تھا اور اس میں بے شمار مصلحتیں تھیں جو اکثر عقل مندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور اگر نبی علیہ السلام ان کا نفاق ظاہر فرماتے اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول نہ فرماتے تو آں حضرت کے ساتھ چند کمزوروں کے سوا کوئی نہ ہوتا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علی کے ساتھ تین چار آدمیوں سے زیادہ کوئی نہ تھا۔"

تضادی تضاد

بنات الرسولؐ کے متعلق ان کی امہات الکتب کہتی ہی کہ وہ چار تھیں اور ان کے چند پس آئندگان الاپتے ہیں کہ اگر وہ نبی کی بیٹی تھیں تو نبیؐ نے مشرکین کو کیوں دیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ولا تنکحوا المشرکین کا ارشاد موجود ہے۔ اور نبی کو نبوت سے پہلے بھی اپنی نبوت کا علم ہوتا ہے۔

مگر مصنف حیات القلوب کا واکھیان ہے کہ نبی نے مشرکین کو اس لئے لڑکیاں دیں۔ کہ تبلیغ اسلام کے لئے ان کی تالیف قلب مطلوب تھیں۔ گویا نبی مشرکین کو بیٹیاں دے کر ان کو مسلمان بناتا رہا۔ مگر وہ پھر بھی مسلمان نہ ہوئے اور منافق ہی رہے۔ بقول ان کے جیسا کہ نبی کی وفات کے بعد معلوم ہو گیا۔ یعنی سوائے تین چار کے کوئی مسلمان نہ رہا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یہاں ایک معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی ان کی لغو بیانیوں، بہتان طرازیوں اور غلط بیانیوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ لوگ یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ کی بہت بڑی سازش کے بری طرح شکار ہو چکے ہیں۔ اور ان کی عقل تک ماری گئی ہے کہ یہ لوگ جامہ انسانیت میں اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سے بھی اسفل ترین مقام پہ پہنچ چکے ہیں۔

اسی ضمن میں کسی ظہور الحسن کوثری کا ایک خط جو بنات الرسول میں طبع ہو چکا ہے قابل مطالعہ ہے وہ لکھتا ہے کہ۔

رسول امت کی جن عورتوں سے نکاح کرے وہ امت کی مائیں ہیں اور مسلمان ان کو ام المومنین کہتے ہیں۔ جب امتی عورتیں نبی کے نکاح میں آ کر امت کے لئے حرام ہو جائیں۔ تو رسول کی بیٹیاں امت کے لئے کیسے حلال ہوں گی۔ اور ہم رسول کی ازواج کو ام المومنین کہتے ہیں۔ اسی لئے نکاح حرام کہ امت کے بیٹے اور یہ ماں کی بیٹی کیا لگی۔

مومنین کا مستر پوستی اس دلیل سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی سوائے فاطمہ رض کے دوسری بیٹیاں نہ تھیں۔ اگر تھیں تو وہ امت کے لئے حلال نہ تھیں۔ یہ لکھتے ہوئے اسے یہ نظر نہ آیا کہ اس طرح میں علی رض اور علی رض کی تمام اولاد کو امت سے خارج کر رہا ہوں۔

ا ظہور حسین نے جلاء العیون کا ترجمہ کیا ہے اور بعض مقامات پر اس نے حاشیہ آرائی میں بڑے بڑے گل کھلائے ہیں۔ اپنا خاندانی شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہمارے بزرگوں میں چار بھائی تھے۔ ان کی اولاد سادات ففلو، سادات سوندے، سادات اوڈے اور سادات موجو کے نام سے مشہور ہوئے۔ ظہور الحسن موجو کی اولاد سے ہوا۔ جو سادات پوستی کے نام سے مشہور ہوا۔ (جلاء العیون جلد ا صـ۱۳) معلوم نہیں آئمہ معصومین میں سے کسی امام سے بشارت پا کر کبھی رفیع محمد صاحب نے اپنی اولاد کے نام اس قسم کے رکھے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اس مقام پر وہ اس بات کو بھی بھول گیا کہ ایک مسلمان یا نبی ہوگا یا امتی ہوگا۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ علی رض اور اولاد علی رض میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ امت سے انہیں پوستی نے خارج کر دیا۔ تو بتایئے وہ کون تھے اور تم فاطمیت کے مدعی کون ہو؟ کیا تم پیغمبر ہو یا امتی ہو۔؟

دنیا میں ہزاروں فاطمی شہزادیاں تمہارے "گنہ گار امتیوں" کے گھر اولادیں پیدا کرتی رہی ہیں۔ اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور لاکھوں "امتیانیاں" تمہارے ان فاطمی پیغمبروں کے گھروں میں "پیغمبر پیدا" کرتی رہیں۔ اور آج تک پیدا کرتی چلی آ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کا نور ایمان سلب کر لیتا ہے۔ اور ایسی بے تکی واہی تباہی بکنا شروع کر دیتا ہے جس کا نہ کوئی سر ہوتا ہے نہ پیر اور جہلاء کا ایک گروہ اس مخبوط الحواس کے پیچھے بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح چل پڑتا ہے۔ ا

امہات المومنین رض

میں اس موضوع پر "امہات المومنین" کے مقدمہ میں تفصیلی بحث کر چکا ہوں۔ شیعیت کی دنیا میں سوائے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سب کی سب منافقہ اور مشرکہ تھیں۔ اور ان سب میں سے ام المومنین صدیقہ رض کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین سیدہ حفصہ رض کے زیادہ دشمن ہیں حالانکہ قرآنی زبان میں یہ سب امت کی مائیں ہیں اور لطف یہ کہ جس طرح نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ان سے کسی امتی کا نکاح جائز نہیں اسی طرح ان کے علاوہ نبی علیہ السلام کو کسی اور عورت سے نکاح کی اجازت نہیں تھی۔ آیۂ تطہیر کے متعلق گذشتہ صفحات میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ امہات المومنین کے حق

ا بنات الرسول کے موضوع پر شیعہ مولوی اسمٰعیل آنجہانی اور مولوی عبدالستار تونسوی کے درمیان چوک ڈھیل (بہاولپور) میں ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا جس میں اسمٰعیل کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

میں نازل ہوئی تھی سو اہل بیت کا منصب انہیں ہی لا تحقا چوں کہ نبی علیہ السلام کی ازواج میں سے سیدہ عائشہ رضؓ ہی باکرہ تھیں۔

جب شیعوں نے دیکھا کہ اس خصوصیت کی حامل صرف سیدہ عائشہ رضؓ ہی ہیں۔ تو انہوں نے یہاں اس عظیم دروغ گوئی سے کام لیا جو ان کی تمام کذب بیانیوں پر بھاری ہے یعنی سیدہ خدیجہ رضؓ کو باکرہ بنا کر پیش کیا۔ چنانچہ "البتول" کا مؤلف مرزا یوسف حسین لکھتا ہے۔

احمد بلاذری اور ابو القاسم نے اپنی کتابوں میں اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر نے تلخیص میں بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت خدیجہ رضؓ کا عقد آں حضرتؐ سے ہوا تو وہ باکرہ تھیں۔ یعنی پہلے شوہر سے بکارت محفوظ رہی (مناقب آل ابی طالب جلد ۱ صد ۱۵۹)

طبع مبئی ۱۳۱۳ھ مراۃ العقول صد ۳۵۲ (بحوالہ البتول صد ۸۸)

ایک استفتاء کے جواب میں ا۔ وباللہ التوفیق اصح یہی ہے کہ جناب خدیجہؓ سلام اللہ علیہا کا کوئی شوہر جناب رسالت مآبؐ کے نہ تھا۔ اس امر کا کتاب البدع المحدثہ سے بخوبی ہوتا ہے (ایضاً صد ۸۹)

کوئی ان بد باطن اور کذاب لوگوں کی بد باطنی اور کذب کا کہاں تک رونا روئے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۸۸ پر لکھتا ہے کہ پہلے شوہروں سے آپ کی بکارت محفوظ رہی۔ یعنی آپ کے شوہر تھے اور صفحہ ۸۹ پر سرے سے نکاح سے ہی انکار کر دیتا ہے۔

اب شیعوں کے ایک اور محقق کا دیکھیاں ملاحظہ ہو تحفۃ العوام کی عبارت کے جواب کے متعلق لکھتا ہے بنت نبیک کی اضافت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے یعنی ربیبہ لڑکیاں مراد ہیں۔ آگے چل کر لکھتا ہے بنات رسول اللہ من خدیجہ کہ جناب آپ کی بیوی کی لڑکیوں کو بنات رسول اللہ کہا جاتا ہے ۵۲۔

۵۲: مولوی اسماعیل ۵۲ بنات الرسولؐ میں اسماعیل کا مکمل خط ملاحظہ کیجئے حاشیہ پر صفحہ ۱۵۲ ملاحظہ ہو۔

ان حضرات کی تضاد بیانیوں کو دیکھیں کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضؓ کا مقام بلند کرنے کے دکھانے کے لئے یہ لوگ کس قسم کی کذب بیانیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں، ایک آپ کو باکرہ کہتا ہے، دوسرا کہتا ہے شوہر دار تھیں لیکن ان سے بکارت محفوظ رہی۔ تیسرا کہتا ہے نبی علیہ السلام کی بیٹیاں سیدہ خدیجہ رضؓ کے بطن سے تھیں، مگر پہلے خاوندوں سے تھیں۔ اور وہ آپ کی ربیبہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بد باطن لوگوں کی محبت سے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضؓ کو محفوظ رکھے ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ سیدہ کی وفات کے بعد اگر ان کی کوئی ملنے والی بھی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی تو آپ اس کی انتہائی تعظیم فرماتے تھے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضؓ کے فضائل بے شمار ہیں۔ ایک بار نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ تو خدیجہ رضؓ نے تصدیق کی، جب میں نادار تھا۔ تو خدیجہ رضؓ نے مجھے مال دیا۔ جب قوم نے مجھے ستایا۔ تو خدیجہ رضؓ نے مجھے پناہ دی۔ اَوْ کَمَا قَالَ۔

اس قسم کے حقیقی فضائل کو نظر انداز کر کے اس قسم کی بحث کہ وہ باکرہ تھیں وغیرہ وغیرہ، کتنا سوقیانہ اور مبتذل انداز ہے۔

صدیقہ کائنات رضؓ سے ان لوگوں کی دشمنی ظاہر و باہر ہے اگر ان لوگوں کے نام اس ضمن میں بکواسات جمع کئے جائیں۔ تو وہ بجائے خود ایک دفتر بن سکتا ہے چند نظائر صرف مقبول کے ترجمہ والے قرآن سے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) تواتر کی حد تک یہ بات صحیح ہے کہ ان الذین جاؤک بالافک صدیقہ کائنات رضؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر یہ کہتے ہیں ام المومنین ماریہ قبطیہ کے حق میں نازل ہوئی (ترجمہ مقبول ع ۷ ۱۰۲ ص ۶۹۹)

(۲) من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اس سے مراد ہے تلوار لے کر نکلنا۔ جنگ جمل کے واقعہ کی رو سے یہ آیت عائشہ رضؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ (حاشیہ صد ۸۴۰)

۳- وقرن فی بیوتکن الخ کے تحت لکھا ہے کہ عائشہ رضؓ نے اس کے خلاف کیا۔ فرمایا رسول اللہ نے وہ اسی ہزار آدمی لے کر علیؑ کے مقابلہ میں نکلے گی، علیؓ اسے قید کر کے چھوڑ دیں گے۔ (ایضاً صد ۸۱۴)

۴- یاایھا الذین لم تحرم کی طویل عبارت کے بعد لکھا ہے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ نے نبی علیہ السلام کو زہر دینے کا ارادہ کیا۔ کہ جبرائیلؑ نے نبی علیہ السلام کو بتلا دیا۔ مگر نبی علیہ السلام نے اعراض فرمایا (ایضاً صد ۱۱۷)

۵- نبی علیہ السلام کی ازواج فرماں بردار کم تھیں اور نافرمان زیادہ (ایضاً صد ۱۱۸)

شیعیت کی دسیسہ کاریاں اس حد تک بڑھی ہوئی ہیں۔ کہ ان کے نزدیک تمام دنیا کے شیاطین سے بدتر نبی کے ساتھی تھے۔ ان لوگوں کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھیئے۔ خواہ وہ کسی موضوع پر ہو اس میں ان کی تان صرف اس بات پہ ٹوٹے گی کہ نبی کے صحابی اور نبی کی بیویاں تمام دنیا کی مخلوق میں بدسے بھی بدتر ہیں۔

چنانچہ کوئی مرتضیٰ حسین لکھنوی ہے جو شیعہ مطالبات کمیٹی کا ممبر ہے۔ اس نے نسیم اللغات کے نام سے لغت کی ایک کتاب لکھی ہے چنانچہ لفظ علی رضؓ کے تحت لکھتا ہے کہ جنگ کے موقع پر علی رضؓ سے مدد کے مانگنے کے واسطے بولا جاتا ہے۔ تلوار اٹھاتے وقت، پٹے بازی کرتے وقت غرضیکہ...... ایسے تمام کاموں کے وقت مسلمان "علی علی" کہتے ہیں۔ (حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے)

امّ رمل سلمٰی بنت امّ قرفہ

(واقعہ الحوب)

سہل اور ابو یعقوب سے مروی ہے، غطفان کے شکست خوردہ اور مفرور لوگ ظفر آئے۔ یہاں امّ رمل سلمٰی مالک بن خدیفہ بدر کی بیٹی جو اپنی ماں امّ قرفہ بنت ربیعہ بن خلاف بن بدر کے بالکل مشابہ تھی رہا کرتی تھی۔ امّ قرفہ مالک بن خدیفہ کی بیوی تھی اور اس کے بطن سے مالک کی اولاد قرفہ، حکمہ، جراشہ، رمل

حصین، شریک، عبد، زفر، معاویہ، حملہ، قیس اور لایا پیدا ہوئے۔ ان میں سے حکمہ کو رسول اللہؐ نے اس روز جب کہ عیینہ بن حصین نے مویشیوں پر غارت گری کی قتل کا حکم دیا۔ ابو قتادہؓ نے حکمہ کو قتل کیا۔

امّ سلمٰی کا خروج

غرضیکہ یہ تمام مفرور سلمٰی کے پاس جا کر جو عزت میں اپنی ماں جیسی تھی جمع ہوئے۔ اس نے ان لوگوں کو ان کی شکست پر غیرت دلائی۔ اور جنگ کا حکم دیا۔ اور پھر خود بھی قبائل میں گھوم گھوم کر ان کو خالد کے مقابلہ پر اکسایا۔ اس طرح ایک بڑی جماعت اس کے پاس جمع ہو گئی۔ اور اب وہ پھر جنگ کے لئے دلیر ہو گئے۔ ہر جانب سے بچھڑے بھٹکے اس کے پاس آ گئے اس سے قبل امّ قرفہ کی زندگی میں قید ہو کر عائشہؓ کو ملی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ عرصہ تک ان کے پاس رہی۔ ایک مرتبہ رسول اللہؐ عائشہ رضؓ کے پاس آئے اور فرمانے لگے تم میں سے ایک حوأب کے کتے بھونکائے گی۔ سلمٰی نے مرتد ہونے کے بعد رسول اللہؐ کی اس بات کو پورا کیا۔ اور اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے آمادہ ہوئی۔ امّ سلمہؓ نے لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کے لئے اس نے ظفر سے حوب تک کے علاقہ میں بار ہا چکر لگائے اور ان قبائل، غطفان، ہوازن، سلیم، اسد اور طے کے وہ تمام لوگ جو جنگ سے مفرور ہو کر بے یار و مددگار مصیبت کے دن بسر کر رہے تھے۔ اس کے پاس ایک اور کوشش کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

امّ سلمٰی کا قتل

خالدؓ کو اس کی اطلاع ہوئی، وہ اس وقت مجرموں کی گرفتاریوں زکوٰۃ کی تحصیل، دعوتِ اسلام اور لوگوں کی تسکین میں منہمک تھے۔ اس عورت کے مقابلہ پر بڑھے۔ اب تک اس کی شوکت اور طاقت بہت بڑھ چکی تھی۔ اور اس کا مقابلہ کرنا اب آسان کام نہیں رہا تھا۔ خالدؓ اس سے اور اس کی جمعیتوں سے مقابل جنگ کے لئے فروکش ہو گئے۔ نہایت شدید اور خون ریز جنگ ہوئی، وہ جنگ کے وقت اپنی ماں کی شان کی طرح اس کے اونٹ پر سوار اپنی فوج کو لڑا رہی تھی۔ اس روز خاصا کے جمع ہی غصہ کا

ایک خاندان اور حاربہ اور غنم کے خاندان کے خاندان صاف ہو گئے۔ کامل کے کئی آدمی کام آئے، یہی بہت زیادہ جان بازی سے جنگ لڑ رہے تھے۔ آخر کار خالدؓ کے شہسواروں نے اس اونٹ پر یورش کر کے اسے ذبح اور سلمٰہ کو قتل کر ڈالا۔ اس کے اونٹ کے گرد تقریباً سو آدمی مارے گئے۔

(ترجمہ تاریخ طبری حصہ دوم خلافت راشدہ صفحات ۸۲، ۸۳) یہی واقعہ ذرا اختصار سے ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل رسولؐ اور خلفائے رسولؐ کے ص ۲۴۰ ....

(تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ اول ص ۲۹۲)

الحوب یا حواب کے چشمہ کا واقعہ ان سطور میں طبری نے بالکل صحیح لکھا ہے مگر جب اسے شیعیت کا مروڑ اٹھا تو اس کی ہیئت بدل کر رکھ دی۔ چنانچہ آگے چل کر الحوب کی تمام داستان صدیقۂ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی طرف منسوب کر دی (ملاحظہ ہو تاریخ طبری حصہ سوم، خلافت راشدہ حصہ سوم ص ۱۸۶)

طبری کو غالباً یہ واقعہ ام المومنین کی طرف منسوب کرتے ہوئے یاد ہی نہ رہا کہ اس سے پہلے الحوب سے متعلق ہی تفصیلی طور پر صحیح واقعہ لکھ چکا ہوں۔ اور اسی طرح ابن خلدون نے بھی مکھی پہ مکھی ماری ہے۔ ام زمل سلمہ کے متعلق جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا حوالہ گذشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے کہ تمام لوگ حوائب کے مقام پر ام سلمہ کے پاس جمع ہوئے (ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اللہ اور خلفائے رسول ص ۴۸۶)

مگر دوبارہ طبری کی تاریخ کی تقلید میں حضرت ام المومنین عائشہؓ پر الحوب پر کتے بھونکا رہا ہے۔

(ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اور خلفائے رسول ص ۴۸۶)

متاخرین کے نزدیک ابن خلدون کو تاریخ میں ایک مسلّمہ مقام حاصل ہے اس طرف کبھی کسی نے توجہ نہیں دی کہ ابن خلدون کی تاریخ تمام تر ابن جریر طبری کا چربہ ہے۔

چنانچہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ یہاں نے جو کلی و جزوی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ کبیر تالیف محمد جریر طبری کا خلاصہ ہے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اللہ و خلفائے رسول ص ۵۵۸ سطر ۱۵)

صرف علیؓ فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہی کیوں؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی علیہ السلام کی عترت کی فہرست اتنی طویل ہے تو پھر صرف علیؓ فاطمہؓ اور ان کی اولاد کو ہی فضیلت کیوں دی جا رہی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقیدہ میں نبی علیہ السلام کی تمام عترت واجب التعظیم ہے اگر کسی میں کوئی بزرگی یا فضیلت ہے تو وہ اس کے ذاتی اوصاف ہیں نہ کہ نسبی لحاظ سے انہیں واجب التعظیم سمجھا جائے۔ کہ وہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اولاد ہیں۔ پھر یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ سیدنا علیؓ کی اس اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو ان کی دوسری بیویوں سے تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسنینؓ کی فضیلت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ حضرت سیدہؓ کے بطن سے تھے۔ آگے چل کر حسنینؓ کی اولاد میں سے بھی صرف چند کو فضائل و محامد کا حامل قرار دیا گیا ہے باقی میں سے کسی کو کذاب کہا گیا، کسی کو فاسق و فاجر گردانا گیا اور کسی کو بدکردار کہا گیا۔ آخر ایسا کیوں کیا جاتا رہا؟

افسوس کہ اس طرف کسی نے توجہ نہ دی کہ نبی علیہ السلام کی تمام اولاد آں حضرت کی زندگی میں ہی فوت ہو چکی تھی۔ اس صورت میں فطری تقاضا یہ تھا کہ سب اولاد کی محبت کا مظہر اب حضرت سیدہؓ رہ گئی تھیں۔ ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی، کہ سیدہ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ کی زندگی میں نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہؓ کو ان پر ترجیح دی ہو۔

ایک خاندان اور حارثہ اور غنم کے خاندان صاف ہو گئے کامل کے کئی آدمی کام آئے، یہی بہت زیادہ جان بازی سے جنگ لڑے تھے۔ آخر کار خالدؓ کے شہسواروں نے اس اونٹ پر یورش کر کے اسے ذبح اور سلمہؓ کو قتل کر ڈالا اس کے اونٹ کے گرد تقریباً سو آدمی مارے گئے۔

(ترجمہ تاریخ طبری حصہ دوم خلافت راشدہ صفحات ۸۲، ۸۳) یہی واقعہ ذرا اختصار سے ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل رسول ؐ اور خلفائے رسول ؐ کے ص ۲۴۰ ....

(تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ اول ص ۲۹۲)

الحوب یا حواب کے چشمہ کا واقعہ ان سطور میں طبری نے بالکل صحیح لکھا ہے مگر جب اسے شیعیت کا مروڑ اٹھا تو اس کی ہیئت بدل کر رکھ دی چنانچہ آگے چل کر الحوب کی تمام داستان صدیقۃ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی طرف منسوب کر دی (ملاحظہ ہو تاریخ طبری حصہ سوم، خلافت راشدہ حصہ سوم ص ۱۸۶)

طبری کو غالباً یہ واقعہ ام المومنین کی طرف منسوب کرتے ہوئے یاد ہی نہ رہا کہ اس سے پہلے الحوب سے متعلق میں تفصیلی طور پر صحیح واقعہ لکھ چکا ہوں۔ اور اسی طرح ابن خلدون نے بھی مکھی پہ مکھی ماری ہے، ام زمل سلمہ کے متعلق جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا حوالہ گذشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے کہ تمام لوگ حوائب کے مقام پر ام سلمہ کے پاس جمع ہوئے

(ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اللہ اور خلفائے رسول ص ۴۸۶)

مگر دوبارہ طبری کی تاریخ کی تقلید میں حضرت ام المومنین عائشہؓ پر الحوب پر کتے بھونکا رہا ہے۔

ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اور خلفائے رسول ص ۴۸۶)

متاخرین کے نزدیک ابن خلدون کو تاریخ میں ایک مسلمہ مقام حاصل ہے اس طرف کبھی کسی نے توجہ نہیں دی کہ ابن خلدون کی تاریخ تمام تر ابن جریر طبری کا چربہ ہے۔

چنانچہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ میں نے جو کلی وجزوی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ کبیر تالیف محمد جریر طبری کا خلاصہ ہے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول اللہ و خلفائے رسول ص ۵۵۸ سطر ۱۵)

صرف علیؓ فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہی کیوں؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی علیہ السلام کی عترت کی فہرست اتنی طویل ہے تو پھر صرف علیؓ، فاطمہؓ اور ان کی اولاد کو ہی فضیلت کیوں دی جا رہی ہے۔

ایک پہلی بات یہ ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقیدہ میں نبی علیہ السلام کی تمام عترت واجب التعظیم ہے اگر کسی میں کوئی بزرگی یا فضیلت ہے تو وہ اس کے ذاتی اوصاف ہیں نہ کہ نسبی لحاظ سے انہیں واجب التعظیم سمجھا جائے۔ کہ وہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اولاد ہیں۔ پھر یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ سیدنا علیؓ کی اس اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو ان کی دوسری بیویوں سے تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حسنینؓ کی فضیلت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ حضرت سیدہؓ کے بطن سے تھے۔ آگے چل کر حسنینؓ کی اولاد میں سے بھی صرف چند کو فضائل و محامد کا حامل قرار دیا گیا ہے باقی میں سے کسی کو کذاب کہا گیا کسی کو فاسق و فاجر گردانا گیا اور کسی کو بدکردار کہا گیا آخر ایسا کیوں کیا جاتا رہا؟

افسوس کہ اس طرف کسی نے توجہ نہ دی کہ نبی علیہ السلام کی تمام اولاد آں حضرت کی زندگی میں ہی فوت ہو چکی تھی۔ اس صورت میں فطری تقاضا یہ تھا کہ سب اولاد کی محبت کا مظہر اب حضرت سیدہؓ رہ گئی تھیں۔ ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ سیدہ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ کی زندگی میں نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہؓ کو ان پر ترجیح دی ہو۔

۳۔ شیعیت کا بانی حقیقت میں مجوس کا وہ گروہ تھا جس کے ممبر ابولؤلؤ فیروز نے سیدنا عمرؓ کو شہید کیا۔ وہ گروہ اس کے بعد درپردہ مصروف کار رہا۔ سیدنا ذوالنورین کی خلافت کے چھٹے سال ابن سبا نے جب اپنے طور پر اسلام دشمنی سرگرمیاں شروع کردیں تو یقیناً اسے مجوس کا تعاون بھی حاصل تھا۔ مگر مجوسی چونکہ غلامانہ حیثیت رکھتے تھے، اس لئے سامنے نہ آسکے۔ بہرحال سیدنا عثمانؓ کی شہادت میں مجوس کا پورا پورا التعاون حاصل تھا۔ اب یہاں پہنچ کر ان لوگوں کے لئے خانوادہٴ نبوت کی کسی اہم شخصیت کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہوگیا۔ ورنہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ ہم تباہ و برباد کردیئے جائیں گے۔ اس مقام پر انہیں سیدنا علیؓ کی ذات اس لئے اپنے حق میں موزوں نظر آئی۔ کہ آپ نبی علیہ السلام کے چچازاد بھی تھے اور داماد بھی تھے۔ اور جب سیدنا علیؓ بار خلافت اٹھانے کے لئے آمادہ ہوگئے تو اب اس گروہ نے ان کی فضیلت کے متعلق حدیثیں وضع کرنا شروع کردیں۔

اور پھر اس جھوٹ کو اس قدر دہرایا اور اس قدر پھیلایا اس قدر اس کی تشہیر کی کہ وہ عام لوگوں کی نظروں میں سچ نظر آنے لگا۔ مختلف مقامات پر اس جھوٹ نے مختلف شکلیں اختیار کیں یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کی کسی ایک بات پر بھی اس مذہب کے کوئی دو عالم متفق نظر نہیں آتے۔

سیدنا علیؓ کو اپنی زندگی میں ہی اس سازش کا علم ہوچکا تھا اور متعدد موقعوں پر ان لوگوں کو سرزنش بھی کرتے رہے مگر یہ جھوٹ اس قدر پھیل چکا تھا کہ اب اس کا روکنا ناممکنات سے ہوچکا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ تمام لوگوں نے سیدنا علیؓ کی دوسری اولاد کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اس کی بجائے تمام زور حسینؓ کی فضیلتوں پر صرف کرنا شروع کر دیا۔ اور جب سیدنا حسنؓ ان کی ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے تو انہیں بھی زہر دیدیا گیا۔

اگر نبی علیہ السلام کی وفات سے پہلے سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہوچکا ہوتا اور نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی اس وقت زندہ ہوتی اور صاحب اولاد ہوتی۔ تو یقیناً ان تمام فرضی فضیلتوں کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا۔

سادات بنو فاطمہؓ، سادات بنو امیہؓ اور سادات بنو عباسؓ یا دیگر سادات بنو ہاشم سب ایک دوسرے کو برابر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ واقعہ کربلا جسے تاریخ اسلام کا ایک اندوہناک المیہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان سب کی نظروں میں ایک المیہ ضرور تھا۔ جو ناگہانی طور پر پیش آیا۔

اس کے بعد ان لوگوں میں باقاعدہ مصاہرانہ تعلقات قائم ہوتے رہتے اور آپس میں بیاہ شادیاں کرتے رہے۔ اسی طرح علوی سادات کے عباسی سادات سے بدستور تعلقات قائم رہے۔

غرضیکہ وہ اس قدر آپس میں شیر و شکر تھے کہ جن علوی سادات نے اموی یا عباسی سادات کی خلافت کے زمانے میں خروج کئے ان میں سے بھی جو گرفتار ہوئے آزاد کردیئے جاتے رہے۔

مگر جو بیج مجوس نے بویا یہود نے پروان چڑھایا۔ وہ ایک دن تناور درخت بن چکا تھا۔ اور اس نے باقی عترت رسولؐ کو اس حد تک بدنام کیا اور چند بنو فاطمہؓ کی اس حد تک تعریف کی کہ آج یہ جاہلانہ اصطلاح ہر کس و ناکس کی زبان زد عام پر ہے کہ تم سید ہو یا امتی؟

نام نہاد مدعیانِ حُبِّ اہل بیت سے

۱۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ سیدنا حسین رضؓ کے کتنے بھائی کربلا میں شہید ہوئے اور کتنے زندہ بچے اور کتنے زخمی ہوئے جو بعد میں صحت یاب ہو کر عرصہ دراز تک زندہ رہے؟

۲۔ کیا ابوبکرؓ اور عثمانؓ نام کے سیدنا علیؓ کے دو بیٹے سیدنا حسینؓ کے ساتھ شہید نہیں ہوئے۔ یقیناً جواب اثبات میں ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کے ان کا تذکرہ آپ کی مجلس عزا میں ان کا نام نہیں لیا جاتا۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ اگر ابوبکرؓ یا عثمانؓ کی شہادت کا ذکر بھی آپ کی مجالس میں ہو تو اس سے آپ کے اس دجل وفریب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے جو آپ نے اصحاب ثلاثہؓ اور علیؓ کے درمیان بغض وعناد کا تیار کر رکھا ہے۔

۳۔ کیا سیدہ فاطمہؓ بنت حسینؓ اپنے شوہر حسن المثنیٰؓ ابن الحسنؓ کے ساتھ موجود نہ تھیں۔ اگر یہ میاں بیوی بھی کربلا میں موجود تھے تو ان کا نام آپ کی مجالس عزا میں کیوں نہیں لیا جاتا۔ کیا سیدنا حسن المثنیٰ اپنے جرم کی وجہ سے کہ وہ باقی تمام زندگی آپ کے مزعومہ عقائد سے متنفر رہے آج تک آپ کی محافل ومجالس سے باہر دھکیل دیئے گئے۔ کیا فاطمہؓ بنت الحسینؓ اس وجہ سے نظر انداز کر دی گئی۔ کہ وہ سیدنا طلحہؓ کی دوہتی تھیں اور طلحہؓ نے سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ بلکہ جنگ جمل میں صدیقہ کائناتؓ کے لشکر میں تھے۔ اور مزید یہ کہ سیدہ فاطمہؓ کا فرضی نکاح قاسم بن حسنؓ کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن۔ سیدہ فاطمہؓ کی بجائے سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ کو خوردسال بچی

ظاہر کر کے یہاں تک دجل وفریب اور کذب وافتراء سے کام لیا گیا ہے کہ موصوفہ کو شام کی جیل میں تشدد کی تاب نہ لا کر شہید ہوتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

۴۔ کیا آپ کی کتب میں یہ موجود نہیں کہ سیدہ سکینہؓ جوان اور شادی شدہ تھیں ان کا پہلا نکاح عبداللہؓ بن الحسنؓ سے ہوا (ناسخ التواریخ والاغانی جلد ۱۴ ص ۱۶۳) دوسرا نکاح مصعبؓ بن الزبیرؓ سے ہوا یہ مصعبؓ اس عبداللہؓ کے بھائی تھے۔ جو حسینؓ کے سب سے بڑے سیاسی حریف تھے اور زبیرؓ بھی جنگ جمل میں صدیقہؓ کائنات کی فوج میں تھے۔ آگے چل کر سیدہ سکینہؓ نے تو شیعیت کا قلعہ ہی مسمار کر کے رکھ دیا۔ یعنی تیسرا نکاح الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے کیا۔ اور اس حالت میں الاصبغ کے نکاح میں اس سے پہلے سیدہ ام یزید بنت یزید موجود تھیں اور چوتھا نکاح زیدؓ بن عمرؓ بن سیدنا عثمانؓ سے کیا۔ اس سکینہ کو شام کے قیدخانہ میں تشدد دے مروا دینا شاید اسی وجہ سے تھا کہ موصوفہ نے لگاتار تین نکاح غیر علویوں سے کئے جن میں سے ایک اموی تھا۔

۵۔ کیا واقعہ کربلا میں سیدہ ربابؓ موجود نہ تھیں جو سیدنا حسینؓ کی محبوب زوجہ اور سیدہ سکینہ کی والدہ تھیں۔ انہیں شاید اس لئے نظر انداز کر دیا گیا کہ سیدہ ربابؓ اور سیدہ میسونہ یعنی امیر یزید کی ماں ایک ہی خاندان سے تھیں۔ شام کے قید خانے کے فرضی مظالم کے ان لوگوں کو یہ کیوں نظر نہیں آیا [illegible] سیدہ رباب اور سکینہ کا شام پہنچنا گویا اپنے ننھیال اور ددھیال جانا تھا اور سیدہ رباب کی بجائے اس سولہ سالہ مجوسی لونڈے جو سیدنا عثمانؓ کی خلافت میں قتل ہوا۔ اس کے ہاں شہربانو ایک فرضی بیٹی پیدا کر کے سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں حسینؓ کے نکاح میں دے دی۔ اور اسے علیؓ (زین العابدینؒ) کی ماں بنا کر پیش کیا۔

سلہ خیالی شہربانو کے تفصیلی حالات اپنی جگہ پر آئیں گے۔

٦۔ کیا سیّدنا عبیداللہ بن سیّدنا عباسؑ بن سیّدنا علیؓ کربلا میں موجود نہیں تھے۔ عباسؓ کو تو "علمدار" عباس بنا دیا گیا مگر ان کے بیٹے عبیداللہ کے نام سے بھی واقف نہیں۔ کیا صرف اس جرم میں ان کے نام کا پتہ کاٹ دیا کہ وہ کربلا میں زندہ بچ کر شام پہنچے۔ پھر مدینہ آئے اور تمام عمر رفض و سبائیت سے سخت بیزار اور متنفر رہے۔

٧۔ کیا سیّدنا زیدؒ بن الحسنؒ بھی کربلا میں موجود نہ تھے۔ آپ زخمی ہوئے سرکاری طور پر آپ کا علاج ہوا۔ پھر آپ مدینہ پہنچے۔ اور تمام عمر مجوسیت و یہودیت کے اس مرکب سے متنفر رہے۔ ان کے امویوں سے نہایت گہرے تعلقات تھے۔ ان کی بیٹی سیّدہ نفیسہ ولید اوّل اموی کے نکاح میں تھی۔ یعنی کربلا میں بچ جانے والوں نے اپنی بیٹیاں ان لوگوں کو دیں۔ جنہیں آج کے رافضی لعنتی اور کافر کہتے ہیں اور سیّدہ سکینہ بنت الحسینؒ نے خود ایک اموی شہزادے سے نکاح کرکے رفض کا بیڑہ ہی غرق کر دیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر سیّدہ سکینہ نے ایک اور ظلم ڈھایا یعنی اپنی بیٹی سیّدہ ربیحہ بنت عبداللہ بن الحسن کا نکاح امیر عباس بن امیرالمومنین ولید اموی سے کر دیا (جمہرۃ الانساب)

ان نام نہاد محبینِ اہل بیت کو اپنی کتب میں دیگر علویوں کے نام کیوں نظر نہیں آتے جو سانحہ کربلا میں مقتول ہوئے۔ کیا سیّدنا حسنؓ کے ان چار بیٹوں نے اپنے چچا کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش نہیں کیا تھا۔؟ ابوبکر بن حسن (قمقام) احمد بن حسن (سیر الائمہ) عبداللہ اکبر بن حسن (قمقام) و سیر الائمہ) قاسم بن حسن (ان کا نام تمام کتب میں موجود ہے) کیا سیّدنا علیؓ کے ان بیٹوں کے نام ان کی کتب میں موجود نہیں۔ جو اپنے بھائی حسینؓ پر پروانہ وار نثار ہو گئے۔ ابوبکر بن علی (ریاض الشہادۃ) جعفر بن علی (زیارت ناحیہ) جعفر اکبر بن علی (سیر الائمہ) عبداللہ اکبر بن علی (سیر الائمہ) عبداللہ ثانی

بن علیؓ (سیر الائمہ) عثمان بن علیؓ (قمقام) عمر بن علیؓ (قمقام) عون بن علیؓ (ریاض الشہادۃ) محمد بن علیؓ (زیارت ناحیہ) —— کیا سیدنا عقیل کی اولاد میں سے جعفر (زیارت ناحیہ) عبدالرحمٰن (قمقام) عبداللہ اکبر، سیرۃ الائمہ) عبداللہ اصغر (اکسیر التواریخ) اور علی (قمقام) نے اپنے چچازاد، بھائی کے لئے کربلا میں اپنا خون نہیں بہایا تھا۔ کہ آج تم لوگ ان کا نام لینا بھی اس لئے گوارہ نہیں کرتے کہ وہ سیدنا عقیل کے بیٹے تھے، اور موصوف تمام زندگی سیّدنا علی کے موقف کے خلاف رہے۔ اگر سیّدنا عقیل کے بیٹوں کا ہی آپ کے دل میں احترام نہیں تو پوتوں کا کیا ذکر ہے مگر میں ارباب بصیرت کے لئے سیدنا عقیل کے پوتوں کا نام بھی پیش کرتا ہوں۔

١۔ احمد بن محمد بن عقیل (سیر الائمہ) ٢۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل (جلاء العیون)

٣۔ محمد بن مسلم بن عقیل (ریاض الشہادہ) محمد بن ابوسعید بن عقیل (قمقام) ایک کتاب میں عامر بن مسلم بن عقیل کا نام بھی نظر سے گزرا ہے۔ اور ان سب کی بجائے سیدہ زینب کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کے عون اور محمد دو فرضی بیٹے بنا کر کربلا میں پہنچائے گئے جن کی عمریں آٹھ آٹھ دس دس سال بیان کی گئیں اور پھر بڑے طویل رجزیہ کلام انسے منسوب کرکے معرکہ کارزار میں رستم و اسفندیار کی طرح تلواریں چلاتے ہوئے دکھایا گیا اور پھر شہید ہوتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔

حالانکہ سیّدنا عبداللہ کا سیّدہ زینب کے بطن سے صرف ایک ہی بیٹا علی الزینبی تھا۔ جو سیّدنا عبداللہ نے سیّدہ زینب کو طلاق دینے کے بعد اپنے پاس روک لیا تھا۔ البتہ عون اور محمد سیّدہ کے دیور تھے ان کا کربلا میں مقتول ہونا بیان کیا جاتا تو کسی حد تک درست ہے۔ البتہ عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں ضرور موجود تھے۔ صاحب قمقام کی روایت کے مطابق خوصا کے بطن سے تھے۔ اور اپنے چچا کے لئے جان ہار گئے۔ کیا یہ لوگ عترتِ رسولؐ سے خارج تھے؟ کیا یہ مزعومہ

اہل بیت سے نہیں تھے۔ کہ یہ سب کے سب کربلا میں حسینؓ کے ساتھ موجود نہیں تھے۔ کیا کربلا میں جو مفروضہ سختیاں حسینؓ نے برداشت کیں یہ لوگ ان سے بچے رہے۔ کیا حسینؓ کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش نہیں کئے؟ پھر ان کے تذکروں سے آپ کو کیوں مفر ہے؟ کیا ان کی اولادوں کا یہ جرم ہے کہ وہ اپنی تمام زندگی خلفائے وقت کے جاں نثار رفیق اور دوست رہے ہیں؟

کیا کسی رافضی نے کربلا میں زندہ بچ جانے والے علویوں (علی) زین العابدین زید بن علی، محمد باقر، عبید اللہ بن عباس، حسن المثنیٰ، سیدہ سکینہ، سیدہ زینب اور سیدہ فاطمہ وغیرہ سے جو کربلا میں موجود تھے۔ ان فرضی مظالم کے متعلق کوئی روایت بیان کی ہے۔

وہ سب کے سب ان "محبین اہل بیت" سے تمام عمر بیزار رہے اور اسی لئے آج تک ان لوگوں کی مجالس و محافل میں بھول کر بھی ان پاکباز ہستیوں کا نام نہیں لیا جاتا۔

دوسرا باب

شیعیت اسلام کی کیوں دشمن ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی فتوحات۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی زندگی میں ہی یہود کا قلع قمع کر دیا تھا کچھ مر گئے کچھ اسلامی مملکت سے باہر چلے گئے۔ بظاہر ان کا قصہ ختم ہو گیا۔ یہ صدمہ یہود کے لئے ناقابلِ فراموش تھا۔ بعض نے منافقانہ اسلام قبول کر کے مملکتِ اسلامیہ میں سکونت اختیار کر لی، دولت مندی، ذہانت، عیاری، چالاکی اور ابن الوقتی کے وسائل کے سایہ میں انہوں نے زیر زمین نہایت احتیاط سے ایک تحریک کی طرح ڈالی اور ہمہ تن اس کے پروان چڑھانے میں منہمک ہو گئے۔ صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں بھی یہ اپنے کام میں مصروف رہے۔ اور جب فاروق اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ آیا۔ تو ان کی زیر زمین تحریک کافی منظم ہو چکی تھی۔ مگر نہایت محتاط۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دنیا کی دو عظیم سلطنتیں سطح ارضی پر کوس لمن الملک بجا رہی تھیں مشرق میں ہزار ہا سالہ مجوسی سلطنت تھی۔ اور مغرب میں عیسائی سلطنت تھی۔ حضورؐ کی زندگی میں آپس میں ان کے درمیان دو جنگیں بھی ہو چکی تھی۔ اب اسلام کے خلاف اپنے اپنے طور پر پامال کر یہ حکومتیں کوئی قدم اٹھاتیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے قادسیہ اور یرموک کے معرکوں میں ان کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اور ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ حالات کے تقاضوں کے تحت ضروری سمجھا گیا کہ مجوسیوں کو سطح ارضی سے نیست و نابود کرنے میں پہل کی جائے۔ چنانچہ اسلامی افواجِ قاہرہ نے ایرانی تاجدار یزدگرد کو فارس کی آخری حدود سے بھی باہر نکال دیا

اب آگے اساس تشیع در ایران کے ذیلی عنوان سے تجلیات روح ایرانی در ادوار تاریخی کے شیعہ مصنف حسین کاظم زادہ کی زبان سے سنیئے:۔

"جس دن سے کہ سعد بن ابی وقاص رضؓ نے خلیفہ دوم کی جانب سے ایران کو فتح کیا اور اس پر غلبہ پایا ایرانیوں کے دلوں کے اندر کینہ و انتقام کا یہ جذبہ متعدد مواقع پر ظاہر ہوتا اور پردہ سے باہر آتا رہا یہاں تک کہ فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑ جانے سے پورے طور پر اس کا اظہار ہو گیا۔ صاحبان واقفیت و اطلاع اس بات کو جانتے اور مانتے ہیں کہ تشیعت کی بنیاد و ظہور میں اعتقادی مسائل اور نظری و نقلی اختلافات کے علاوہ ایک سیاسی مسئلہ بھی داخل تھا"

(وہ سیاسی مسئلہ کیا تھا اس کے متعلق بھی اسی مصنف کی زبان ہی سن لیجئے!:۔)

"ایرانی ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ نہ معاف کر سکتے تھے اور نہ قبول کر سکتے تھے کہ مٹھی بھر ننگے پیر پھرنے والے عربوں نے جو جنگل اور صحرا میں رہنے والے تھے ان کی مملکت پر تسلط کر لیا اور اس قدیم ملک کے خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا اور ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر ڈالا"

(بحوالہ تحقیق مزید علامہ احمد عباسی صہ ۲۶۱، ۲۶۲)

ایران کے مجوسیوں کے سینوں میں فاروق اعظمؓ کے خلاف غصہ، کینہ، انتقام اور دشمنی کی آگ شدت سے شعلہ زن تھی، چنانچہ ایک شیعہ شاعر رضا کردی کہتا ہے:۔

بشکست عمر پشت ہژبران عجم را ⁘ برباد فنا داد رگ و ریشہ جم را
این عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست ⁘ با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

ترجمہ:۔ عمرؓ نے ایرانی رؤسا کی پشتیں توڑ دیں اور جمشید کی اولاد کو تباہ و برباد کر دیا۔

عمرؓ کی مخالفت ہم اس لئے نہیں کر رہے کہ انہوں نے علیؓ کی خلافت غصب کی بلکہ عمرؓ کے ساتھ عجم کی دشمنی کی اصل وجہ وہی پرانا کینہ ہے۔

مصنف مذکور جو بظاہر شیعیان علیؓ میں سے تھا اپنے مجوسی بغض کے باوجود تقیہ کو کس طرح اگل رہا ہے آگے چل کر لکھتا ہے کہ ایرانی عمرؓ اور عثمانؓ کے دشمن کیوں تھے، اور علیؓ اور اولاد علی کے دوست کیوں تھے؟

حضرت عمرؓ کے حضور میں جب ایرانی لونڈیاں اور غلام پہنچے تو انہوں نے تقسیم کر دیئے تو علیؓ نے اپنے حصے میں آنے والے تمام لونڈی، غلام آزاد کر دیئے۔ چنانچہ اس طرح تمام لونڈی اور غلام آزاد ہو گئے۔

ابو لؤلؤ[1] فیروز قاتل حضرت عمرؓ کے سرپرست ہرمزان ایرانی کو عبید اللہ بن عمرؓ نے قتل کر دیا۔ عبید اللہ گرفتار ہو گئے، اور سیدنا عثمانؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ ہرمزان کے بیٹے قاذبان نے انہیں معاف کر دیا مگر حضرت علیؓ بدستور حضرت عبید اللہ سے قصاص لینا چاہتے تھے۔

تاریخی نظارے سے جو کچھ سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک عیسائی غلام جفینہ ابو لؤلؤ اور ہرمزان کو حضرت عبید الرحمن ابن ابوبکر نے مشورہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت کھسکنے لگے تو فیروز ابو لؤلؤ سے ایک خنجر گر پڑا شہادت عمرؓ کے بعد انہوں نے پہچان لیا کہ یہ وہی خنجر ہے۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ ایک سازش سے شہید ہوئے تھے۔ اور لطف یہ کہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علیؓ سر پر آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کی بجائے عبید اللہ کو دس سال بعد گرفتار کرنا چاہا، سیدہ ام کلثوم بیوہ سیدنا عمرؓ نے اپنے باپ کو روکا۔ اور عبید اللہ بھاگ کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے۔

---

[1] ابو لؤلؤ فیروز کی خود کشی کی جگہ کو شیعہ آج کل بابا شجاع کی عید کے نام سے تہبے دھڑلے سے مناتے ہیں اور اس بدترین انسان کو شیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو الفخری تالیف محمد بن علی بن طباطبا المعروف ابن الطقطقی نیز دیکھئے ہالسٹر کی تاریخ کی کتاب "شیعان ہند" اور مصنف کی کتاب حقیقت مذہب شیعہ"

اس معاملہ نے ایرانیوں کے دلوں میں عمرؓ اور عثمانؓ کے خلاف غصہ اور کینہ کی آگ کو بھڑکا دیا اور حضرت علیؓ کے ساتھ ان کی محبت کو اور زیادہ کر دیا جو اپنے بادشاہ اور سرپرست سے محروم ہو گئے تھے۔ اس دن سے حضرت علیؓ کو اپنا حامی اور مہربان سمجھنے لگے اور ان کی اولاد کے حق میں اپنے اخلاص و محبت کا اظہار کرنے لگے۔

ان میں کسریٰ کے خاندان کی رشتہ دار لڑکی تھی، حضرت علیؓ نے اسے حضرت حسنؓ کی زوجیت میں دینا چاہا، مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور ایران کے ایک زمیندار کی زوجیت قبول کر لی۔

(طبری ج ۴ ص ۱۳، محاضرات تاریخ الامم اسلامی ج ۲ ص ۲۸، اخبار الطوال ص ۱۶۴)

یہودی :-

مجوسیوں نے ادھر یہ ڈرامہ کھیلا اور ادھر یہودیوں کو ملک یمن کے شہر صنعا کا عبداللہ بن سبا نامی ایک نہایت عیار، مکار، شاطر اور جہاندیدہ یہودی عالم مل گیا جس نے بظاہر سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا۔ اس نے تمام ملک میں پھیلے ہوئے نومسلم یہودیوں اور کم علم نومسلموں کے علاوہ جرائم پیشہ قسم کے لوگوں کے درمیان رابطہ قائم کر کے ایک نہایت ہی تخریب پسند گروہ تیار کر لیا۔ یہودی ذہن اور دولت نے مجوسی کینہ و حسد سے مل کر ایک دو آتشہ تخریبی بھٹی تیار کی۔

چنانچہ عبداللہ بن سبا کے متعلق مشہور شیعہ تالیف رجال کشی کے ص ۷۱ پر مرقوم ہے کہ عبداللہ بن سبا شہر صنعا یمن کا رہنے والا یہودی تھا، بظاہر مسلمان ہو کر چند روز مدینے میں ٹھہرا، پھر بصرہ چلا گیا، پھر دوسرے ممالک میں گھوم گھوم کر سازشی عناصر تیار کرتا رہا۔ [1]

---

[1] عبداللہ بن سبا کی تخریبی کاروائیاں اگر بالتفصیل دیکھنی مطلوب ہوں تو مصنف کی کتاب "حقیقت مذہب شیعہ" کا مطالعہ کیجئے نیز "شہادت عثمانؓ" کا مطالعہ کیجئے۔

وصایت کا عقیدہ اسی کی اختراع ہے۔ آخر یہود اور مجوس کے اس گٹھ جوڑ نے سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کو شہید کر دیا۔

سیدنا علیؓ کی خلافت

ان لوگوں نے سیدنا عثمانؓ کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شہید کرنے کے بعد سیدنا علیؓ کو ان حالات میں تخت خلافت پر بٹھایا کہ صحابہؓ کرام کی ایک کثیر جماعت نے سیدنا علیؓ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ آپؓ کے گرد ان لوگوں کا گھیرا تھا۔ جو اعلانیہ سیدنا عثمانؓ کے قاتل اور قاتلوں کے ساتھی تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے جن بزرگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ بھی اس شرط پر کہ سب سے پہلے قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے کبار صحابہؓ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے قاتلین عثمانؓ میں سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سبائی لیڈر الاشتر نخعی تھا۔ شہادت عثمانؓ کے بعد غافقی بن حرب جو ابن سباء کا خاص چیلہ تھا اور مصری پارٹی کا لیڈر تھا، پانچ روز تک امیر مدینہ رہا۔ الاشتر نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے بہ جبر بیعت لی، قاتلین عثمانؓ سے قصاص کا معاملہ کھٹائی میں پڑتا چلا گیا۔ حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ دو تین مہینے انتظار کرنے کے بعد مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے سگے بھائی حضرت عقیلؓ حضرت علیؓ کی پالیسی سے دل برداشتہ ہو کر دمشق حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔

حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سیدنا حسنؓ نے آپ کو منع کیا اور کہا ابا جان! اس ارادہ سے رک جائیں اس سے سوائے اس کے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ کہ مسلمانوں میں خون ریزی ہوگی۔ اور آپس میں اختلافات پیدا ہوں گے۔

حضرت علیؓ مدینہ سے کوفہ چلے گئے۔ اور بعد میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے

معرکے پیش آئے جن میں تقریباً ایک لاکھ اور اسی ہزار کے درمیان مسلمان شہید ہوئے۔ بالآخر سیدنا علیؓ اپنے ہی ایک شیعہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

سیدنا علیؓ اپنے شیعوں سے نالاں تھے

سیدنا علیؓ کو ان کے شیعہ ان کی زندگی میں ہی برا بھلا کہنے لگے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یعنی اگر تم اس پر اصرار کرتے ہو کہ میں نے خطا کی اور میں گمراہ ہو گیا (یعنی..... شیعان علیؓ نے آپ کو دو بدو خطا کار اور گنہگار کہنا شروع کر دیا تھا۔ للمولف) تو میری گمراہی کے سبب سے عام طور پر امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، یعنی عام مسلمانوں کو، (پھر خلفائے ثلاثہ پر مطاعن کرنے والے حضرت علیؓ کے حکم کے کیوں منکر ہیں۔ للمولف) کیوں گمراہ کہتے ہو۔ اور میری خطا کا مواخذہ ان سے کیوں کرتے ہو۔ (یعنی غلطیاں نعوذ باللہ من ذالک سیدنا علیؓ کریں اور گالیاں صحابہ کرامؓ کو دی جائیں۔ للمولف) اور میرے گناہوں کے سبب سے ان کو کافر کیوں کہتے ہو۔" (ترجمہ نہج البلاغۃ قسم اول ص ۲۶۰ بحوالہ النجم لکھنو نمبر ۶ ج ۶ ص ۱۱)

شیعانِ علیؓ سے ایک اپیل

میں نہایت درد مندی، دل سوزی اور رقت بھرے جذبات سے آپ کے سامنے اس حقیقت کو پیش کرتا ہوں کہ آپ کو ایران کے مجوسیوں اور عرب کے یہودیوں نے اپنی اسلام دشمنی کی آڑ میں اپنے مکارانہ اور عیارانہ، تلبیسانہ اور ساحرانہ حربوں سے حبِ علیؓ کا مستانہ نعرہ دے کر ایسی بھول بھلیوں اور ایسے سراب میں دھکیل دیا ہے کہ جہاں سے نکلنے کے لئے گہری فراست کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں نے آپ کو حبِ علیؓ کی آڑ میں اصحابِ ثلاثہؓ، امہات المومنینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کے خلاف لفاظی کی۔ ایسی لغو اور گوبیوں کا عادی بنا کر آپ کے حواس کو اس حد تک معطل کر دیا ہے کہ آپ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رہی اور یہ اسی صلاحیت کے چھن جانے کا اثر ہے کہ آپ لوگوں نے

امہات المومنینؓ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ مفروضہ اہلبیت اور مفروضہ عترت کے دامن عصمت کو تار تار کرنے میں بھی شرم محسوس نہ کی مجوس و یہود کی گٹھ جوڑ کا کابوس اس بری طرح آپ کے قلوب و اذہان کو اپنی گرفت میں لے چکا ہے کہ آپ ایک اندھے کی طرح چاروں طرف اپنی لاٹھی کو گھماتے چلے جا رہے ہیں۔

نبیﷺ آپ سے محفوظ نہیں۔ صحابہ کرامؓ آپ سے محفوظ نہیں۔ علیؓ اور اولاد علیؓ جن کی محبت کے آپ مدعی ہیں۔ آپ سے محفوظ نہیں۔ آخر آپ کا مقصد اس ہمہ پہلو تخریب سے کیا ہے۔

مفروضہ عترت اور اہلبیتؓ سے آپ نے جو سلوک کیا وہ "اظہر من الشمس" ہے۔ آپ کو جب موقع ملا۔ آپ نے کسی سادہ لوح فاطمی یا علوی کو گھیر کر حکومت موقتہ کے خلاف بغاوت کا نعرہ لگوا دیا۔ اور جب وہ غریب یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس کے نرغے میں پھنس کر سٹیج پر آیا تو آپ کا دور دور تک وجود نظر نہ آیا۔

آج آپ کی امہات الکتب سے کوئی اللہ کا بندہ آپ کے مفروضہ تخیلات سے بھی اگر کچھ ظاہر کرے تو آپ اس سے بھی انکار کر دیتے تھے آخر یہ کیا کھیل ہے کیا ڈرامہ ہے۔ کیا سچ ہے کیا اُلٹ ہے یہ آپ کا دین کیسا دین ہے آپ چاہتے کیا ہیں۔ کیا کبھی آپ نے ان باتوں پر غور کیا۔ آؤ! خدا کے لئے چند لمحات کیلئے اپنے مفروضہ تخیلات کو ذہن سے جھٹک کر اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کی زندگی کے کسی گوشے تک لے جاؤ۔ کیا اتنا عظیم نبی، تتمۂ کائنات، مہبط وحی، دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بھیجا تھا۔ کہ وہ ساری زندگی منافق بیویوں، کافر ساتھیوں، مشرک دوستوں اور بے دین حواریوں میں چھپا رہ کر زندگی گزار دے اور ادھر اس کی آنکھ بند ہو۔ ادھر تمام امت سوائے دو تین کے مرتد ہو جائے

بشمول تمام صحابہؓ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو آپ کافر اور منافق کہہ رہے ہیں، امہات

المومنین کو آپ منافق گردان رہے ہیں، علی رض کو آپ گمراہ کہہ رہے ہیں، حسن رض کو آپ نے ہی مذل المومنین کا خطاب دیا اور وہ جن تین کو آپ نے پہلے مسلمان کہا، انہیں بھی بعد میں کافر بنا دیا، یاللعجب۔

غور کیجئے اور سوچئے، کیا یہی اسلام ہے جس کے آپ مدعی ہیں اور یہ بھی آپ کا فیصلہ ہے کہ امام مہدی اس وقت ظہور فرمائیں گے جب ۳۱۳ مومن اس دنیا میں موجود ہوں گے۔ مگر اب آج دنیا میں جب آپ جیسے کروڑوں مومنین موجود ہیں پھر یہ ۳۱۳ کے کیا معنی؟ یعنی کروڑہا شیعوں میں سے ۳۱۳ بھی سچے مومن نہیں۔ آپ نے خود اپنی ذات کو بھی نہیں بخشا۔ مجوسی اور یہودی گٹھ جوڑ نے آپ کے قلب و نظر پر تعصب و عناد اور جہالت و نادانی کی ایسی دبیز تہیں و پٹیاں چڑھا دیں کہ آپ سے سوچنے، سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔

علی رض، عمر رض اور عثمان رض

ہمارے نزدیک سیدنا علی رض نبی اکرم ﷺ کے عم زاد بھائی اور داماد تھے۔ علی رض کا سابقون الاولون ہونا محل نظر ہے۔ آپ اس وقت نابالغ تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کے اصحاب رض میں اگر کسی وقت معمولی سی شکر رنجی ہوئی بھی تو فوراً رفع ہو گئی۔ سیدنا علی رض سیدنا عمر رض کے ہمدرد، مشیر کار اور سچے دوست تھے، اسی لئے آپ نے بصد خوشی اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم ان کے نکاح میں دے دی۔ سیدنا علی رض سیدنا عثمان رض کے مقام اور مرتبے کو پہچانتے تھے۔ آج شیعہ اپنی مجالس اور محافل میں سب صحابہ رض کا گھسا پٹا ورد دہراتے رہیں تو اس کا کیا علاج، مگر شیعہ مذہب کی امہات الکتب صحابہ کرام رض خاص کر اصحاب ثلاثہ رض کی تعریف و توصیف، خزانوں سے بھری پڑی ہیں۔[1] چنانچہ سیدنا عثمان رض کے متعلق شیعہ مذہب کی مشہور تالیف حد تحقیق، مطبوعہ نخاس جدید لکھنؤ میں مرقوم ہے "شرف دامادی" ہیں حضرت عثمان رض حضرت علی رض کے شریک ہیں کیونکہ انکو پیغمبر خدا ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں (ص ۸)

[1] تفصیل کے لئے راقم کی تالیف "مقام صحابہ" دیکھئے۔

شیعوں کی معتبر کتاب نخبۃ الاخبار مطبوعہ مطبع عین الفیوض میں ہے۔ نبی علیہ السلام کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رض کے نکاح میں آئیں۔ حیات القلوب میں ہے، "و عثمان بن عفان ام کلثوم را پیش از آنکہ بخانہ آں برد رحمت الٰہی واصل شد بعد از او حضرت رقیہ رض تزویج نمود۔"

(ص ۵۵۹ جلد ۲)

مگر شیعہ دن رات اصحاب ثلاثہ کو برا کہنے سے نہیں تھکتے۔ حافظ ابن کثیر لیغیظ بہم الکفار کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ امام مالک اس آیت سے ایسے لوگوں کا کافر ہونا ثابت کرتے ہیں جو کہ صحابہ رض کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔

افسوس کہ سیدنا علی رض کو قاتلین عثمان رض نے اس طرح حصار میں لے لیا کہ صحابہ رض کرام کی اکثریت آپ کی خلافت پر مجتمع نہ ہو سکی، شام کا تمام علاقہ اور نصف حجاز اس مطالبہ پر قائم رہا کہ اولین کام قاتلین عثمان رض سے قصاص کا ہے۔ مگر آپ اپنی خواہش کے زیر اثر قصاص لینے میں کامیاب نہ ہو سکے اور بالآخر اپنے ہی ایک شیعہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

(سیدنا حسن رض نے اپنے شیعوں سے دل برداشتہ ہو کر تمام کچھ سیدنا معاویہ رض کے حوالے کر دیا۔) فرمائیے کہاں گئی آپ کی "نص"۔ حضرت حسن رض کی "نص" تو معاذ کی طرف منتقل ہو گئی پھر حسین رض کو کس نے "نص" کیا کہ امام ہوئے۔

حسین رض شیعان علی رض کے چکر میں آ کر کوفہ پہنچے تو فضا بدلی ہوئی پائی۔ آپ حقیقت حال سے آگاہ ہو کر اپنے چچازاد امیر یزید کی طرف روانہ ہو کر کربلا کے مقام پہ پہنچے تو شیعان علی رض نے یہ دیکھ کر کہ اب ہماری خیر نہیں۔ انہیں شہید کر دیا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھئے کہ کربلا مکہ اور کوفہ کے راستہ میں نہیں، بلکہ کربلا کوفہ اور دمشق کے راستہ میں یعنی بالکل مخالف سمت میں ہے۔[1]

قاتلین حسین رض شیعہ تھے:- اس بات کے ثبوت میں کہ قاتلین حسین رض شیعہ

[1] حاشیہ صفحہ نمبر ۱۵۸ پر۔

سے بشیعہ مصنفین کی تمام کتب بھری پڑی ہیں ؂۱۔ شیعوں کے اس اعتراض کا خلاصہ ان کے دو فقرات میں خود ان کے زبان سے خلاصہ کے طور پر یوں ہے کہ "این تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ"۔

اور شیعہ قتل حسین سے تقربِ خدا چاہتے تھے ؂۲

علی (زین العابدین)

امام چہارم علیؓ (زین العابدین) جو میدانِ کربلا میں موجود تھے اور سانحہ کربلا کے عینی شاہد ہیں۔ ان کے ہمراہ درجن بھر اور طالبی بھی جو کئی سال تک کربلا کے واقعہ کے بعد زندہ رہے۔ ان کی زبان سے ایک لفظ بھی اس قسم کا کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ افواج یزید حسینؓ کی قاتل تھیں۔ بلکہ سیدہ زینبؓ، ام کلثومؓ اور خود علیؓ (زین العابدین) کے خطبات اس بات پر شاہد ہیں کہ کوفی شیعہ ہی سیدنا حسینؓ کے قاتل تھے۔ یہ ایک جملہ معترضہ درمیان میں آگیا۔ دیکھنا یہ مقصود ہے کہ سیدنا علیؓ (زین العابدین) کا کون سا ایسا کارنامہ ہے جو کسی طور پر بھی دینِ اسلام کے کسی شعبہ سے متعلق کسی قسم کی ترقی کا موجب ہوا ہو۔ ان کو یا ان کی اولاد کو یعنی مزعومہ آئمہ کو شیعہ رب کہیں یا ماکانَ وَمایکونُ کا جاننے والا۔ ان کے ہاتھ میں دوزخ جنت کی کنجیاں تھمادیں۔ یا انہیں شافع محشر اور ساقیٔ کوثر کہہ لیں۔

؂۱ قاتلینِ حسینؓ کے نام سے ایک کتاب مولانا حافظ حکیم عبدالشکور مرزاپوری نے آج سے تقریباً نصف صدی پہلے عمدۃ المطابع لکھنؤ سے شائع کرا کے ماہنامہ النجم کے ساتھ شائع کی تھی۔ جس کا جواب کسی شیخ احمد حسین خان بہادر رئیس پریانواں ضلع پرتاب گڑھ نے اپنے بیٹے ازہر کے نام سے "رسالہ قاتلینِ حسینؓ پر لعنت" کے نام سے شائع کیا تھا۔ جو کذب و افترا اور دشنام طرازی کا پلندہ تھا۔ اس کا جواب "دشمنانِ حسینؓ" کے نام سے مولانا عبدالشکور نے شائع کرایا تھا جو النجم لکھنؤ نمبر ۵، ۶، جلد پنجم، ۱۱، ۲۱ رجب ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوا تھا

؂۲ جلاء العیون صفحہ ۱۱، ۱۱۶، ۱۲۰، بحث کربلا کا محل وقوع اور کربلا کے صحیح واقعات راقم کے رسالہ "واقعہ کربلا" کا ہی تصویر شائع کردہ مکتبہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ صدر۔ افسوس یہ کتابچہ صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کی حکومتوں نے ضبط کرلیا ہے۔

ان کی زبان بند ہوسکتی ہے نہ ان کا قلم رد کا جاسکتا ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے، کہ انہوں نے اس دنیا میں کون سا علمی کام کیا، کہاں تبلیغ دین کی، کس قدر لوگوں کو رشد و ہدایت کا راستہ دکھایا، کس جہاد میں شامل ہوئے۔

(ہماری معلومات کے مطابق وہ بزرگ عزلت نشین تھے، حکام وقت نے عطیات اور وظائف سے انہیں غمِ روزگار سے فارغ کردیا تھا۔ ان کے اعزا و اقربا میں چند ایک کو شیعانِ علیؓ نے خروج کے لئے گھیرا مگر انہوں نے دھتکار دیا جس کے نتیجہ میں انہیں ان شیعانِ علیؓ کی زبان سے سب و شتم کا نشانہ بننا بھی پڑا مگر انہوں نے اپنا مقام نہ چھوڑا۔) البتہ جن پر شیعانِ علیؓ کا جادو چل جاتا، اور وہ بار بار خروج کرتے رہے۔ بداعمالیاں کرتے رہے۔ پٹتے رہے قتل ہوتے رہے۔ جہاں انہیں ذرا عادت ملی۔ انہوں نے ملاکو و چنگیز سے بڑھ کر فرزندانِ اسلام پر ظلم و ستم کیے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، خرد کا جنوں آج کل داڑھی منڈے، گلچھے رکھے ہوئے، بٹیر بازی کے شوقین، تمباکو نوشی، شراب نوشی کے دلدادہ، بھنگ چرس افیون کے رسیا، کتوں کے عاشق، غرضیکہ کتاب و سنت کے مخالف، جو کام ہیں ان سب کے حامل "عترتی" کے علمبردار ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو بھول چکے ہیں۔ کہ جلیل القدر پیغمبر، حضرت نوحؑ کا حقیقی بیٹا بھی یہ کہہ کر کہ قَالَ یٰنُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ کردیا۔

یہ بدعمل یہاں سے عترت کے مدعی بن کر نبوت میں حصہ دار بن رہے ہیں۔ آج یہ محاورہ زد و خاص و عام ہے "تم سید ہو یا اُمتی" اس کا مطلب یہ ہوا، کہ سید کہلانے والے امتی نہیں بلکہ نبی ہیں۔ ہم تو معاذ اللہ سیدنا علیؓ کو بھی امت سے خارج سمجھنے والے کو حقیقی کافر سمجھتے ہیں

ایک انسان یا تو خود نبی ہے یا نبی کی امت سے ہے اور نبی کی نبوت کا منکر کافر ہے مگر یہ چوتھا گروہ کہاں سے نکل آیا جو نبی نہیں، امتی بھی نہیں۔ ان لوگوں نے "سید ہو یا امتی" کا نعرہ وضع کر کے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا ہے۔

اب ہم تاریخی روشنی میں اس امر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کو "عترتِ رسول" کہہ کر ان سے تمسک کی ڈھنڈیا پیٹی جا رہی ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے تاریخ کے صفحات میں کیا نشانات چھوڑے ہیں۔

ان لوگوں کے کردار کی جو چند جھلکیاں اس مختصر سی کتاب میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ ہر کلمہ گو مسلمان کو ان کے تمسک سے اپنی پناہ میں رکھے۔

سیدنا حسین رض کے بعد جو لوگ مدعی خلافت ہو کر موقتہ حکومتوں کے خلاف خروج کرتے رہے ان میں سے دو تین واقعی علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اگر وہ خروج کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالتے۔ تو آج تاریخ میں ان کے نام نمایاں نظر نہ آتے۔ چند ایک نے "یہود و مجوس" کے بہکانے سے خروج کیا۔ مگر حکومتِ وقت کی گوشمالی پر توبہ تائب ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ اور اکثریت ان افراد کی ہے۔ جن کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں سے شیطان بھی پناہ مانگتا نظر آتا ہے۔

کعبہ کے وقفی خزانے لوٹ رہے ہیں۔ کعبہ کے پردے اتار رہے ہیں کعبہ کے صحن میں قتلِ عام کر رہے ہیں۔ کعبہ میں بیٹھ کر شراب پی رہے ہیں۔ حجاج کو لوٹ کر قتل کر رہے ہیں۔ حج بند ہو گیا ہے۔ پھر اس سلسلہ کو مدینۃ النبی تک پہنچایا جاتا ہے ـــ مہینہ مہینہ بھر تک مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھنے دی جاتی۔ اشراف کو لوٹا جا رہا ہے۔ اور لوگ اس دار الامن سے بھاگ رہے ہیں۔

اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ لوگوں کی خوب صورت بہو بیٹیاں جبراً اٹھائی جا رہی ہیں۔ اور یہاں تک کہ قاضی مکہ کا لڑکا منہ کالا کرنے کے لئے اٹھا کر لے جاتے نظر آتے ہیں۔

میں نے ان لوگوں کے واقعات قلم بند کرتے وقت اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان تمام واقعات صرف شیعہ کتب میں نقل کئے جائیں۔ تاکہ ان محبانِ اہل بیت اور تمسک بالعترت کے مدعیوں کے لئے ساتھ شاید یہ صفحات نصیحت آموز ثابت ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کی توفیق بخشے۔

دنیائے سبائیت کی عجوبہ کاریوں سے ایک تخلیق شہر بانو ہے۔

شہر بانو!

نبی علیہ السلام کی عترت اور اہل بیت کی بعض عظیم شخصیتوں کو شیعیت نے اپنے ڈھب کے مطابق نہ پاتے ہوئے ان کی ہستیوں سے انکار تو نہ کر سکے۔ مگر انہیں فلاں و فلاں کی اولاد کہہ کر نہایت ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے کذب، افترا، دجل و فریب اور بہتان سے بھرپور داستانیں تراشنے میں اپنے شرم و حیا کا دامن پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔ اور اسی پر بس نہ کی بلکہ سینکڑوں مجہول النسب ٹھٹھیاروں اور بھٹیاروں کو علوی و فاطمی[1] پیش کیا۔ اور اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ چند فرضی وجود تیار کر کے نہایت دیدہ دلیری سے انہیں اہل بیت کے زمرہ میں لا شامل کیا۔[2] انہی فرضی شخصیتوں میں سے ایران کے آخری سولہ سالہ تاجدار ـــ یزدگرد کے ہاں شہر بانو نام کی ایک شہزادی پیدا کی۔ اور اس کا حسین رض سے نکاح کر کے اس کے بطن سے علی رح (زین العابدین)

---

[1] فاطمین مصر اور نوابانِ اودھ کون تھے، اور کس طرح انہیں فاطمی بنایا گیا یا وہ خود فاطمی بنے ان کی تفصیلی حالات کے لئے راقم کی تالیف حقیقت مذہب شیعہ کا مطالعہ کیجئے۔

[2] نوابانِ اودھ اور فاطمین مصر دونوں خاندان ٹھٹھیار تھے۔

کو پیدا کرکے دکھا دیا۔

یہ کتنا عظیم ظلم ہے کہ نبی علیہ السلام کی اولاد کے اظہر من الشمس ثبوت اور براہین کی موجودگی میں منکر ہو کر نبی علیہ السلام کی ایذادہی کے موجب بن کر مستحق لعنت ہو رہے ہیں۔ اور ہر بار ہر مقام پر منہ کی کھانے کے باوجود "میں نہ مانوں کی" رٹ لگائے چلے جا رہے ہیں، مگر فرضی وجود تیار کرنے سے ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتے۔

شہربانو کے وجود کا خالق زمخشری متوفی ۵۳۸ھ ہے جس نے نزل الابرار میں سب سے پہلے یہ کہانی لکھی۔

زمخشری سے پہلے جتنے مؤرخ گزرے ہیں یعنی واقعۂ کربلا کا خالق ابو مخنف[1] ثقفی متوفی ۱۳۰ھ، ابو مخنف کی تالیف مقتل حسینؑ کا شارح طبری[2] متوفی ۳۱۰ھ، ابن قتیبہ[3] متوفی ۲۷۶ھ، یعقوبی[4] متوفی ۲۸۴ھ، بلاذری[5]، ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ، ابن اثیر ان میں سے کسی ایک ہی تالیف میں شہربانو کی شخصیت کا اشارۃً بھی ذکر نہیں۔ اور یکایک زمخشری کو چھٹی صدی کے پہلے نصف کے وسط میں ایسا الہام ہوا کہ اس کے بعد اس فرضی ہستی کے متعلق پیش گوئیوں کی صورتوں میں فضیلتوں، بڑائیوں اور بزرگیوں کے طوماروں پہ طومار تیار ہوتے چلے گئے، اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ بیان کیا گیا۔

آخری بادشاہ یزدگرد کی دختر شہربانو ایرانی قیدیوں کے ساتھ امیر المومنین عمرؓ ابن الخطاب کے سامنے پیش ہوئی۔ انہوں نے اسے بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ بازار میں فروخت کئے جانے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ مانع آئے اور کہا کہ:

"پادشاہزادگاں و نجبا" کو ننگے سر بازار میں لے جانا خلاف ادب ہے۔ بالآخر شہربانو حضرت حسینؑ فرزند علیؓ کے حصے میں آئی۔ اسی سبب سے خاندان حضرت علیؓ ایرانیوں کی نظر میں اصل نسل کے

لحاظ سے ساسانی نسب رکھتا تھا۔ اور رسول خداؐ سے رشتہ کی بنا پر شرافت اور امتیاز سے بھی مخصوص تھا۔ تنہا اسی سبب سے یہ خاندان جائز طور پر تخت و تاج کیانی کا وارث ہو سکتا ہے۔ نیز اسی بنا پر علیؓ (زین العابدین) کو جو شہربانو کے بطن سے تھے۔ فخر العجم والعرب کہتے تھے۔ کیونکہ باپ کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب بزرگ ترین پیغمبر اکرمؐ سے ملتا ہے۔ اور ماں کی طرف سے روئے زمین کے نجیب ترین سلاطین یعنی عجم کے بادشاہوں پر منتہی ہوتا ہے۔

(۲) انہی اکاذیب میں ایک بیان یوں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مدائن کے معرکہ میں قیدیوں میں یزدگرد کی تین بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں۔ ایک حسینؓ بن علیؓ کو، دوسری عبداللہ بن عمرؓ کو اور تیسری محمد بن ابوبکرؓ کو دی گئی۔

(۳) **بزبان شہربانو:-**

میں بادشاہ یزدگرد کی بیٹی نوشیروان کی نسل سے ہوں۔ اپنے باپ کے محل میں ایک رات سو رہی تھی۔ فاطمہ زہراؓ خواب میں آئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ میں حسینؓ سے تیرا نکاح کروں گی۔ میں نے کہا یہ بات محال ہے۔ حسینؓ تو مدینہ میں ہیں اور میں یہاں مدائن میں ہوں۔ حضرت زہراؓ نے کہا۔

"تو قید ہو گی اور مدینہ میں پہنچائی جائے گی۔ پھر تیرا نکاح حسینؓ سے ہو گا اور اپنی نسل سے مجھے خوش کرے گی۔ تیری نسل سے نو امام پیدا ہوں گے کہ زمانہ بھر میں جن کی کوئی مثال نہ ہو گی۔ (بعنوان تعزیہ غائب شدن از تاریخ ادبیات ایران تالیف اوئن)

(۴) حضرت حسینؓ نے شہربانو کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد تم آل اطہار میں نہ رہنا کہیں چلی جانا۔ ورنہ قید اور سرعریاں ہو کر بازاروں میں گشت کرائی جاؤ گی۔

* جاماسپ نامہ میں منقول ہے کہ اسلام کے تسلط کے بعد آلِ قباد میں سے کسی کو سلطنتِ ایران پہنچے گی۔ اور اثنا عشری شیعہ آلِ قباد سے اپنے بارہویں امام غائب مراد لیتے ہیں۔ جو شہر بانو کی طرف سے آلِ قباد میں سے ہیں۔

(تجلیات روح ایران ص ۱۹۰)

حسین رضا کاظمی زادہ نے بھی اپنی مایہ ناز تالیف کو شہر بانو کے ذکر سے زینت دی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ یزدگرد آخری ساسانی بادشاہ کی دختر شہر بانو گرفتار ہو کر عمرؓ کے سامنے پیش ہوئیں۔ انہوں نے فروخت کا حکم دیا۔ مگر علیؓ مانع آئے کہ شہنشاہوں کی لڑکیاں یوں سرِ بازار نیلام نہیں کی جا سکتیں۔ بالآخر شہر بانو حسینؓ کے حصے میں آئی۔ اس داستان سرائی کے بعد لکھتا ہے۔ کہ حضرت علی بن الحسین

اصل نسل کے اعتبار سے ساسانی نسب رکھتا ہے اور رسول خدا سے رشتہ کی بنا پر شرافت اور امتیاز سے مخصوص تھا۔ اس لحاظ سے یہ خاندان جائز طور پر تخت و تاج کیانی کا وارث ہو سکتا تھا۔ اسی لحاظ سے زین العابدین فخر العرب والعجم کہلاتے تھے۔

شہر بانو کے متعلق شیعی اختلافات

میرے سامنے اس وقت تصویر کربلا "من تالیفات عالی جناب قدوۃ الابرار زبدۃ الاخیار مولانا حاجی سید آل محمد مدظلہ العالی ہے" اس کتاب کے آخیر میں کسی کی تقریظ بایں الفاظ منقول ہے۔

"تقریظ چکیدہ قلم فصاحت شیم جلالت رقم صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم ادیب الوحید لبیب ارشد صلاحیت آلات فخر اطاب متقی و ابرار صدار آئمہ اطہار و اولاد و امجاد رسول مختار مورد الطاف رب ذوالمنن مولوی سید نفیس حسین صاحب نقوی امروہی" یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں مطبع یوسفی دہلی میں طبع ہوئی۔

اس تمام گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ شہر بانو پر لکھی ہوئی یہ کتاب اہم کتب میں سے آخری کتاب ہے۔ "اس میں لکھا ہے۔

صاحب ریاض الشہادۃ لکھتے ہیں کہ شہر بانو اسیران کربلا میں نہیں تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

شہر بانو در آں صحرا حاضر نہ بود۔ چنانچہ سابق مذکور ساختیم۔ اور جس طرف یہ اشارہ کیا گیا ہے وہ پہلی عبارت ریاض الشہادۃ میں یہ ہے۔

از احادیث ظاہر مے شود۔ کہ شہر بانو مادر امام زین العابدین در صحرائے کربلا حاضر نبود۔ بلکہ آنچہ مستفاد می شود از اخبار ایں است، کہ در وقت وضع از دنیا رفت (کربلا میں امام زین العابدین کی عمر ۲۴ سال تھی۔ یعنی کربلا کے واقعات سے ۲۴ سال پہلے یعنی تقریباً ۳۷ھ میں فوت ہوگئیں۔)

وآں مصائب و وقائع را ندیدہ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ موجود تھیں۔ چنانچہ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے۔

وجاءو بالحسرا اساری الا شہر بانویہ ٭ فانھا اتلفت لنفسہا فی الفرات:-

یعنی تمام بیبیاں گرفتار ہو گئیں، مگر شہر بانو خود فرات میں ڈوب کر مر گئی (یعنی خودکشی کی حرام موت للمؤلف)

تمقام میں اس روایت کے باب میں ہے۔ منافی با جمیع روایات فریقین است کہ ابن شہر آشوب کا بیان باقی روایات کے خلاف ہے کہ شہر بانو فرات میں ڈوب کر مر گئیں۔

ظاہر ہے کہ ایسا فعل خودکشی کا ایسی معظمہ سے کیوں کر سرزد ہو سکتا ہے۔ اور تمقام میں ہے۔

آنچہ از کتب معتبر از روایات محدثین شیعہ بنظر رسیدہ شہر بانو در نفاس وفات یافت، و کفالت و حضانت امام سجاد را یکے از امہات اولاد حضرت سید الشہداء

بھی نمود، اور اس کی سند میں حدیث عیون اخبار الرضا تحریر کی ہے۔ اور ملائے مجلسی نے جلاء العیون میں ابن بابویہ سے بہ سند معتبر حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین انہ وبہم رسید وچوں آنحضرت ازو متولد شد او برحمتِ الٰہی واصل شد۔

اور اکلیل المصائب میں بھی جناب شہر بانو کا کربلا میں نہ ہونا مرقوم ہے بہرنوع وہ روایت جس میں گھوڑے پر سوار ہو کر جناب شہر بانو کا ملک اسا کی طرف جانا باجازت امام حسینؑ مذکور ہے۔ یہ روایت منافع کثیرہ وغیرہ میں ہے۔ فرات میں ڈوبنے اور قید میں جانے کی روائتیں گھوڑے پر چڑھ کر چلے جانے کو جھٹلاتی ہیں۔ علاوہ بر آں امام حسینؑ گھوڑے پر چڑھنے کی عورت کو کیوں اجازت دیتے۔ حدیث میں تو اس عورت پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ جو گھوڑے کی زین پر سوار ہو۔ ونیز حضرت نے اپنی دیگر ازواج ام اسحٰقؓ اور ربابؓ سے کیوں نہ فرمایا۔ کہ تم گھوڑوں پر سوار ہو کر کہیں چلی جانا۔

نیز شواہد اس کے کذب کے اکلیل المصائب اور لولو و مرجان وغیرہا میں بکثرت موجود ہیں۔ اور زیادہ تفصیل تو آپ کی تقریر جاسم میں ہے۔ اس طرف رجوع کرنا چاہیئے اور جلاء العیون اور قمقام میں ہے۔ (صفحہ ۴۸ - ۴۹)

بہر حال ۵۳۸ ھ میں مرنے والے زمخشری نے جو داستان تیار کی اس پر بعد کے زمانہ میں خوب حاشیہ آرائیاں کی گئیں اور آج دنیائے شیعیت میں شہر بانو کا وجود حقیقت اختیار کر چکا ہے۔

شہر بانو کی داستان کی تخلیق کیوں ہوئی!

اس داستان کی تخلیق بھی اسی مجوسی اسلام دشمن تحریک کی ایک کڑی ہے مجوس نے مختلف وقتوں میں جب اپنی تخریبی سلسلہ

کوئی کڑی ڈھیلی ہوتی دیکھی۔ تو اس میں نئی روح پھونکنے کے لئے ایک نئی کڑی تخلیق کر کے اس تخریبی تسلسل کو قائم رکھا۔ چنانچہ زمخشری کی اس بنیاد پر مجوسیت نے عمارت بنانی شروع کر دی۔ مگر یہاں بھی انہیں وہی مشکل پیش آئی یعنی یزدگرد کے گھر شہر بانو پیدا کر کے سیدنا علیؓ (زین العابدین) کی ماں تو بنا دیا۔ مگر پیدا ہونے، ماں بننے تک اور پھر کربلا پہنچنے تک واقعات کا تسلسل اسی صورت میں قائم رہ سکتا تھا کہ یہ واقعہ حقیقت میں اپنے اندر کوئی صداقت رکھتا۔ چونکہ شہر بانو کی تخلیق ہی کذب محض تھا۔ اس لئے ہر لکھنے والے نے جو اس کے خیال میں آیا لکھتا چلا گیا۔ اور آج حالت یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی ایک دوسرے سے منہ چھپائے پھر رہے ہیں۔

شہر بانو کے فرضی وجود کی تخلیق ایک سیاسی ضرورت کے تحت ہوئی۔

مصنف تجلیات روح ایمان لکھتے ہیں محبت مخصوص کہ ابتدائے اسلام ایرانیاں نسبت بہ خاندان رسولؐ و امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب (الخ)

"خاندانِ رسولؐ اور امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب اور ان کی اولاد کے ساتھ ایرانیوں نے جو مخصوص محبت کی ابتدائے اسلام سے بہم پہنچائی وہ اسباب معلومہ کے علاوہ ایک سیاسی ضرورت تھی۔ دگرنہ تمام عربی قبیلے اور پیشوایانِ اسلام ایرانیوں کے نزدیک یکساں تھے اور ان میں سے کسی کے ساتھ رشتہ و مخصوص روابط اس سے پہلے وہ نہ رکھتے تھے"۔ (رسالہ معارف شمارہ ۳، جلد نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۱۸۷، بحوالہ تحقیق مزید خلافت معاویہ و یزید)

اس سیاسی ضرورت کی تشریح کرتے ہوئے مصنف مذکور لکھتے ہیں۔

کہ ایرانیوں کا ہمیشہ یہ اعتقاد رہا ہے کہ ساسانی خاندان ہی ایران پر حکومت کرنے کا جائز حقدار ہے ۔ چنانچہ بعض کتب غیبت میں جاماسپ نامہ سے منقول ہے کہ .... بارہویں امام غائب شہر بانو کے بطن سے ہوں گے ۔ (۱۹۰)

شہر بانو کے فرضی وجود کو حقیقی وجود تسلیم کرانے کے لئے ان لوگوں کی مزید اختراع ملاحظہ ہو۔ پروفیسر براؤن لکھتے ہیں ۔ کہ

تہران سے چار یا پانچ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی ہے جو بی بی شہر بانو کے نام سے منسوب ہو کر کوہ بی بی کہلاتی ہے ۔ کسی مرد کے نجس قدم تو اس پہاڑی پر نہیں جا سکتے ۔ عورتیں ہی جا سکتی ہیں ۔ اور امام غائب کی جناب میں جو ایرانیوں کے اعتقاد میں شہر بانو کی نسل سے ہیں ، حاجت روائی کی التجا کرتی ہیں ۔

غرضیکہ ایرانی اثنا عشریہ کے امام غائب مہدی کو آخری بادشاہ ساسانی کی دختر کی نسل ہیں ۔ جس سیاسی ضرورت سے قرار دیا گیا ہے ۔ وہ ایرانی مجوسی دعویداران مقہوریت کے حالات سے ظاہر ہے جو پچھلے اوراق میں پیش کئے گئے ہیں ۔

خصوصًا عبد اللہ بن میمون القداح کے احوال اور اس کے فاطمی ادعا سے ۔ ورنہ اس قصہ کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ۔

شیعہ علماء کے فیصلہ کن اقوال

ابو الفرج اصفہانی سیدنا علی زین العابدین کے متعلق لکھتا ہے ۔

وعلي ابن الحسين الذي امه ام ولد (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۹ سطر ۷ ۸۱ء)

علی بن حسین کی والدہ لونڈی ہی تھی

احمد بن علی بن حسین بن علیؑ سیدنا علی زین العابدین کے ذکر کے تحت

لکھتا ہے ۔ قد اختلف في امه ان کی ماں کے متعلق اختلاف ہے ۔ اس کے بعد قیل کے تحت لکھتا ہے ۔ اسمها شهربانو وقيل نهبت في فتح مدائن .... قيل بعث حارث بن الجعفي الى امير المؤمنين علي ابن ابي طالب .... وقال ابن جرير طبري غزالة و هي من بنات كسرى وقال المبرد هي سلافة من ولد يزدجرد وكانت عمة ام يزيد الناقص بن وليد .... وقد منع من كثير من النسابين والمؤرخين ....

وقيل ان ام زين العابدين من غير ولده وقد اغنى الله تعالى علي بن حسين بما حصل له من ولادت رسول الله عن يزدجرد مجوسي

(عمدۃ الطالب صفحہ نمبر ۱۸۰ - ۱۸۱)

مؤلف عمدۃ الطالب کی تمام عبارت پڑھیئے ۔ آپ کو سوائے قیل قیل کے کچھ نظر نہیں آئے گا ۔ طبری کے حوالہ سے لکھتا ہے ۔ ان کی ماں کا نام غزالہ یا سلافہ تھا ۔ اور وہ یزید الناقص کی پھوپھی تھیں ۔ اور اکثر نسابوں اور مؤرخوں نے اس بات سے انکار کیا ہے ۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ زین العابدینؒ کی ماں اس کے سوائے کوئی دوسری تھی ۔ اللہ تعالےٰ نے ایک مجوسی کے خاندان د اولاد سے حضور اکرمؐ کے خاندان کو محفوظ رکھا ۔

علی (زین العابدینؒ) ایک سندھیہ لونڈی کے بطن سے تھے۔

زمخشری نے شہر بانو کو سیدنا علی (زین العابدینؒ) کی ماں کے روپ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات محققانہ طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ علیؒ کی والدہ ایک سندھیہ خاتون تھیں۔ چنانچہ ابن قتیبہؒ لکھتا ہے کہ

ویقال امه سندهیة لها سلافه یا غزاله الخ

کہتے ہیں کہ علیؒ کی والدہ سندھن تھیں، جن کو سلافہ یا غزالہ کہتے تھے۔ حضرت حسینؓ کے بعد وہ آپ کے غلام زبید کے نکاح میں آئیں۔ ان سے عبداللہ بن زبید پیدا ہوئے۔ جو علی بن الحسینؓ کے مادری بھائی تھے۔ علی بن محمد عثمان بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ علی بن حسین نے اپنی والدہ کو اپنے غلام کے عقد میں دے دیا اور کنیز کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے آئے۔ عبدالملک (بن مروان) نے ان کو خط لکھا جس میں اس کے متعلق ان کو غیرت دلائی تھی۔ اس کے جواب میں علی بن الحسین نے لکھا کہ تمہارے لئے بہترین مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی ہے۔ آپ نے صفیہؓ بنت حی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا تھا۔ اور اپنے غلام زید بن حارثہؓ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینبؓ بنت جحش کو ان کے نکاح میں دے دیا تھا۔ (المعارف صہ ۹۴)۔

ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں۔

وَعَلی ابن الحسین الذی اُمُّہُ اُمُّ الولد حسینؓ کے بیٹے علی (زین العابدین) کی ماں لونڈی تھی۔ (مقاتل الطالبین صفحہ نمبر ۱۱۹ سطر ۶، ۷)

یہی واقعہ طبری نے دو جگہ لکھا ہے۔ حضرت حسینؓ کی اولاد کے ذکر کے بارہ میں ان کے صاحبزادے علی الاصغر (زین العابدین) کی اولاد

کے متعلق لکھا ہے کہ علی (زین العابدین) کی ماں کنیز تھی۔ علی بن محمد کہتے ہیں کہ انہیں سلافہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام جیدا تھا۔

علی بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب ان کی ماں کنیز تھی۔ حسینؓ کے بعد ان کے غلام زبید کے نکاح میں آئیں اور ان سے عبداللہ بن زبید پیدا ہوئے۔ جو علی بن الحسینؓ کے مادری بھائی تھی۔

(ترجمہ طبری جلد ۱۳ صہ ۲۸)

شہر بانو کے متعلق تاریخ کیا کہتی ہے۔

معرکہ قادسیہ محرم ۱۴ھ میں ہوا۔ اس وقت یزدگرد کی عمر ۱۶ سال تھی۔ ابو حنیفہ دینوری کا بیان ہے کہ پرویز کے بعد شیرویہ حکمران ہوا اور صرف آٹھ ماہ حکمران رہا۔ پھر سات سال کی عمر میں اردشیر کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ ڈیڑھ برس کے بعد ۱۵ھ میں وہ بھی چلتا بنا۔ پھر جوان شیر کی باری آئی۔ اس کے بعد پوران دخت کو تخت پر بٹھایا۔ فتح بویب کے وقت پوران دخت کو الگ کر کے ۱۶ سال کی عمر میں یزدگرد کو تخت نشین کیا۔

۱۴ھ میں قادسیہ کے معرکہ کے وقت یزدگرد کی عمر ۱۶ سال تھی۔ بقول مصنف اخبار الطوال یزدگرد کی عمر ۱۳ سال تھی۔ بقول گبن اور بلاذری ۱۵ سال تھی۔ جلولا، جزیرہ، خوزستان ۱۶ھ میں فتح ہوئے۔ اس وقت یزدگرد کی عمر ۱۹ سال تھی۔ خراسان کی عام لشکر کشی اور اصفہان ۲۱ھ میں فتح ہوئے۔ اس وقت یزدگرد کی عمر ۲۳ سال تھی۔

آذربائیجان، طبرستان ۲۲ھ میں فتح ہوئے۔ اس وقت یزدگرد ۲۴ سال کا تھا۔

فارس، خراسان، کرمان اور سیستان ۲۳ھ میں فتح ہوئے اس وقت یزدگرد کی عمر ۲۵ سال تھی۔

ذوالحجہ ۲۳ھ میں فاروق اعظم شہید ہوئے۔ اور آپ کی شہادت تک یزدگرد معہ خاندان اسلامی فوجوں سے آگے آگے بھاگتا تھا اور کہیں بھی اس کے خاندان کا کوئی فرد گرفتار نہ ہو سکا۔ گویا ۲۳ھ میں یزدگرد کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اگر فاروق اعظمؓ کی شہادت سے چند روز پہلے بھی شہربانو گرفتار ہو کر مدینہ پہنچائی جاتی تو اس کی عمر زیادہ سے زیادہ سات سال ہوتی۔ مگر سوائے اس کے کسی مؤرخ نے یہ بیان نہیں کیا کہ معرکۂ جلولا یا نہاوند کے علاوہ جب کہ یزدگرد کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ مجوسی غلام مدینہ پہنچائے گئے تھے۔ پھر یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ ۱۰ سال کی عمر کے نوجوان کی جوان لڑکی مدینہ پہنچائی جائے۔ اور اتنی طویل گفتگو کے بعد اسے حسینؓ کے سپرد کیا جائے۔ جن کی پیدائش ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔ اور وہ اس وقت صرف ۱۳ یا ۱۴ سال کی عمر کے لڑکے تھے۔

شہربانو کے متعلق متضاد روایات کا تجزیہ

شہربانو کو گھوڑے پر سوار ہو کر سیدنا حسینؓ نے اپنے بڑے بھائی شہریار کے پاس بھاگ جانے کا حکم فرمایا تھا۔ مگر یہ خصوصیت صرف شہربانو سے کیوں مخصوص کی گئی۔ حالانکہ آپ کی دوسری ازواج لیلےٰ، رباب، اور ام اسحٰق بھی موجود تھیں۔

کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ فانھا القت نفسھا فی الفرات۔ یعنی فرات میں ڈوب کر مر گئیں۔

ان روایات کے متعلق مؤلف مجاہد اعظم کی زبان سے سن لیجئے۔ نہی غلط موضوع اور بے بنیاد روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد جب آپ کا گھوڑا خیمہ پر آیا۔ تو جناب شہربانو سوار ہو کر چلی گئیں۔ راستہ میں ان کا بھائی شہریار جو کمک کے لئے لشکر لے کر آرہا تھا (غالباً ٹیلیفون پر اسے اطلاع دی گئی تھی) انہیں ہمراہ لے گیا۔

نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سیدنا عثمانؓ کے زمانہ ۳۰ھ میں یزدگرد کا خاندان ہی ختم ہو گیا تھا۔ اور چند بچے کھچے لوگ چین کی طرف بھاگ گئے تھے۔ تو شہریار نے کہاں سے کمک فراہم کی تھی۔

بہن سے ملا اور اس وجہ سے کہ واقعات شہادت ہو چکے تھے۔ بہن کو اپنے ساتھ لے گیا۔ (صد ۲۷۳) (کہاں لے گیا) مؤلف!

زمخشری کا پورا نام ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری تھا۔ لغت اور ادب میں اسے امام مانا گیا ہے۔ عقیدۃً "معتزلی" تھا۔ یعنی ابن ابی الحدید۔ کا ہم عقیدہ تھا۔ اس کی تالیف تفسیر کشاف دو مبسوط جلدوں میں ہے۔ علامہ ہارم الازہری تفسیر کشاف کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ یہ کتاب اہل علم میں بڑی مقبول ہوئی کسی نے اس کی تردید کی اور کسی نے تشئید۔ یہی معتزلی شہربانو کی گپ کا خالق ہے۔ اس نے اپنی گپ سے اپنی تالیف، ربیع الابرار کو زینت دی۔ اور وہاں سے ابن خلکان نے اڑا جس کا تاریخ میں اپنا کوئی مقام نہیں۔ جو جہاں سے ملا اندھا دھند نقل کر دیا۔

زمخشری کی تاریخ دانی پر شبلی نعمانی نے بڑی اچھی تنقید کی ہے۔ غرضیکہ زمخشری تاریخ کے فن سے بالکل کورا تھا۔ اس کے اعتزال نے شہربانو کا ہیولہ تیار کیا اور دنیائے شیعیت پر جو فاروق اعظمؓ کو شہید کرنے والے مجوسی کو بابا شجاع رضی اللہ عنہ کا خطاب بخش چکی تھی۔ شہربانو کو دوش ہوا پر سوار کرا کے لے اڑی۔ بعض لوگ معتزلہ کو اہلسنت والجماعت میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے زمخشری بھی ان کی نظروں میں اہلسنت والجماعت میں سے تھا۔ چونکہ معتزلہ کے عقائد شیعیت کے عقائد کا چربہ ہیں۔ اس فرقہ کے بانی واصل بن عطا کا قول ہے کہ جمل اور صفین کے معرکوں میں ایک گروہ فاسق تھا۔ مگر وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ گروہ کون تھا؟

ظاہر ہے کہ اس کا اشارہ صدیقۂ کائناتؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف ہے۔

چنانچہ کہتا ہے کہ اگر علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ میرے سامنے ترکاری کی ایک گٹھی پر بھی گواہی دیں تو قبول نہ کروں گا کیونکہ ان کے فاسق ہونے کا احتمال ہے۔ عمرو بن عبید معتزلی کا قول ہے کہ فریقین فاسق تھے۔ (الفرق بین الفرق ص۱۰۱) (شہرستانی ج ص۳۴) ابتدا میں سب کو رگید ڈالا۔ اور جب کسی حد تک فضا ساز گار کر چکے تو کھل کر سامنے آ گئے پہلے حضرت عمرؓ کو مطعون کرنا شروع کیا۔ (الفرق بین الفرق ص۱۳۳، ۱۳۴ شہرستانی جلد ا صفحہ ۳۰) پھر حضرت عثمانؓ کی طرف رخ کیا۔ اور ان کے خلاف بہت زہر اگلا اس کے ساتھ "خلافت بلا فصل" کی وکالت میں بڑی شد و مد سے اجماع امت کو ساقط قرار دیا۔ (الفرق بین الفرق، ص۱۳۸، ۱۳۹)

شاید یہاں ایک قاری کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ معتزلہ نے بعض مقامات پر سب کو رگید ڈالا ہے پھر ان پر تشیع کا لیبل کیسے چسپاں کیا جاتا ہے۔

اہل تشیع کی یہی عیاری اہل سنت والجماعت کے لئے زہر قاتل ثابت ہوئی ہے پہلے یہ لوگ اپنے حق میں ایک طرح سے فضا ساز گار کرتے ہیں۔ جب کچھ لوگ ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ تو کھل کر سامنے آ جاتے ہیں دیکھئے کس طرح معتزلہ درجہ بدرجہ شیعیت کی منازل پر عبور کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے۔ کہ اجماع امت سرے سے کوئی چیز نہیں۔ جس کا دوسرا مطلب یہ تھا کہ علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے۔ اور ان لوگوں میں سے ایک زمخشری تھا جس نے شہر بانو کی داستان تخلیق کی۔

یزدگرد اور اس کی اولاد

یزدگرد ۳۰ھ میں بعمر ۳۲ سال ایک چکی والے کے ہاتھوں قتل ہوا آخر تک اس کے خاندان کا کوئی فرد گرفتار نہ ہو سکا۔ اس نے آخری ایام میں چین کے بادشاہ سے مدد طلب کی۔ مگر ناکام رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا فیروز سوئم اس کا جانشین ہوا۔ چین کے بادشاہ نے اسے بحیثیت بادشاہ ایران تسلیم کیا۔ مگر فوجی امداد نہ دی۔ ۵۵ھ میں بعہد خلافت سیدنا امیر معاویہؓ فیروز شاہ چین میں تھا۔ چینی فیروز شاہ کو PE - LU - SSEH کہتے تھے۔ اسے وہاں آتشکدہ بنانے

کی اجازت مل گئی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نرسی خاندان کا سربراہ ہوا۔ چین میں اسے NI - NIESHEH کہتے تھے۔ وہ تخارستان چلا گیا۔ سجستان کے سرحدی مقام کو زرنج ہیڈ کوارٹر بنا کر پر پرزے نکالنے لگا۔ مگر ۸۰ ہجری میں مسلمان مجاہدین کے حملوں کی تاب نہ لا کر چین کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد کے حالات سے تاریخیں خاموش ہیں۔ البتہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ امیر قتیبہ بن مسلم کی فتوحات کے دوران اس کے خاندان کی دو لڑکیاں گرفتار ہو کر دمشق پہنچیں۔ ان میں سے ایک لڑکی شاہ آفرید بنت فیروز بنت یزدگرد امیر المومنین الولید بن عبدالملک کے حرم میں داخل ہوئی۔ یزید بن عبدالملک اس کے بطن ہی سے تھا۔ یزید کا ایک شعر ہے۔

انا ابن کسریٰ وابی مروان ⁂ وقیصر جدّی وجدی خاقان

رہے نام اللہ کا۔

بقیہ حاشیہ ص۱۳۶

طبری کہتا ہے ہشام بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا۔ تیرہ کے ساتھ آپ نے مباشرت کی ایک وقت میں گیارہ موجود رہیں اور نو کو چھوڑ کر آپ کی وفات ہوئی اسلام کے قبل آپکی عمر ۲۰ سال سے زیادہ تھی۔ کہ آپ نے خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ سے نکاح کیا۔ سب سے پہلے آپ نے انہی سے نکاح کیا۔ آپ سے قبل یہ عتیق بن عائذ کی بیوی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاضم تھا عتیق کے صلب سے خدیجہؓ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد عتیق کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ابوہالہ جو بنی عدی عبدالدار بن قصی سے تھا۔ خدیجہؓ سے شادی کی۔ اس کے صلب سے خدیجہؓ کے بطن سے ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ ابوہالہ مر گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ اس وقت ہند بن ابی ہالہ خدیجہؓ کی آغوش تربیت میں تھے۔ خدیجہؓ کے بطن سے رسول اللہ صلعم کے آٹھ بچے قاسم، طیب، طاہر، عبداللہ، زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

(تاریخ طبری حصہ اول ص۴۹۲، ترجمہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

بقیہ حاشیہ ص۱۶۷ پر

تیسرا باب

مزعومہ آئمہ کی موجودگی میں خروج کرنیوالے علوی

شیعیت کے دوازدہ آئمہ کو معصوم اور مامور من اللہ قرار دیا گیا ہے۔ امام منصوص کے بغیر جہاد قلمی اور سیفی دونوں حرام ہیں۔ چنانچہ مجلسی نے بحار الانوار میں احادیث رسول و آئمہ اس کے متعلق نقل کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مباحثہ کرنا انبیاء و آئمہ کے سوا اس لئے دوسروں کا کام نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ کہ وہ حجت منصوب من اللہ کو پہچانتے نہیں۔ نہ یہ ضعیف شیعوں یا اہل باطل کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اور اس لئے بھی ناجائز ہے کہ جہاد بالقلم سے اظہار دین ہوتا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے ہاں اظہار دین کی ممانعت اور اخفائے دین کا حکم ہے۔ جیسا کہ اصول کافی میں امام جعفر صادق کی یہ حدیث ہے۔

انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (صہ ۴۸۵) "بے شک تم ایک ایسے دین پر جس نے اسے پوشیدہ رکھا۔ اللہ نے اسے عزت دی۔ اور جس نے اسے ظاہر کیا۔ اللہ نے اسے ذلیل کیا۔" [1]

---

[1] اس کا فیصلہ شیعہ مولوی خود کر لیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں یا غلط کر رہے ہیں ہو سکتا ہے یہ کہتے وقت امام نے اس بات کے ستر پہلو پوشیدہ رکھے ہوں چونکہ امام جعفرؒ فرماتے ہیں۔ انی لا کلم علی سبعین وجھا فی کلھا المخرج وعن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول انی لا تکلم بالکلمۃ الواحدۃ لھا سبعون وجھا ان شئت أخذت کذا وان شئت اخذت کذا (بحوالہ اساس الاصول مؤلفہ مولوی دیدار علی مجتہد صہ ۶۵) ۔ حاشیہ جاری ہے۔

زیر نظر سطور میں ان علوی خروج کرنے والوں کی فہرست ہے جنہوں نے آئمہ وقت کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر خروج کئے اور صرف خروج ہی نہیں بلکہ وہ بدکرداریاں کیں کہ شیطان بھی ان کی بدافعالیوں سے پناہ مانگتا ہوا بھاگ نکلا ہوگا۔

امام ششم جعفر صادق	زید بن علی نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا۔	بزمانہ ہشام بن عبد الملک اموی
پیدائش ۸۲/۸۶ھ وفات ۱۴۸ھ	محمد الارقط ۱۴۵ھ مدینہ میں ابراہیم بن عبد اللہ نے بصرہ میں	بزمانہ ابو جعفر منصور عباسی 〃
امام ہشتم موسیٰ رضا	محمد بن علی ۱۶۴ھ خراسان میں	بزمانہ محمد مہدی عباسی
پیدائش ۱۸۲ھ وفات ۲۰۳ھ	حسین بن علی، فاضل بن علی ۱۶۹ھ مدینہ میں	〃 موسیٰ الہادی
	ادریس الاصغر ۱۷۶، افریقہ میں یحییٰ بن عبد اللہ ۱۷۶ دائلم میں	〃 ہارون الرشید
	محمد سلیمان ۱۹۰ھ مدینہ میں، محمد بن ابراہیم طباطبا ۱۹۹ھ کوفہ میں، محمد الاکبر بن جعفر ۱۹۹ کوفہ، حسین الافطس ۱۹۹ مکہ، علی ابن حسین الافطس، محمد بن جعفر صادق، علی بن جعفر صادق ۱۹۹ مکہ میں، ابن موسیٰ کاظم ۱۹۹ بصرہ میں عبید اللہ بن جعفر ۲۰۰ھ میں فارس میں جعفر بن ابراہیم ۲۰۲ھ یمن میں	〃 مامون الرشید 〃
امام نہم محمد تقی	عبد الرحمن بن احمد ۲۰۷ھ یمن	〃 مامون الرشید
پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۲۰ھ	محمد بن قاسم ۲۱۹ھ طالقان میں	المعتصم باللہ

بقیہ حاشیہ امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں بے شک میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں ہر پہلو سے نکل جانے کا موقعہ رہتا ہے۔ ابو بصیر سے بھی روایت ہے کہ میں نے امام جعفرؒ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی کلام کرتا ہوں۔ تو اس میں ستر پہلو رکھ لیتا ہوں۔ چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کروں۔ اور جب چاہوں اس پہلو کر لوں۔ یہ کلام ہے ممنوع التقیہ امام کا۔ اور مامور التقیہ کا کیا پوچھنا۔

امام دہم علی نقی پیدائش ۲۱۲ھ وفات ۲۵۴ھ	محمد بن صالح ۲۳۲ھ حجاز، یحییٰ ابن عمر ۲۳۵ھ بصرہ میں	المتوکل
	ابی الحسین یحییٰ ۲۵۰ھ کوفہ ۔ حسین بن زید ۲۵۰ھ دیلم محمد بن زید ۲۵۰ھ طبرستان ، محمد بن جعفر ۲۵۰ فارس احمد بن عیسیٰ ۲۵۰ رے ، ادریس بن موسیٰ ۲۵۰ رے ، عبداللہ بن اسماعیل ۲۵۰ ، حسین کوکبی ۲۵۱ قزدین ، ابراہیم بن محمد ۲۵۱ قزدین حسین المحزون ۲۵۱ کوفہ ۔ ابو احمد ۲۵۱ کوفہ اسماعیل بن یوسف ۲۵۱ مکہ الاصغر محمد ۲۵۲ یمامہ عبداللہ بن احمد ۲۵۲ مکہ	المستعین باللہ
امام یازدہم حسن عسکری پیدائش ۲۳۱ھ وفات ۲۶۰ھ	محمد الاکبر بن موسیٰ ۲۵۴ مدینہ	المہتدی باللہ
	عیسیٰ بن جعفر ۲۵۵ کوفہ ، محمد بن حسن ۲۵۶ھ مدینہ ابراہیم بن محمد ۲۵۶ھ مصر	المعتمد علی اللہ

نقشہ مندرجہ صدر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانچ مزعومہ آئمہ کے زمانہ میں تقریباً چالیس علویوں نے خروج کیا۔ اور بارہ خلفائے اسلام کی خلافت میں یہ خروج ہوئے اگر ان لوگوں نے اپنی مرضی سے یہ خروج کیے تو یہ لوگ آئمہ کے نافرمان اور باغی تھے۔ اور اگر آئمہ کی مرضی سے خروج کئے تو آئمہ نے خود ان کا ساتھ کیوں نہ دیا۔

اگر وہ پس منظر میں رہ کر مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑاتے تھے تو وہ کون سی نفس تھی ؟ کیا یہ منافقت نہ تھی ! اور پھر اس بات کو بھی پیش نظر رکھیئے کہ ان آئمہ کے ساتھ خلفائے راشدین نے کون سا برا سلوک کیا تھا۔ اگر کہا جائے۔ کہ خلفائے وقت ان آئمہ کو درپردہ تکلیفیں پہنچاتے رہے تو اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں آج تک نہیں بولا گیا۔ یہ خلفائے اسلام وہ خلیل القدر فرماں روا تھے۔ اور ایسی سطوت و شوکت کے مالک تھے۔ کہ جو قیصر و کسریٰ تک کو کتے کے نام سے پکارتے تھے پھر اپنے ملک کے چند سر پھرے باغیوں سے انہیں کیا خوف ہو سکتا تھا کہ انہیں درپردہ تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ اور بظاہر ان کی خدمت کرتے رہے۔

صرف علوی ہی بار بار کیوں خروج کرتے رہے۔

اس سوال کا جواب صرف ارباب بصیرت کی سمجھ میں ہی آسکنے والا ہے۔ اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ نے جن نظریات و عقائد کا ہیولہ تیار کیا تھا وہ سب مفروضہ اہل بیت کے گرد گھومتا تھا۔ اور وہی لوگ بار بار ان سادہ لوح علویوں کو گھیر کر خلافت موقتہ کے خلاف خروج کراتے رہے اور خلفائے وقت کی بار بار چشم پوشی، اغماض بلکہ رحم و کرم کے جذبات اور معافیاں انہیں بار بار خروج کرنے کی ہمت دلاتی رہیں۔

۲۔ قانون قدرت کی طرف سے ان لوگوں کے باطل نظریات پر ایک تازیانہ ہے جو انہیں صرف اولاد علیؓ ہونے کی وجہ سے واجب التعظیم سمجھتے ہیں کہ تم جن لوگوں کو اہل بیت کے نام سے پکار پکار کر ان کے سامنے بچھے جاتے ہو وہ دین سے کس قدر بیگانہ اور کردار کے لحاظ سے کس قدر گھٹیا تھے۔ اور آج تک ہیں۔

شیعوں کے دوازدہ مزعومہ آئمہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

سیدنا علیؓ اور حسنینؓ کے بعد اہل تشیع کے آٹھ مزعومہ آئمہ ہماری نظروں میں اپنے اپنے وقت کے اہم ترین شخصیتوں کے حامل، عابد و زاہد اور صاحب

علم و فضل بزرگ تھے۔ وہ لوگ خلفائے وقت کے وفادار اور جمہور مسلمانوں کے ہمدرد اور تمام مسلمانوں کے قابلِ تعظیم بزرگ تھے۔ خلفائے وقت انہیں نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ رضاؒ کو امیر المومنین المامون عباسی نے تمام عباسیوں کو ناراض کر کے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

خلافتِ موقتہ

ہمارے سامنے اس وقت ۶۰ھ سے ۳۵۰ھ تک یعنی ۲۹۰ قمری سالوں کی تاریخ ہے یہ عرصہ خلفائے سادات بنوامیہ اور خلفائے سادات بنوعباس کا وہ سنہری زمانہ ہے جس میں ہمیں ملکی فتوحات کے انمٹ کارنامے بھی نظر آتے ہیں اور علوم و فنون کے تخلیقی ذخائر بھی۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ تاریخ عالم سے اگر یہ ۲۹۰ سال نکال دیئے جائیں۔ تو اس ربع ارضی کی تاریخ میں تہذیب و تمدن، معاشرت، اور انسانی اقدار کا وجود تو درکنار ان کا کہیں سراغ بھی نہیں ملے گا۔ تو بجا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جو دین پیش کیا۔ صحابہ کرامؓ نے جس دین کی تبلیغ فرمائی۔ خلفائے راشدینؓ نے جس دین کی خدمت کی۔ اس دین کی آبیاری اسی دور میں ہوئی۔ محمد رسول اللہ کے لائے ہوئے دینؐ کے چمنستان کے پیڑ اسی زمانے میں بارآور ہوئے۔ بلا تفریق مذہب و ملت معلوم دنیا کے لئے یہی دور حقیقی طور پر راحتوں، آسانیوں اور شادمانیوں کا دور تھا۔

اگر اس دور میں کسی طرف سے کوئی بدمزگی، بے لطفی، بے آرامی، خرابی یا بدکرداری کی جنبش یا حرکت ہوئی۔ تو ان سب کا سرچشمہ ہمیں اولاد علیؓ کے وجود میں ملتا ہے۔ ان ۲۹۰ سالوں میں کم و بیش ۶۵ علویوں نے خروج کئے یعنی اوسطاً ساڑھے چار سال کے عرصہ میں ایک علوی نے خروج کیا۔ ان میں سے چند ایسے بھی تھے، جو علم و فضل کے بلند مقامات کے حامل تھے۔ مگر یہود و مجوس کے "آمیختہ" نے انہیں طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر خروج پر آمادہ کیا۔ بعض اپنی بیوقوفی

سے اس اشرار گروہ کے ورغلانے سے آمادہ خروج ہوئے ان میں سے بعض عین بغاوت کے دوران مارے گئے۔ بعض نے توبہ تلّا کی اور فراخ دل خلفاء نے اپنی سیر چشمیوں سے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ خلعتوں سے نواز کر رخصت کیا۔ بعض روپوش ہو گئے۔ بعض کو معمولی سرزنش کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ آج مخالفین کی طرف سے خلفائے سادات بنوامیہ یا خلفائے سادات بنوعباس کے خلاف جو ناشائستہ اور سوقیانہ انداز کے اعتراض کئے جاتے ہیں، ان معترضین کو اتنی عقل بھی نہیں کہ اگر وہ لوگ اولاد علیؓ کے اس قدر دشمن تھے تو ان علویوں کو بار بار جرأت کیسے ہوتی رہی۔ اور پھر اگر علویوں کا اس طرح قتل عام ہوتا رہا تو آج یہ لاکھوں علوی کہاں سے نمودار ہو گئے۔ شیعیت نے اپنے روحانی اباء و اجداد کی تیار کردہ سازش کو اپنا کر جس طرح ان پاک باز بندوں کے خلاف زہر افشانی کی ہے۔ یہ تاریخ کا ایک اندوہناک باب ہے اور لطف یہ کہ تمام مروجہ تاریخوں میں وہ تمام واقعات موجود ہیں جو گذشتہ صفحات میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ مگر کسی اللہ کے بندے نے اس طرف توجہ کی ہی نہیں۔ لے دے کر ان لوگوں کے پاس جمل و صفین اور کربلا، علیؓ و معاویہؓ اور حسینؓ و یزیدؒ کی ان کی خود تیار کردہ جھوٹی روایتیں رہ گئی ہیں۔

بعض ایسی باتیں جو ایک ہی تاریخ کی کتاب میں دو صورتوں میں موجود ہیں اور پہلی صورت کو دلائل و براہین کی بھرپور تائید حاصل ہے۔ اور اسی مسئلے کی دوسری صورت کسی دوسرے مقام پر کسی ثبوت کے بغیر اسی کتاب میں مرقوم ہے جس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ دوسری صورت مؤرخ کی اپنی طبع زاد ہے یا تسامح ہے یا ذہول ہے یا اس کی عصبیت ہے۔ مگر عوام میں وہی دوسری غلط صورت اس طرح رواج پذیر ہو چکی ہے کہ اصل صورت کو بالکل بھلا دیا گیا ہے۔ الحوب کا واقعہ طبری اور ابن خلدون کے حوالہ جات سے گذشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح فاروق اعظمؓ کی شہادت کا واقعہ ہے تاریخیں پکار پکار کر کہہ

رہی ہیں کہ آپ کی شہادت ایک منظم گروہ کی سازش کا نتیجہ تھی۔ مگر آج اس طرف صرف فیروز کو گھسیٹا جا رہا ہے۔

اسی طرح خروج کرنے والے وہ فاطمی جنہوں نے خانہ کعبہ میں بیٹھ کر رقص و سرود کی مجلسیں جمائیں مسجد نبوی کے پردے اور غلاف کعبہ کو لوٹا، کھلے بندوں لواطت اور زنا کاری کے مرتکب ہوئے، نشہ شراب میں مدہوش ہو کر مسجد نبوی میں لوگوں کو نمازیں پڑھنے سے روکا۔ ان سب کے حالات تاریخوں میں موجود ہیں۔ مگر شیعیت نے آل نبیؐ اور عترت رسولؐ کی اصطلاحات کے پردوں میں ان لوگوں کی بدکرداریوں کو پوشیدہ کر کے واقعہ جرہ جیسے معمولی قسم کے پولیس ایکشن کو وہ شہرت دی کہ دورِ حاضرہ کے مدعی قرآن فہمی تک بھی انہی کی سی ہانکنے لگ گئے۔ گویا شیعیت نے نہایت چابکدستی سے عوام کے اذہان کو بُری طرح مسموم کر کے تاریخ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

تاریخوں میں اس قسم کے موجود تضادات ہر پڑھے لکھے آدمی کی نظر سے ضرور گزرتے ہوں گے۔ مگر کسی اللہ کے بندے کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرے۔ اس طرف متوجہ کرنا تو درکنار بلکہ جھوٹ کی وکالت کو دینی خدمت سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جا رہا ہے۔

حاشیہ ۱۳۴ اس کتاب کی کتابت مکمل ہو چکی تھی کہ کراچی سے نجات الرسول روایات کے آئینہ میں مصنفہ سید ابراہیم بالترتیب اضافہ سید محمد جعفری موصول ہوئی اس کے صفحہ نمبر ۵۰ پر ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن پی ایچ ڈی کے پیش لفظ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا عقد جب آپ سے ہوا آپ باکرہ تھیں صرف آنحضرتؐ سے ہی آپ کا عقد ہوا اور آپ نے اپنے شوہر کی حیات میں انتقال فرمایا اور بیوگی کے صدمات نہیں سہے تمام مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کا عقد حضرت خدیجہؓ سے ہوا ہے اسوقت کے تمام رؤسائے عرب اور اشراف حجاز حضرت خدیجہؓ سے عقد کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت خدیجہؓ جو ملیکۃ العرب کے نام سے مشہور تھیں سب کے پیغامات ٹھکرا دیتی تھیں ان مؤرخوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ دو بیوہ ہو کر دو شوہروں کا داغ اٹھا چکی ہیں وہ دوشیزگی کی حالت میں تو عرب کے غیر معتاد لوگوں سے شادی کر لیں لیکن بیوہ ہونے پر اتنی بلند ہو جاتی ہیں کہ شیوخ عرب اور اشراف قریش میں سے کسی کو بھی اس قابل نہیں سمجھتیں کہ ان کے پیغام کو قبول کرنا درکنار نگاہ میں بھی لائیں۔ ... حضرت ... سے عقد فرمایا

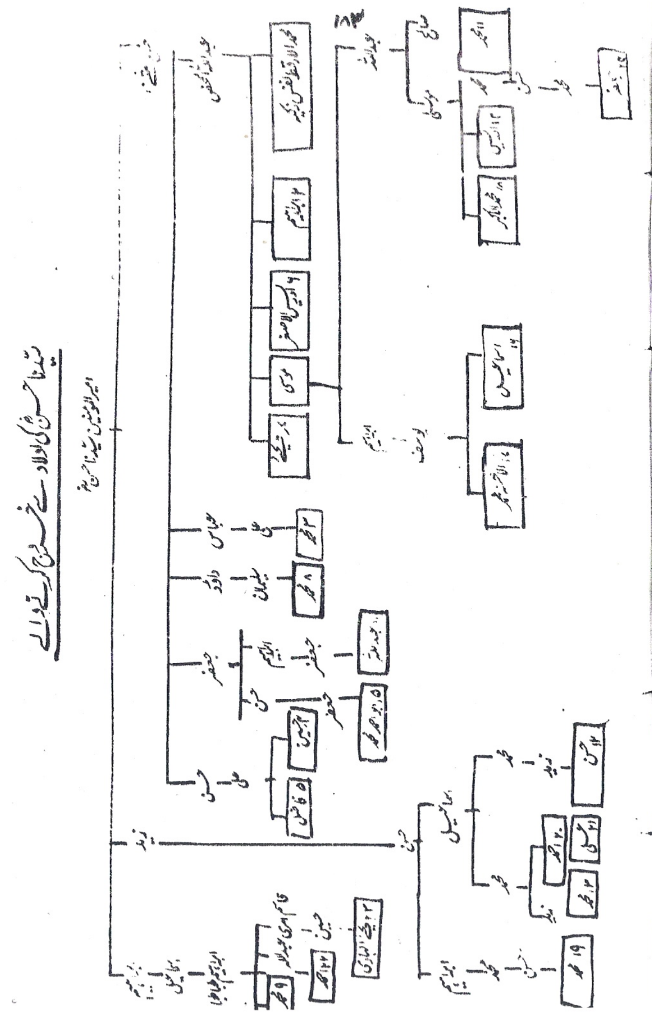

مہدی نمبر۱۔ محمد الارقط کا دعویٰ مہدویت

محمد الارقط (نفس زکیہ) بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسن بن علیؓ فرزند سیدنا حسنؓ کی اولاد سے سب سے پہلے انہوں نے خروج کیا۔ اور اولادِ علیؓ میں سے سب سے پہلے انہوں نے مہدی ہونے کا بلکہ بقول روافض نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زبان سے ہکلے تھا۔ مگر نہایت شجاع، نڈر اور بہادر تھے سیاسی چالیں خوب جانتے تھے۔ ان کے دادا حسن مثنیٰ سیدنا حسینؓ کے داماد تھے۔ ان کی زوجہ کا نام فاطمہ تھا۔ کربلا میں ابو حسان ان کا ماموں بچا کر لے گیا۔ کوفہ میں لے جا کر علاج کیا۔ جب تندرست ہوئے تو مدینہ چلے آئے۔ (مقام کشف الغمہ، ارشاد اور ریاض الشہادۃ، مقاتل الطالبین ص ۱۱۹، ناسخ التواریخ جلد ۸ اور عمدۃ الطالب ص ۷۹) یہ ان کے حالات ہیں۔ حسن مثنیٰ کے بیٹے نجیب الطرفین ہونے کی بنا پر عبداللہ المحض کہلانے لگے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بڑے حریص تھے جب عباسی تحریک کے ایک داعی کا قاصد امام ابراہیم عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع دی کہ خراسان میں آپ کی بیعت لے لی گئی ہے اور آپ کے لئے لشکر فراہم ہو گئے ہیں (عمدۃ الطالب) تو عبداللہ المحض نے حسد کی وجہ سے اموی خلیفہ کو اطلاع دیدی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میں اس کارروائی سے بری الذمہ ہوں۔ چنانچہ عبداللہ المحض کو اس چغلی کے صلہ میں اموی خلیفہ نے دس ہزار دینار عطا کئے۔ (مقاتل الطالبین ص ۲۵۷۔ ۲۵۹) عباسی امام گرفتار کر لئے گئے اور ان کے تمام بھائی بھتیجے جو تعداد میں چوبیس تھے۔ گرفتار کر کے حمیمہ کے مقام پر نظر بند کر دیئے گئے اس کے چند دن بعد ابو العباس عبداللہ السفاح کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔

ابو سلمہ خلال وزیر آل محمد

یہ شخص عباسیوں کا داعی تھا مگر چاہتا تھا کہ خلافت علویوں کو ملے مگر اس کے ساتھی اس کے مانع تھے (البدایہ ص ۴۲) اس نے عباسیوں اور علویوں کو ایک جگہ جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ خود

ہی کسی ایک کو اپنے میں سے خلیفہ مقرر کر لیں عباسی تو پہلے ہی اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے علویوں میں سے تین اہم اشخاص کو بلانے کیلئے اپنا معتمد بھیجا۔

جناب جعفر (الصادق) کے پاس جب یہ قافلہ پہنچا تو انہوں نے یہ کہہ کر خط لینے سے انکار کر دیا کہ ابو سلمہ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں (عمدۃ المطالب فی انساب آلِ ابوطالب ص ۸۰) عمرؓ بن علی بن حسینؓ نے یہ کہہ کر خط لینے سے انکار کر دیا کہ میں اسے جانتا ہی نہیں عبداللہ المحض نے خط لے لیا اور جعفر (الصادق) کے پاس پہنچ کر خط کا مضمون گوشگزار کیا۔ جناب جعفر نے فرمایا وہ تمہارا داعی نہیں۔ تم نے کب اسے خراسان بھیجا۔ کب اپنے داعیوں کا لباس سیاہ مقرر کیا۔ تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو۔ نہ وہ تم کو جانتے ہیں عبداللہ جناب جعفر کی اس صاف گوئی پر جھنپا گئے اور نہ کوفہ گئے اور نہ ہی جواب لکھا۔

سبائیوں کی وضع کردہ ایسی ہی ایک اور روایت ہے کہ انتخاب خلیفہ کے لئے ہاشمی خاندان والوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں علویوں کی طرف سے جعفر (الصادق) عبداللہ المحض اور ان کے بیٹے محمد الارقط (نفس الزکیہ) اور عباسیوں کی طرف سے ابو جعفر المنصور تھے جب محمد الارقط کا نام لیا گیا تو جعفر (الصادق) نے کہا آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں خلافت تو زرد قبا والے کے لئے ہے۔ (ابو جعفر المنصور عباسی اس وقت زرد قبا پہنے ہوئے تھے۔) یہ روایات صحیح ہیں یا غلط، مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ عباسی دعوت محمد الارقط کی پیدائش سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ البتہ جب ابو جعفر المنصور عباسی[1] خلیفہ منتخب ہو گئے تو عبداللہ بن المحض اپنی چغلی کی وجہ سے سخت شرمندہ تھے۔ مگر خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد جب وہ ابو العباس السفاح

[1] ابو جعفر المنصور کو شیعہ لوگ دوانقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ دوانق دمڑی کی مقدار کا ایک سکہ ہے۔ ابو جعفر حساب کے معاملہ میں بڑے سخت تھے۔ شیعہ ان کو تحقیر کے طور پر دوانقی کہتے ہیں مگر دوانقی کے زمانہ میں زید کے بیٹے حسن مدینہ کے گورنر تھے۔ حسن کی بیٹی ام کلثوم ابو العباس عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فیاض طبع اور دریا دل خلیفہ نے انہیں گراں بہا عطیات دیئے ایک اور مرتبہ خلیفہ کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ نے اپنے پاس ٹھہرایا۔ ایک دفعہ جب خلیفہ انبار کے مقام پر مقیم تھے، تو عبداللہ پہنچے، خلیفہ بڑی عزت و تکریم سے پیش آئے۔ بے حساب مال دیا طبری لکھتا ہے کہ ایک شب خلیفہ نے ایک صندوقچہ منگوایا، جو جواہرات سے بھرا ہوا تھا، کھول کر آدھے جواہرات عبداللہ کو دیئے۔[1]

اس تفصیل کے اظہار سے جہاں علویوں کے خروج کی وضاحت ہوتی ہے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ وہی عبداللہ ہیں جنہوں نے امویوں کے ہاں عباسیوں کے خلاف چغلی کھائی تھی، مگر عباسیوں کا اس بات کے باوجود عبداللہ سے اسقدر فیاضانہ سلوک ہو تو ان حالات میں جناب جعفر (الصادق) جو ایک گوشہ نشین، زاہد منش انسان تھے، انہیں زہر آلود انگور کھلا کر ہلاک کرنے کی کیا ضرورت تھی، اور اولادِ علی کو زندہ دیواروں میں چنوا دینے کی کیا تک تھی۔[2]

عبداللہ المحض کے چھ لڑکے تھے، سب کے سب عالی حوصلہ اور شجاع تھے اور سب نے مختلف اوقات میں خلافتِ موقتہ کے خلاف خروج کئے محمد الارقط ان سب میں زیادہ ہوشیار تھے۔ کئی سال خروج کی تیاریاں کرتے رہے، لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، ان ایام میں مدینہ کی گورنر محمد الارقط کے چچازاد حسن بن زید بن الحسین فائز تھے، جس نے محمد الارقط کے خلاف مخبری کی اور یہ اپنے بھائی ابراہیم کو لیکر سندھ کی طرف بھاگ گئے کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر پھر خروج کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اس زمانہ میں عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور نے انہیں ایک طویل خط لکھا جو سورۃ المائدہ کی اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ

اس کے جواب میں محمد الارقط نے ایک طویل خط لکھا جس میں ان لفظوں کی تکرار پر زور

---

[1] جلاء العیون صہ ۳۴۳ جلد ۲
[2] جلاء العیون صہ ۳۴۵ جلد نمبر ۲

دیا گیا کہ میری ماں ایسی تھیں میری دادی ایسی تھیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ انہوں نے اس خط میں تسلیم کیا کہ ابوطالب بحالت کفر مرا تھا۔ (آج جو شیعہ ابوطالب کو مسلمان کہہ رہے ہیں وہ غور کریں ر) عباسی خلیفہ اور محمد الارقط کے درمیان یہ خط و کتابت نسلی تعلیوں اور طعنہ زنی کی نوک جھونک کے سوا کچھ نہیں اس خط و کتابت کو متعدد مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد ۱۴۵ھ میں محمد الارقط نے یکایک خروج کر دیا عباسی خلیفہ نے عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا، سالارِ لشکر نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق اعلان کیا۔

"اے اہل مدینہ تمہارا خون بہانا ہمارے لئے حرام ہے، جو لوگ تم میں سے اپنے آپ ہمارے پاس چلے آئیں یا جو مدینہ سے باہر چلے جائیں یا جو اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور جو ہتھیار رکھ دیں، انہیں امان ہے، ہم صرف محمد الارقط کو گرفتار کر کے امیر المومنین کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

چنانچہ اس اعلان پر ان کے بہت سے ساتھی الگ ہو گئے، حتیٰ کہ ان کے بھائی عبیداللہ اور دوسرے ان کے بہت سے ساتھی ان سے الگ ہو گئے عبیداللہ الحسینی شروع سے ان کے خروج کے خلاف تھے اور محمد الارقط نے قسم کھا رکھی تھی جہاں اسے پاؤں گا قتل کر دوں گا (عمدۃ الطالب صہ ۳۰۸) انہیں عباسی خلیفہ نے مدائن میں اسی ہزار کی جائیداد و جاگیر عطا کی تھی (عمدۃ الطالب ۲۸۴) احجار زیت کے مقام پر جنگ ہوئی محمد الارقط کے ایک ساتھی نے بھاگ جانے کا مشورہ دیا، مگر آپ میدان میں ڈٹے رہے اور مقتول ہوئے۔

کسی آدمی نے خلیفہ منصور کے سامنے کہا کہ محمد الارقط میدان قتال سے ہٹ گئے تھے خلیفہ نے کہا ہرگز نہیں ہم اہل بیت میدان چھوڑ کر بھاگا نہیں کرتے۔ (البدایہ والنہایہ صہ ۹۰ جلد ۱۰)

محمد الارقط کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں فاطمہ اور زینب تھیں۔ زینب پہلے

محمد بن عبداللہ السفاح کے نکاح میں تھی۔ ان کے مرنے کے بعد عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں آئیں (کتاب نسب قریش صہ ۵۵)

اس تمام آویزش کے درمیان جناب جعفر (الصادق) نے کسی بات میں کوئی حصہ نہ لیا بلکہ وہ پہلے ہی ابوسلمہ کے قاصد کے پہنچنے پر اظہار ناراضگی فرما چکے تھے۔ وہ علمی ذوق کے انسان تھے۔ اور ایسی سیاسی چپقلشوں سے بالکل غیر متعلق رہتے تھے عباسی خلفاء نے محمد الارقط کے گھر والوں کو ان کے مقتول ہونے کے بعد بیش بہا وظائف سے سرفراز کیا۔ ان حالات میں جناب جعفر (الصادق) کو زہر دے کر مارنے کی شیعی روایت ایک ایسا جھوٹ ہے۔ جو انہی کو سزاوار ہوسکتا ہے۔

کیا محمد الارقط مہدی تھے؟

محمد الارقط کا دعویٰ مہدویت شیعیت کے منہ پر ایک اور چپت ہے آج یہ سو بار انکار کریں کہ محمد الارقط مہدی نہ تھے مگر ان کے اسلاف نے تو ان کی مہدویت کے لئے درجنوں احادیث وضع کیں۔ اور انہیں نشر کیا۔ اور آج تک ان کی کتابوں میں ان احادیث کی صدائے بازگشت کانوں سے ٹکراتی ہے۔ خدانخواستہ اگر محمد الارقط کامیاب ہوجاتے تو شیعان علی یقیناً انہیں مہدی موعود مانتے مگر ان کا پتہ کٹ گیا اور ان کے ساتھ ہی ان کی مہدویت بھی ملک عدم کو سدھار گئی۔ مگر جو کچھ شیعی کتب میں لکھا جا چکا ہے۔ اس سے چھٹکارا محال ہے ایسے ہی لغویات اور سفوات میں پھنس کر کہنا پڑا کہ اللہ کو بداء ہوجاتا ہے۔

نفس زکیہ کا کابوس :۔

شیعیت کی کوئی بھی کل سیدھی نہیں پہلے جناب جعفر (الصادق) کی زبان سے کہلوایا گیا کہ دولت وخلافت آل ابی طالب میں سے کسی کے لئے نہیں، زرد قبا والے کے لئے ہے کہ اس کے پہلے عبداللہ المحض کو ابوسلمہ خلال کے قاصد کے سلسلہ میں دھتکار دیا اور اب انہیں محمد الارقط کے گھوڑے کی رکاب تھما کر اسے سوار کررہے ہیں اور بغرض کرنے والے کو ان کی زبان سے کہلوا رہے ہیں۔ ھذا مھدینا اھلبیت (عمدۃ الطالب صفحہ ۸۳) اگر شیعوں کی اس کتاب کو سچا سمجھا جائے اور ہمارے پاس بقول شیعوں کے اسے جھوٹ کہنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں تو پھر امام ششم جناب جعفر نہیں بلکہ جناب محمد الارقط ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

چند وضعی احادیث کی ایک جھلک

- محمد الارقط کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضۂ مرغ کے برابر ایک سیاہ خال تھا۔ (مقاتل الطالبین) معاذ اللہ گویا مہر نبوت تھی۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ احجار زیت کے مقام پر میری اولاد سے ایک نفس زکیہ قتل ہوگا (عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صہ ۸۳)
- نہج البلاغہ میں بھی حضرت علیؓ کی طرف ایک ایسا ہی قول منسوب ہے۔
- نفس زکیہ سے مراد ہی محمد الارقط ہیں۔ (مقاتل الطالبین)
- جماعت محمدیہ یعنی محمد بن عبداللہ کی جماعت جنہیں مدینہ میں المنصور کے لشکر نے قتل کیا تھا۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ شیطان تھا جو بصورت محمد بن عبداللہ قتل ہوا تھا اور وہ محمد بن عبداللہ کا دوبارہ ظہور ہوگا۔ (الفرق بین الفرق)

سیدنا علیؓ کے متعلق بھی شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ شہید نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ شیطان قتل ہوا تھا۔ (تذکرۃ الآئمہ کتاب شیعہ صہ ۹۱ بحوالہ قاطع الانف صہ ۷)

بعض کذابین نے امام مالک کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ وہ محمد الارقط کے خروج کے ہمنوا تھے۔ اور اسے جہاد سمجھتے تھے۔ امام مالک کی طرف سے اس کذب

لہ اس موضوع پر تفصیل کے لئے تحقیق مزید علامہ سید محمود احمد عباسی اور امام ابوحنیفہ مصنفہ پروفیسر سید علی احمد عباسی دیکھئے۔

وافترا کی داستان کو منسوب کرنے والوں کی نظر سے یہ کیوں نہیں گزرا کہ عباسی خلفاء امام مالک کی تالیف پر کس قدر خوش تھے اور اسے ملک کا دستور العمل بنانا چاہتے تھے آپ نے محمد الارقط کے متعلق شیعوں کی وضعی روایات سن لیں اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی لگا لیا۔ مگر مؤرخین نے اکبر شاہ خان تک نفس زکیہ کی گردان سے پوری امت کے اذہان کو مسموم کرنے کی کوشش کی ہے جس کی ایک محقق کے سامنے پرکاہ جتنی بھی وقعت نہیں حیرانی اس بات کی ہے کہ شیعہ ایک طرف اپنے امام کی زبان سے محمد الارقط کو منحوس اور شوم نطفہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا حلیہ اپنے امام کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں ۔ وہ بھینگا اور کثیف اخضر ہے مترجم یعنی سید ظفر حسن اکشف کی تشریح کرتے ہوا لکھتا ہے کہ اکشف سے مراد یہ ہے کہ سر کے اگلے حصے پر بال نہ ہوں ایسے کو عرب والے منحوس جانتے ہیں۔ اور اخضر سے مراد سبز چشم ہے۔ جس محمد الارقط کی تعریف شیعوں نے اپنی زبان سے سطور بالا میں کی۔ اس کے متعلق دور حاضرہ کے محقق اعظم نے اپنی رسوائے زمانہ تالیف "خلافت و ملوکیت" میں اپنی نسلی عصبیتوں کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے کہ المنصور ان کی تحریک سے بڑا خوف زدہ تھا۔ وغیرہ وغیرہ [1]

۱۔ حسن بن محمد الارقط :۔

اسی مہدی موعود یعنی محمد بن الارقط کا بیٹا نہایت بدکردار تھا۔ سیاہ فام ہونے کی وجہ سے ابوالزفت کے لقب سے ملقب تھا۔ یلقب بابی الزفت لشدة سمرته وحذف الخمر بالمدینة (جمہرہ ابن حزم صفحہ ۴۴)

---

[1] محمد الارقط کی صحیح تصویر دیکھنے کے لئے الشافی ترجمہ اصول کافی شائع کردہ شمیم بک ڈپو کراچی دیکھئے صفحات ۴۳۲ تا ۴۳۶ کیا ابو عبداللہ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو واللہ کو میں تمہارے کو بچہ کبک سے زیادہ منحوس و شوم سمجھتا ہوں۔ اصلائے ابا نے ارحام نسا میں اس سے زیادہ منحوس نطفہ نہیں ڈالا۔ واللہ وہ مقتول ہوگا۔ یہ سب اصول کافی میں نفس زکیہ کی تعریف

ترجمہ :۔ "ایک دن ہم اپنے جلیسوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ والئ مدینہ نے گرفتار کر کے سر بازار تشہیر کرائی اپنے چچا یحییٰ کی ضمانت پر اس شرط پر رہا ہوا کہ روزانہ حاضری دے گا۔ مگر بھاگ گیا۔ اور چچا کی ضمانت ضبط ہو گئی۔"

۲۔ ابراہیم بن عبداللہ المحض بن حسن بن الحسن ۔ ابراہیم کو بعد میں شیعوں نے ابراہیم الغمر کہا دونوں بھائیوں نے بیک وقت خروج کا پروگرام بنایا۔ مگر ابراہیم بیمار ہو گئے۔ محمد الارقط کے مقتول ہونے کے بعد بصرہ میں انہوں نے خروج کیا۔ ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۵ھ کو باخمری کے مقام پر مقتول ہوئے۔ عباسی خلیفہ نے سن کر کہا فواللہ میں اس امر سے متنفر تھا۔ تم نے مجھ کو مبتلا کیا اور خود بھی مبتلا ہوئے (البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۹۲)

محمد الارقط کے خروج میں جس طرح امام مالک کو ملوث کرنے کا جھوٹ اختراع کیا اسی طرح ابراہیم کے خروج کے متعلق کہا کہ امام ابو حنیفہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، حالانکہ امام ابو حنیفہ کی مدونہ فقہ کا اصول ہے کہ حاکمان وقت کے خلاف خروج ناجائز ہے اگرچہ وہ ظلم بھی کریں۔ [1]

۳۔ محمد بن علی بن عباس بن حسین بن الحسن نے ۱۶۴ھ میں خراسان میں محمد المہدی کے خلاف خروج کیا اور مقتول ہوئے۔

۴۔ حسین بن علی بن حسن بن الحسن نے ۱۶۹ھ میں موسیٰ الہادی کے خلاف خروج کیا جو بڑے سیر چشم اور فیاض تھے۔ محمد المہدی عباسی جب مدینہ میں وارد ہوئے آپ کو چار ہزار دینار کا گراں بہا عطیہ دیا۔ ابوالزفت نے ان کو گھیر کر دار الامارۃ پر حملہ کرا دیا اور مدینہ کا وقفی خزانہ لوٹ لیا۔ ان کے بھائی بھتیجے شریک بغاوت تھے مگر ان کے چچیرے بھائی حسن بن جعفر بن حسن بن الحسن ان کے مخالف اور خلیفہ عباسی کے طرف دار تھے۔ وادی فخ میں سرکاری فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور سو کے قریب باغی قتل ہو گئے۔

---

[1] اس موضوع پر حکیم سید علی احمد عباسی کی تالیف امام ابو حنیفہ نہایت محققانہ تالیف ہے۔

یہاں بھی مقاتل الطالبین کے شیعہ مصنف کو دو الہام ہوئے۔

۱۔ جعفر بن محمد بن علی زین العابدین سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر وادی فخ سے ہوا آپ نے وہاں سواری سے اتر کر ایک رکعت نماز پڑھی۔ جب دوسری رکعت پڑھنے لگے تو رونے لگے۔ لوگوں نے جب آپ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا تم کیوں روئے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے کہا جب میں پہلی رکعت پڑھ رہا تھا تو جبرائیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد! یہاں تمہاری اولاد میں سے ایک شخص قتل ہوگا۔ اس شہید کو کئی شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۴)

(چونکہ وہ ایک شرابی کے بہکانے سے آمادہ خروج ہوا)

۲۔ زید بن زین العابدین سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب مقام فخ پر پہنچے تو آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ پھر فرمایا۔ میرے اہل بیت سے ایک شخص اس جگہ شہید ہوگا۔ ان کے لئے کفن اور خوشبوئیں جنت سے نازل ہوں گی اور ان کے جسم ان کی روحوں سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جائیں گے (مقاتل الطالبین ص ۴۳۶ کا ترجمہ)

قطع نظر اس بات کے کہ ان کے پیدا ہونے سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ امام وقت کے بغیر یہ کیسا جہاد تھا۔ یہ تو حرام محض کا ارتکاب ہے اور اگر یہ خود امام وقت تھے۔ تو دوازدہ آئمہ کا نظریہ کہاں گیا۔۔؟

ایسی لغو اور لچر روایات کے خالقین، عباسیوں اور امویوں کی مخالفت کے ہنگاؤ میں جو منہ میں آیا کہتے چلے گئے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر کس حد تک یقین کیا جائے۔

کاش کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سن لیتے

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر جھوٹ بولنا ایسا نہیں جیسا کسی اور پر بولنا۔ فمن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہٗ من النار

(بخاری، مسلم، ترمذی)

"جس نے مجھ سے عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا"

یہاں وہی پرانی بات ایک بار پھر دہرا لیجئے۔ یعنی ام الحسن بنت حسن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں تھیں (عمدۃ الطالب کا شیعہ مصنف اس نکاح کا معترف ہے مگر ان کو یہ الفاظ میں یعنی ام الحسن نکل کر جعفر بن سلیمان کے پاس چلی گئی (ص ۱۱۷) لکھنے چاہیئے تھا۔ ام الحسن کے خود چلے جانے کی بجائے سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ سے متعلق جعفر الصادق کی طرف منسوب قول کی طرح فرج غصبناہ لکھتا۔

۵۔ فاضل بن علی بن حسن بن حسن بن الحسنؑ۔ ۱۶۹ھ میں مدینہ میں موسی الہادی کے زمانہ میں خروج کیا۔

۶۔ الادریس الاصغر بن عبداللہ المحض ۱۷۰ھ میں افریقیہ میں ہارون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا۔

اپنے دونوں بھائیوں محمد الارقط اور ابراہیم کی بغاوتوں کی ناکامیوں کے بعد خفیہ تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ چالاک نکلے اور ملک چھوڑ کر افریقہ کو اپنی جولانگاہ بنایا۔

حسن اتفاق سے اسے عباسی خلافت کی طرف سے محکمہ ڈاک کا افسر ابن دفیع مل گیا جو مشہور شیعہ مؤرخ یعقوبی کا دادا تھا اور در پردہ علویوں کا سرہ دار تھا۔ اس کی مدد سے مغرب اقصیٰ میں بہت بڑا اثر و رسوخ پیدا کیا۔ ان کے ایک بیٹے کا نام بھی ادریس تھا۔ جس نے فاس کی بنیاد رکھی۔ الادریس کا بھتیجا محمد بن سلیمان بن عبداللہ المحض فخ کی ناکامی کے بعد ان کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں انہوں نے کافی اثر و رسوخ حاصل کیا مگر اب محمد اور الادریس کے درمیان ٹھن گئی۔ ادریس الاصغر کے چھٹی پشت سے ایک پوتے جنون احمد نے اپنے بھائی محمد کو قتل کر دیا۔ اسے شبہ تھا کہ محمد کے تعلقات عبدالرحمٰن اموی اندلسی کے ساتھ ہیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۴۴)

حسن بن جنون حسنی کا دعویٰ نبوت:۔ اسی طرح یحییٰ بن حمود کو ان کے چچا حسن ادریسی نے مروا دیا۔ ان میں سے ایک شخص حسن بن جنون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ادریسی حکومت ڈیڑھ سو برس رہی، آخر اسمٰعیلی فرقہ کے بانی عبیداللہ بن میمون القداح کے اخلاف نے ۳۰۸ھ میں جب قتل عام کیا تو بچ گئے انہوں نے اندلس میں امویوں کی پناہ لی۔

بظاہر ان لوگوں کے حالات بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہ سہی مگر ان کے حالات پڑھ کر ہی اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہی "عترت رسول" ہے جن کے تمسک کے لئے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے عباسیوں یا امویوں نے جو کچھ کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ مگر الادریس الاصغر اور محمد بن سلیمان کے درمیان اور ان کی اولاد کے درمیان جو کچھ ہوا یہ کس نے کیا؟ انہوں نے بلاوجہ ایک دوسرے کو کیوں قتل کیا۔ اور آخر جب اپنے ہی شیعہ داعیوں یا علویوں یعنی اسماعیلیوں سے پٹے۔ تو انہی امویوں کے سایۂ دولت میں جگہ و پناہ ملی۔ جن کے بزرگوں کو یہ آج تک نہیں بخشتے، ادریسیوں سے سلطنت چھینی تو ان کے اپنوں نے، عباسیوں نے تو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ اگر عباسی چاہتے تو انہیں اٹھا کر افریقہ کے مغربی کنارے سے سمندر میں پھینک دیتے مگر وہ ان کے اپنے تھے ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ علوی ملک کے اندر بدامنی، دہشت گردی اور غنڈہ گردی نہ پھیلائیں۔ جب علویوں نے مملکت عباسیہ سے باہر اپنے قدم مضبوط کر لئے تو عباسیوں نے اسے بھی اپنی کامیابی سمجھا۔ اس زمانہ میں ہمیں کسی مزعومہ امام کا نام کسی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔

۷۔ یحییٰ بن عبداللہ المحض نے ۱۷۶ھ میں ہارون الرشید کے خلاف دیلم میں خروج کیا مگر ہارون الرشید کے وزیر فضل یحییٰ برمکی نے یحییٰ کو سمجھایا۔

چنانچہ فضل کی بات یحییٰ کی سمجھ میں آگئی، یحییٰ نے ہارون الرشید کے پاس پہنچ کر اظہار ندامت کیا، فیاض دل خلیفہ نے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ دو لاکھ دینار بیش بہا دے کر مدینہ بھیج دیا۔ مقاتل الطالبین کا شیعہ مؤلف لکھتا ہے کہ اس رقم سے یحییٰ نے صاحب فخ کے قرضہ کی ادائیگی بھی کی اور بڑی فارغ البالی سے زندگی گزارتے رہے (ص۳۱۲) ان کی نسل کے چند لوگ اپنے بنو اعمام کے پاس مغرب اقصیٰ چلے گئے جب وہاں سے نکالے گئے تو اموی حکمرانوں نے انہیں بڑے بڑے عہدے دیئے۔ بعد میں غرناطہ کے مقام پر کچھ افراد نے حکمرانی بھی کی۔

عباسیوں نے ایک باغی کو دو لاکھ دینار دے کر گھر بھیج دیا۔ مگر مزعومہ آئمہ کو جن کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا، زہر دے کر قتل کرتا رہا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۸۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسن نے ۱۱۰ھ میں مامون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا اور قتل ہوئے۔ (جمہرۃ ابن حزم ص۴۷)

۹۔ محمد بن ابراہیم طباطبا بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحسن نے ۱۹۹ھ میں کوفہ میں مامون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا، ابوالسرایا ایک مفسد لٹیرے نے مامون اور امین کی چپقلش کے زمانہ میں اچھی خاصی جمعیت فراہم کر لی تھی۔ اس نے محمد بن ابراہیم کو خروج کے لئے آمادہ کیا اور ان کے ساتھ محمد الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن زین العابدین پر بھی ڈورے ڈالے یہ دونوں حسنی اور حسینی اس کے چکمے میں آکر خروج کر بیٹھے، مگر جلد ہی محمد بن ابراہیم کو ابوالسرایا کی حرکات کی وجہ سے اس سے نفرت ہو گئی۔ ابوالسرایا نے زہر دے کر ابن طباطبا کو شہید کر دیا۔ (عمدۃ المطالب ص۱۵۹)

اور ان کی بجائے محمد الاکبر جو بعد میں ابو السرایا کہلائے حصولِ خلافت کے لیے آمادہ کر کے کوفہ اور بصرہ میں بغاوت کرادی چند روز محمد الاکبر کی حکومت اس علاقہ میں رہی اس نے ہم نسب افراد کو بڑے بڑے منصب عطا کئے مگران لوگوں کے ظلم و جور سے مخلوق خدا چلا اٹھی۔ زید بن موسیٰ کاظم نے مکہ کا وقفی خزانہ لوٹ لیا۔ ابراہیم بن موسیٰ کاظم ظلم کی وجہ سے قصاب کہلایا۔ مامون الرشید نے ہر چند کوشش کی کہ وہ سدھر جائیں۔ مگر ان پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ لڑائی ہوئی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون کے سامنے پیش ہوئے مگر اس نے اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے ہم نسب سمجھ کر چھوڑ دیا۔

آج نام نہاد مؤرخ شیعیت کے زیر اثر تاریخی حقیقتوں کو نظر انداز کر کے وضعی اور فرضی روایات کے بل بوتے پر مکھی پر مکھی مارتے جا رہے ہیں اور کوئی اللہ کا بندہ حقیقتِ حال کی دریافت کی زحمت گوارا نہیں کرتا بلکہ ان باغیوں سرکشوں اور ظلم و جور کے پتلوں کی وکالت کرتے ہوئے امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے جلیل القدر آئمہ کو گھسیٹ کر درمیان میں لا رہے ہیں۔ امام موسیٰ (الکاظم) کے ان دو بیٹوں یعنی زید اور ابراہیم کی سفاکانہ داستانوں کی نقاب کشائی کیوں نہیں کی جاتی۔ حبِ علی کے ان متوالوں نے تاریخ کی ہیئت ہی بدل کر رکھ دی ہے ان کی ان باغیانہ سرگرمیوں کے باوجود جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو مامون نے انہیں نہ صرف معاف کر دیا بلکہ انہیں معقول وظائف بھی دیئے اور ان کے حقیقی بھائی علی (الرضا) کے نکاح میں نہ صرف اپنی لڑکی دی بلکہ ولی عہد بھی بنایا۔ مگر ان واشگاف حقائق کے علی الرغم جب چند عقل کے اندھوں، ایمان کی بصیرت سے عاری رافضیوں نے یہ رٹ لگانی شروع کر دی کہ مامون نے علی الرضا بن موسیٰ بن جعفر کو اس لیے لڑکی دی تھی کہ اسے زہر دے کر ہلاک کرے تو ان کی دیکھا دیکھی مؤرخ کہلانے کے شوق میں بیسیوں اجہل جو فنِ تاریخ کی تعریف سے بھی واقف نہیں بڑی دل سوزی اور رقتِ قلبی سے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ کاش مامون ایسا نہ کرتا۔ ان عقل کے کودنوں سے کوئی پوچھے اس نے کیا کیا جو تمہیں پسند نہیں آیا۔

اور تم اس کے درد میں یوں ہلکان ہوئے جا رہے ہو۔ اس نے اور اس کے آباء نے بیسیوں علویوں کی جان بخشیاں کیں۔ انہیں عطیات سے نوازا۔ [illegible] کے وظیفے مقرر کئے۔ اور ان سے مصاہرانہ تعلقات قائم کئے تاکہ یہ لوگ کچھ شرم کریں۔ [illegible] سے کام لیں۔ مگر انہیں زمرۂ اسلام سے بھی خارج کرنے پہ تلے ہوئے ہیں پیمانہ عقا[illegible] [illegible]ن کو جانے دیجئے۔ دورِ حاضرہ کے بزعم خویش مجددِ وقت[1] کو کیا سوجھی کہ اس نے فرضی [illegible] لگائے ہوئے مندمل شدہ زخموں کو کرید کر پھر تازہ کر کے اپنا [illegible] لیا۔

۱۰۔ عبد اللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن بن الحسن نے ۲۰۰ھ میں کا[illegible] ہیں مامون کے زمانہ میں خروج کیا۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۵۶۰) بغاوت کی ناکامی کے بعد عباسی خلیفہ کے حضور میں پیش کئے گئے بسر و چشم اور عادل خلیفہ نے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ دربار سے وظیفہ مقرر کر دیا۔ ام حسن بنت ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ سلیمان بن علی بن عبد اللہ [بن] العباس کے نکاح میں تھیں ام حسن کے بطن سے اس عباسی شہزادہ کی آٹھ اولادیں ہوئیں دو بیٹے جعفر اور محمد اور چھ بیٹیاں (کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۶۴) مگر عباسی خلیفہ کی ان عنایات کو بھی ظلم و جور سے تعبیر کرنا روافض کا ہی کام ہے۔

۱۱۔ محمد بن صالح بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ۔

متوکل کے زمانہ میں ۲۳۳ھ میں مدینہ کے قریب سویقہ میں خروج کیا۔ ایک جماعت کثیر کو ساتھ لیا۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۶۰۰) مگر حقیقی چچا نے گرفتار کرا دیا اور قید کر دیئے گئے قید ہی میں مدح خلیفہ میں متعدد قصائد لکھے۔ وہ قصائد متعدد کتب کے علاوہ اغانی نے بھی نقل کئے ہیں۔ خلیفہ نے آزاد کر کے مدینہ بھیج دیا۔ بقیہ عمر عباسی خلفاء کی وفاداری میں گزار دی۔

---

[1] مودودی

۱۲۔ حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۵۰ھ میں دیلم میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔ سیدنا حسنؓ کے بیٹے زید بھی کربلا میں اپنے چچا کے ہمراہ تھے جو صحیح و سلامت واپس آ گئے تھے۔ (مقاتل الطالبین ص ۱۱۹) زید کے بیٹے حسن ابوجعفر المنصور عباسی کے زمانہ میں پانچ سال تک مدینہ کے گورنر رہے۔ مدینہ کے علاوہ اور مقامات پر بھی عامل رہے وہ اپنے چچازاد حسن مثنیٰ کی مخبریاں عباسی خلیفہ کے پاس کرتے رہتے تھے علویوں میں سب سے پہلے سیاہ لباس انہوں نے پہنا فاطمیوں میں یہ پہلا شخص تھا جو عربی تہذیب کا دشمن اور سب صحابہؓ پر اصرار کرنے والا تھا۔ (عمدۃ الطالب ص ۶۹ مطبوعہ لکھنؤ)

حسن کی بیٹی ام کلثوم ابوالعباس عبداللہ پہلے عباسی خلیفہ کی زوجہ تھیں۔ (طبری جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۰۶)

حسن کے بڑے بیٹے ابوالقاسم بڑے عابد و زاہد تھے مصنف عمدۃ الطالب لکھتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے ہاں حسن مثنیٰ کی اولاد کی جاسوسی کیا کرتے تھے (ص ۵۰) ان کے دوسرے بیٹے ابو اسحٰق کو بھی آلِ ابوطالب کی باغیانہ سرگرمیوں سے عباسی خلفاء کو اطلاعیں بہم پہنچاتے رہتے تھے۔ اور ان کے مشوروں سے طالبی شورش پسندوں کو سزائیں بھی ملتی رہتی تھیں۔ شیعی مؤلف صاحب عمدۃ الطالب لکھتا ہے وہ ہارون الرشید کے دربار میں رہتے تھے۔ اور ہارون الرشید عباسی کی طرف سے طالبیوں پر مخبر تھے۔ ان کی جاسوسی سے طالبیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی وہ دن رات سیاہ لباس میں رہتے (ص ۵۰) حسن بن زید بن الحسن کی اولاد سے متعدد اشخاص نقل مکانی کر کے سجستان، طبرستان، مرد جرجان، دیلم اور بلخ میں جا بسے۔ تھے حسن بن زید رے میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان ایام میں حاکم طبرستان کے خلاف چند لوگوں کو شکایات پیدا ہوئیں۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم کو خروج کے لئے گھیرا انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا حسن بن زید کے پاس رے جاؤ۔ حسن بن زید نے ۲۵۰ھ میں طبرستان والوں کو مدد سے خروج کیا شیعوں نے انہیں الداعی

الکبیر کا لقب دیا۔ انیس برس آٹھ ماہ حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کا بھائی الداعی الصغیر کے نام سے سترہ سال اس ملک کا حکمران رہا۔ ۲۸۷ھ میں عباسی خلیفہ کی فوج کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

یہ دونوں بھائی شیعیت کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ابن زید کو یہاں کے شیعوں نے اللہ فرد وابن زید فرداً کہنا شروع کر دیا۔ مگر زید نے روک دیا۔ شخصیت پرستی، سب سلف اور فروغ رفض میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ابن جریر طبری کا خاندان اسی علاقہ کا غالی رافضی خاندان تھا۔ یہی لوگ دیلمیوں کے اقتدار کا سبب بنے (جمہرۃ الانساب ص ۴۵)

یہ حالات ۲۵۰ھ سے ۲۸۵ھ کے درمیان کے ہیں تقریباً ۳۶ سال تک یہ دونوں بھائی مخلوق خدا کے لئے عذاب بنے رہے انہوں نے عربی تہذیب، عربی اقتدار، عربی معاشرت کو بھی ترک کر دیا۔ اور مجوسیت کی اسلام دشمنی کی ہمنوائی میں بالکل عجمی رنگ میں رنگے گئے۔ اپنے ناموں تک ابوالکار، کار، کبار وغیرہ استعمال کرنے لگے۔ اب یہاں پھر وہی بار بار کا گھسا پٹا جملہ لکھے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ کہ ایسے باغی فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ حکومت نے کوئسا برا سلوک کیا۔ کتنے سولی پہ لٹکائے۔ کتنے قید کئے گئے کتنے قتل کئے۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ ان میں سے جو بھی دربار خلافت میں پہنچا۔ قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور انعامات سے سرفراز کیا گیا۔

۱۴۔ ادریس بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے ۲۵۰ھ میں المستعین باللہ کے زمانے میں رے میں خروج کیا۔ یہ صاحب احمد بن عیسیٰ بن حسین الصغیر بن زین العابدین کے ساتھ خروج میں شامل تھے۔ آلِ حسینؓ میں نمبر ۱۸ پر ان کی تفصیل آئے گی۔

۱۵۔ ابواحمد محمد بن جعفر بن حسن بن الحسن۔ انہوں نے حسین الاطروش جن کے حالات آلِ حسینؓ کے ضمن میں نمبر ۱۹ کے تحت آئیں گے کے ساتھ مل کر ۲۵۱ھ

میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا ابو احمد کے حقیقی چچا مامون
الرشید کے زمانے میں کافی عرصہ کوفہ اور مکہ میں گورنر رہے، مگر یہ صاحب
ایسے بدطینت، بدفطرت، بدخصلت اور احسان فراموش ثابت ہوئے کہ
اسی اپنے محسن خاندان کے خلاف بغاوت کر بیٹھے مگر وہی انجام ہوا جو ایسے
احسان فراموشوں کا ہوا کرتا ہے۔ ان کے دادا حسن کی بیوہ نے سلیمان بن
علی بن عبداللہ بن عباس سے نکاح ثانی کیا تھا جن کے بطن سے سلیمان
کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ ایسی رشتہ داریوں کے باوجود ابو احمد نے بغاوت
کی اور مارا گیا (البدایہ جلد ۱۱ صفحہ ۹، طبری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۵)

۱۶۔ اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ۔

ان ذاتِ شریف نے ۲۵۱ھ میں مکہ معظمہ میں المستعین باللہ کے
زمانے میں بغاوت کی یہ حضرت اپنے پیشروؤں میں سب کے چچا نکلے،
مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں نہ صرف گورنروں اور حکومت کے تمام کارندوں
کے مکان لوٹنے پر اکتفا کی بلکہ کعبہ کے وقفی خزانے میں جو سونا چاندی تھا وہ بھی لوٹ
لیا، کعبہ کا غلاف تک اتار لیا۔ (البدایہ جلد ۱۱ صفحہ ۹، طبری جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۶)

اہالیانِ مکہ سے دو ہزار اشرفیاں زبردستی وصول کیں، پھر مدینہ میں
تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ جدہ میں تاجروں
کا مال لوٹ لیا۔ حج کا موسم تھا ایک ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ اللہ کی مخلوق الامان،
الامان پکار اٹھی۔ پانی کی صراحی کی قیمت ۳۰ درہم تک پہنچ گئی، ضروریات زندگی کا
ملنا محال ہو گیا۔ چنانچہ عمدۃ المطالب کا شیعی مؤلف لکھتا ہے۔ واعترض الحجاج
فقتل منهم كثيرا ونهبهم وقال الناس يشبه بالحجا (ص ۹۲) حجاج کے قافلے لوٹ لئے گئے لوگ اسے
تشبیہ دیتے تھے ان مفسدین کے خوف و ہراس سے لوگوں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنی
چھوڑ دی۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں اس نے مدینہ کا محاصرہ کیا لوگ بھوک پیاس
سے مرنے لگے۔ مسجد نبوی میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا۔ پچاس دن

تک اسماعیل عذاب الٰہی بن کر مکہ، مدینہ اور جدہ اور ان پر بلائے ناگہانی بنا رہا۔ لشکر خلافت
پہنچنے پر لوگوں کو امن کا سانس لینا نصیب ہوا اور اسماعیل چیچک کی وبا سے
ہلاک ہوا۔ اس کی بغاوت سے تین سال بعد یعنی ۲۵۴ھ میں شیعوں کے مزعومہ
امام دہم جناب علی نقی فوت ہو گئے، علی نقی کے خاندان کے افراد کی ایسی گھناؤنی
حرکات کے باوجود ہمیں کسی مستند تاریخ میں یہ نظر نہیں آتا کہ اسمٰعیل اور اس کے
باغی ساتھیوں کے علاوہ جو تلوار کی زد میں آ گئے کسی کو نقصان پہنچا ہو۔ مگر مؤلف
جلاء العیون کی ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو کہ حضرت علی نقی کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس شخص
کی دروغ بیانی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ المتوکل نے (حالانکہ ۲۵۴ ہجری
میں المتوکل نہیں بلکہ المہتدی باللہ خلیفہ تھے) جناب علی نقی کی استدعا پر یحییٰ بن ہرثمہ
کو آپ کی خدمت میں بھیجا وہ آپ کو ہمراہ لایا اور آپ کی حسب مرضی آپ کو سر من رائے
میں قیام کی اجازت دے دی۔ یہ لکھنے کے فوراً بعد مجلسی لکھتا ہے مگر وہ لعین (یعنی خلیفہ)
ان کے پاس نہ پہنچا (جلاء العیون صفحہ ۴، جلد نمبر ۲) خلیفۂ وقت آپ کی استدعا پر
انہیں بلاتاخیر ان کی حسب مرضی قیام کی اجازت دیتا ہے، ضروریات زندگی بہم پہنچاتا
ہے۔ مگر پھر بھی وہ لعین ہے۔ اور وہ اسماعیل جو حاجیوں کو قتل کرتا ہے۔ کعبہ کا خزانہ
لوٹ لیتا ہے۔ مسجد نبوی میں اس کے خوف سے پچاس دن تک نماز ادا نہیں کی جاتی ہے وہ
عترتِ رسول ہے۔ اور اس سے تمسک کی دوہائی دی جاتی ہے۔ امیر یزید کے زمانہ میں
حرہ کی بغاوت کے وقت زیادہ سے زیادہ تین سو ساٹھ آدمی قتل ہوئے ہیں۔ اور
سوائے چند مفسدہ پردازوں کے کوئی بھی امیر یزید کی مخالفت میں گھر سے نہ نکلا۔
مگر آج تک یہ بکواس جاری ہے کہ ایک ہزار عورتیں ناجائز طور پر حاملہ ہوئیں۔ ایسے
اندھے بدباطن، مفسد اور شریر قسم کے تاریخ نویسوں کی خرافات پر یقین کر کے مدینہ کے
ہزاروں صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس پر محض اس لئے حملہ کیا جا رہا ہے کہ امیر یزیدؒ
کے گناہوں کا پلڑا بھاری کیا جائے اور یہ بھی نہیں سوچا جاتا کہ مدینہ کے وہ اشراف جنہوں
نے قیصر و کسریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا چند سالوں میں اس قدر بے

غیرت ہو گئے کہ ان کے سامنے ان کی بہو بیٹیوں کے ناموس لٹتے رہے اور وہ خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہے۔

اسماعیل کا ظلم و ستم، جبر و استبداد، غدر و بغاوت کا یہ جرم کیوں تاریخ کے صفحات سے مٹایا جا رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ سیدنا حسنؓ کی اولاد سے تھا۔ ایسی اولاد کو جو اپنے عظیم المرتبت اسلاف کے لئے باعث ننگ ہو، کیا کہنا چاہیے؟

۱۷۔ **الاخضر محمد بن یوسف** اسماعیل کے بھائی تھے ۲۵۲ میں یمامہ میں خروج کیا یہ ذات شریف اسماعیل سے بیس سال بڑے تھے یمامہ میں خروج کیا اور کچھ علاقہ پر قابض ہو گئے عباسی خلفاء نے ان کی حرکات کو نظر انداز کئے رکھا۔ "الحضرمتہ" ان کا مستقر تھا۔ شیعی مؤرخ مؤلف عمدۃ الطالب لکھتا ہے اس نے بھی خونریزی کی اور فساد ترک نہ کیا۔ المعتز باللہ نے تنگ آ کر سفاح اروشی کو سرکوبی کے لئے بھیجا۔ الحضرمتہ سے بھاگ کر یمامہ چلا گیا۔ وہاں حکومت قائم کر لی جو عرصہ تک اس کی اولاد میں قائم رہی۔

۱۸۔ محمد الاکبر بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ ۲۵۴ ہجری میں المہتدی باللہ کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا اور قتل ہوا۔ صاحب عمدۃ المطالب نے اسکا نام الثائر لکھا ہے

۱۹۔ محمد بن حسن بن محمد ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۵۶ھ میں المعتمد علی اللہ کے زمانے میں مدینہ میں خروج کیا جمہرۃ ابن حزم میں علامہ ابن حزم لکھتے ہیں "نہایت درجہ فاسق تھا۔ دن کے وقت مسجد نبوی میں بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔ بعض اہل مدینہ کی چھوکریوں سے فسق و فجور کا ارتکاب کرتا۔ شاید یہ سب کچھ اس لئے کیا ہو کہ مذہب امامیہ میں ان لوگوں کو مساجد میں بھی جماع کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مولوی مقبول کا حاشیہ صفحہ ۴۳۴ سطر ۱۹،۱۸) اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا وہ المعتمد کے زمانہ میں بغاوت پر کھڑا ہوا۔ اہل مدینہ کو قتل کیا۔ اور اس تمام مدت میں جمعہ اور نماز جماعت مسجد نبوی میں ادا نہ کی جا سکی۔ (ص ۳۴ سطر ۱۳) لشکر خلافت نے اسے جلد ہی کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

واقعہ حرہ کی صحیح صورت بدل کر بہتان و افترا باندھنے والوں کی نظروں سے محمد الاکبر اور اسماعیل بن یوسف آخر تک کیوں پوشیدہ ہیں۔ خلافت و ملوکیت کے مصنف نے یوں تو گڑے مردے اکھیڑ اکھیڑ کے اپنی محققیت کی تشہیر کے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر ان فاسق و فاجر علویوں کو اپنی نسلی عصبیت کے لبادہ میں حقیقت چھپا کر الفاظ کے زاویے بناتے ہوئے دامن بچا کر نکل گئے اور افسوس کہ جن کے لیے بے گناہ کئے تھے وہ بھی "حقیقت امامت[۱] و ملوکیت" کا لٹھ لے کر گرد ہو گئے۔

وہ بھی کہہ رہے ہیں یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا تو کاش لٹاتا نہ گھر کو میں

۲۰۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۶۰ھ میں مدینہ میں المعتمد باللہ کے زمانہ میں خروج کیا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا علی بھی ان کا شریک کار تھا۔ مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ نواح مدینہ میں جعفریوں اور علویوں کے درمیان خونریز جھڑپیں ہوتی تھیں۔ اور دوسری طرف جعفر اور علی دو سگے بھائی تھے جو جعفر طیار کی اولاد سے تھے۔ احمد اور علی نے جعفریوں کا قتل عام شروع کیا۔ اور مدینہ پر قابض ہو گئے۔ آخر خلافت کی فوج ول نے ان کے کس بل نکال کر رکھ دیئے۔ عباسیوں اور امویوں کو بدنام کرنے والوں کی نظر اس طرف کیوں نہیں جاتی۔ کیا تاریخ کے صفحات ان کے کردار کے ذکر سے خالی ہیں۔ اور اگر ان کے یہ واقعات تاریخ میں موجود ہیں تو ان کی بدکرداریوں سے غض بصر کر کے صرف عباسیوں کے حلم و بردباری فیاضی اور عطا، درگزر اور عفو کے دامن تار تار کرنے کی کوشش میں دیوانہ ہونا کون سی انسانیت ہے۔ ہاں اگر سباق یاد ہے تو صرف اس قدر کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن اور میری عترت کا تمسک نہ چھوڑنا۔ کیا یہی ہے نبی علیہ السلام کی عترت اور یہی ہے اس کا کردار؟

۲۲۔ احمد بن عبداللہ بن ابراہیم طباطبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ نے ۲۷۰ ہجری میں المعتمد کے خلاف مصر میں خروج کیا۔ یہ اپنے چچا زاد بن

---

[۱] شیعوں کے کسی علامہ حسین بخش نے اس نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مودودی صاحب کو خوب صلواتیں سنائی ہیں۔

ابراہیم ابو سرایا کے ساتھ تھے مگر ناکام رہے۔

۲۳۔ یحییٰ الہادی بن حسین بن القاسم الرسی بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ نے ۲۸۰ ہجری میں یمن میں المعتضد باللہ کے زمانے میں خروج کیا۔ مؤلف عمدۃ الطالب لکھتا ہے کہ فاضل اور فقیہہ تھے۔ ابو حنیفہ کے مسلک سے مماثل ان کا مسلک تھا۔ چند کتب بھی انہوں نے لکھیں۔ صعدہ کو صدر مقام بنایا۔ عباسیوں نے بے ضرر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ ان کے بعد ان کی اولاد اس کے علاقہ پر حکومت کرتی رہی۔ آل حسن میں یہ واحد شخص ہیں جن کے کردار کی تعریف کی گئی ہے۔ ورنہ اس لشکر سے جو بھی نکلا، بادن گز کا ہی نکلا۔

۲۴۔ جعفر بن محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ المحض بن موسیٰ بن عبداللہ المحض نے ۳۵۲ ہجری میں بلاد دیلم میں المطیع باللہ عباسی کے زمانے میں خروج کیا۔ دیلم میں عروج حاصل کر کے مکہ پر حملہ آور ہوا۔ عباسی گورنر الاخشید محمد بن طغج کو شکست دے کر مکہ پر قبضہ کر لیا۔ ابن حزم کے زمانہ تک اس کی اولاد مکہ پر قابض رہی۔

صفحات بالا میں خلافت موقتہ کے خلاف خروج کرنے والے چوبیس افراد کا ذکر کیا گیا ہے جو صرف اولاد حسنؓ سے تھے۔ ان میں سے صرف یحییٰ الہادی واحد شخص ہوا ہے جس کا کردار ایک مسلمان کے کردار جیسا تھا۔ اور باقی تئیس کو عترت رسولؐ میں شمار کرنا تو درکنار، انسانیت کی صف میں کھڑا کرنا ہی انسانیت کی توہین ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

ان سب خروج کرنے والوں میں ہمیں سیدنا حسینؓ کی ذات اس لحاظ سے منفرد نظر آتی ہے کہ آپ کو مکہ اور کوفہ کے درمیان ثعلبیہ کے مقام پر اپنی غلطی کا احساس اور اپنے شیعوں کی بے وفائی کا علم ہو گیا تھا۔ [1]
اور آپ نے وہاں سے ہی واپسی کا ارادہ کر چکے تھے۔ واپسی کے ارادہ کا

---

[1] ملا باقر مجلسی سیدنا معاویہؓ کے وفات کے وقت کے حالات میں لکھا ہے چوں این خبر باہل کوفہ رسید شیعیان کوفہ در خانہ سلیمان بن صرد خزاعی جمع شدند و حمد و ثنائے حق تعالیٰ می کردند و در باب موت معاویہؓ و بیعت یزید سخن می گفتند۔ سلیمان گفت چو معاویہ بہاویہ رفت و حضرت حسینؓ از بیعت یزید امتناع نمود و بجانب مکہ رفتہ است و شما شیعان او و پدر بزرگوار او ید اگر میدانید کہ او را یاری خواہید کرد و با دشمنان او جہاد خواہید کرد، نامہ باو نویسید و او را اطلبید۔ چنانچہ سب نے مل کر خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم این نامہ ایست بسوئے حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب ابن نجبۃ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر و سائر شیعیان او از مومنان و مسلمانان اہل کوفہ الخ

دو روز کے بعد ہانی بن ہانی سبعی و سعید بن عبداللہ کو خط دیکر آنحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اب یہ بھی سن لیجئے کہ سیدنا حسینؓ کو انکے پکا شیعہ ہونے کا پختہ یقین تھا چونکہ آپ کے پاس ایک ایسا صحیفہ تھا کہ جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام اور اعداء کے نام درج تھے۔ چنانچہ یوں ہی صدوق لکھتا ہے۔

ویکون عندہ صحیفۃ فیہا اسماء شیعتہ الی یوم القیامۃ و صحیفۃ فیہا اسماء اعدائہ الی یوم القیامۃ بلفظہ

یعنی حسینؓ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں قیامت تک کے دشمنوں کا نام تھے۔ اسی نے جواب میں آپؓ نے لکھا نامہ ایست از حسینؓ بن علیؓ بسوئے

صاف اور واضح مقصد خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا، مگر برادران مسلم آپ کے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں سد راہ ہو کر آپ کو کشاں کشاں مضافات کوفہ تک لے گئے۔ آپ نے بجائے داخل کوفہ ہونے کے اپنا رُخ دمشق کیطرف کر لیا۔ کربلا کے مقام پہ پہنچ کر اس خطہ کی سرسبزی اور شادابی سے متاثر ہو کر وہیں قیام کا ارادہ کر لیا اور ساٹھ ہزار درہم میں چار مربع میل کا قطع اراضی خرید لیا، مگر شیعان کوفہ کو یہ کسی طور گوارا نہ تھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اگر آپ یہاں مقیم ہو گئے تو خلیفۃ المسلمین سے جب بھی آپ کا رابطہ قائم ہوا، لا محالہ آپ کو آمادہ خروج کرنے کا ہمارا تمام جرم خلیفۃ المسلمین کے سامنے ظاہر ہو گا۔ اس صورت میں معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور اگر بفرضِ محال ہمیں معاف بھی کر دیا جائے جس کے سو فیصدی امکانات تھے تو اس صورت میں بھی ان کو یہ سکیم فیل ہوتی نظر آئی، کہ حسین رض کا یزید رض کے ہاتھ پر بیعت کرنا حسن رض کا معاویہ رض کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا اعادہ ہو گا۔ اور ہم اپنی تخریبی سرگرمیوں کو جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ ان دونوں صورتوں کا توڑ ان کی نظر میں یہ آیا کہ حسین رض

بقیہ حاشیہ ”مسلمانان و شیعان الخ“۔ تحفۃ الزائر میں ہے کہ فرمایا حسین رض نے بقدر جائے پا در کوفہ نزد من بہتر است دو دست تر میدارم از خانہ کہ در مدینہ داشتہ باشم۔ یعنی پاؤں بھر کوفہ کی جگہ مجھے مدینہ میں واقع اپنے گھر سے بہتر ہے۔

یہاں پھر شیعی تضاد جلوہ گر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی صاحب تذکرۃ الائمہ میں ان حدیوں پر اتر آئے ہیں اہل کوفہ جملہ منافقین بودند دعوی تشیع میکردند و با حضرت امیر المومنین و امام حسن رض و امام حسین رض آں ماجرا ہا کردند کہ شندہ اید۔ و آں ملاعین دشمن بنو امیہ نیز بودند ہر چند خواستند فروح کنند نتوانستند۔

کوفہ کے سب لوگ منافق تھے۔ انہوں نے شیعیت کا دعویٰ کیا اور علی رض، حسن رض اور حسین رض سے جو کچھ تم نے سنا ہے کیا۔ جن لوگوں کو ہم، مومن، مسلمان اور شیعہ کہتے ہیں، انہیں یہ لوگ ملاعین اور منافق کہتے ہیں۔ سیدنا حسین رض کا اپنے موقف سے رجوع کے متعلق راقم کی تالیف ملاحظہ ہو۔

کو ختم کر کے آپ کی شہادت کی آڑ میں ایک عالم کو گمراہ بھی کر سکیں گے۔ اور ایسی خانہ جنگی کی طرح ڈالنے پر قادر ہو جائیں گے، جس کا توڑ قیامت تک ناممکن ہو جائے گا۔

سیدنا حسین رض کے سامنے جب ایسی صورت پیش آئی تو آپ اس زر خرید قطعہ اراضی کو چھوڑ کر جانا چاہتے تھے کہ عازم دمشق ہو جائیں۔ مگر ان لوگوں نے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا۔ اور جن نے خیموں سے باہر نکل کر مداخلت کی۔ وہ تلوار کی دھار پر رکھ لیا گیا۔ سیدنا علی رض کی اولاد سے آٹھ، نو اور آپ کے دوسرے ساتھیوں سے چار پانچ افراد بچ گئے۔ شیعان علی رض اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

سیدنا حسین رض کی یہ شہادت نہایت مظلومانہ انداز میں ہوئی۔ آپ فرماتے رہے کہ مجھے واپس جانے دو، مجھے اپنے چچازاد بھائی (یزید رض) کے پاس جانے دو، مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو تاکہ وہاں جا کر جہاد کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ مگر آپ کی ایک نہ سنی گئی۔

آج ابن زیاد اور ابن سعد کو حسین رض کا قاتل کہنے والوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ کیسی بے تکی، خلافِ عقل اور خلافِ واقعہ غلط بیانیوں سے کام لے رہے ہیں۔ کوفہ میں بسنے والے تمام کے تمام شیعانِ علی رض میں سے ایک ابن زیاد اور ایک ابنِ سعد صرف دو آدمی باہر کے ہیں۔ اگر ہزاروں آدمی ان پہ تھوکنا ہی شروع کر دیتے تو وہ ان کے تھوک میں ہی ڈوب کر مر جاتے۔ مگر انسان جب عقل و خرد سے عاری ہو جائے، اور بعض دفعہ تعصب و عناد کی وجہ سے اندھا ہو جائے تو اس کو کوئی ایسی بات نہیں سوجھتی جس میں حقیقت کا شمہ بھر بھی ہو۔

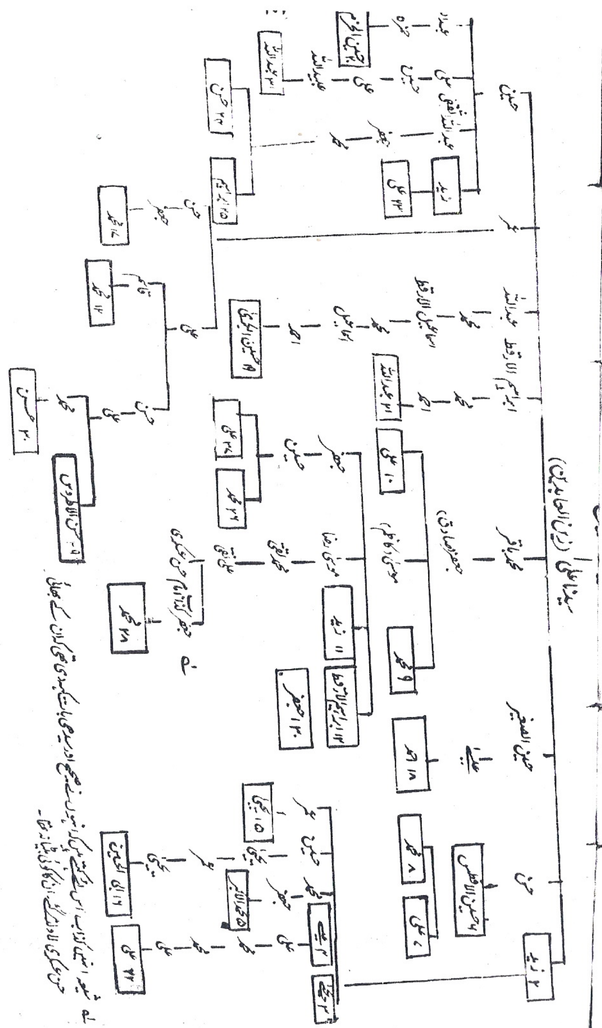

سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع کے بعد امیر عمر بن سعدؓ کے سامنے آپ کی طرف سے تین شرائط کا پیش کیا جانا شیعہ سنی تمام امہات الکتب میں موجود ہے۔ آپ نے تین شرائط پیش کی تھیں۔ (۱) مجھے واپس جانے دیا جائے۔ (۲) مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دیا جائے۔ (۳) مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ وہ میرا چچازاد ہے۔ جو کچھ وہ میرے لیے پسند کرے گا مجھے منظور رہے گا۔ اور الامامۃ والسیاستہ جلد ۲ صفحہ ۶ مطبوعہ مصر، کتاب الشافی صفحہ ۱۷۱، تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۳۷، ۳۲۵ میں ان اضع یدی فی ید یزید یعنی یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں کے کلمات موجود ہیں۔

مزید تفصیل کیلئے (۱) جلاء العیون اردو جلد ا صفحہ $\frac{263}{264}$، ۱۵۰، سطر ۱۴، ۱۵، ۱۵۰، ۱۴۵ صہ ۱۶۶ سطر ۴، ۵، صہ ۱۹۵، صہ ۱۹۶ سطر ۱۳، ۱۴۔ (۲) عمدۃ الطالب صفحہ ۱۷۹ سطر ۱۴، ۱۶۔ (۳) مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۰ سطر ۱۰، (۴) ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ۶ صہ $\frac{216}{217}$ (۵) تاریخ طبری جلد ۶ صہ ۲۲۰، (۶) کتاب الشافی صہ ۱۷۱، (۷) ہسٹری آف سیراسنز صفحہ ۸۵ سطر ۹ تا ۱۳، وغیرہ میں بھی ان اضع یدی فی ید یزید وغیرہ کے کلمات موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ۵۰ ہجری میں امیر یزید کی ولیعہدی کی بیعت کر چکے تھے۔ اور امیر یزید کی سالاری میں قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہو چکے تھے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ سیدنا حسنؓ کی بیعت میں تھے جب کہ سیدنا حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سیدنا حسینؓ ان کی بیعت میں آ گئے۔

شیعیت میں امام کے بغیر جہاد حرام ہے۔ سیدنا حسینؓ کے بعد شیعوں کے آٹھ مزعومہ امام گزرے۔ مگر ایک امام نے بھی خروج نہیں کیا۔ البتہ ان کے زمانہ میں جنہوں نے خروج کئے۔ ان کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔ شیعی نظریات کے مطابق وہ سب گویا حرام موت مرتے رہے۔ مگر یہاں ہم ان کے لئے دنیائے شیعیت سے جن خطابات کا نزول ہوتا رہا۔ ان کی تفصیل آئندہ سطور میں نظر سے گزرے گی۔

سیدنا حسینؓ کی اولاد کی اولاد سے خروج کرنے والے

چاہیئے تو یہ تھا کہ سیدنا حسینؓ کے رجوع کے بعد آپ کی مظلومانہ شہادت سے آپ کی اولاد عبرت حاصل کر کے پُرامن زندگی گزارتی۔ مگر نامعلوم ان لوگوں کے ذہن میں یہ سودا کیوں سمایا ہوا تھا کہ نبی کی بیٹی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس دنیا میں حکومت کرنے کے حقدار صرف ہم ہی ہیں۔ سیدنا علیؓ (زین العابدین) نے تو تمام زندگی امیر یزیدؒ اور مروان کی اطاعت میں گزار دی۔ اور جہاں تک آپ سے بن پڑا اطاعت امیر میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔ آپ کو کئی بار شیعوں نے خروج کے لیے آمادہ کرنے کی کوششیں کیں مگر ہر بار آپ نے انہیں دھتا بتا دیا بلکہ واقعہ حرہ کے متعلق سب سے پہلے آپ نے ہی امیر یزیدؒ کو اطلاع دی۔ اور یہی وجہ تھی کہ بغاوت کے فرو ہونے کے بعد مسلم بن عقبہ سالارِ عساکرِ خلافت نے آپ کی بڑی عزت و تکریم کی مگر آپ کی زندگی سے آپ کی اولاد نے کوئی سبق حاصل نہ کیا کثیر اولاد تھے۔ آپ کے آٹھ بیٹوں کے نام اسی وجہ سے تاریخ کے اوراق کی زینت ہیں کہ ان آٹھ کی اولاد میں سے کسی نہ کسی نے خروج کیا۔ اور ان آٹھ میں سے زید نے خروج کیا۔ اور باقی پُرامن زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آئندہ صفحات میں سیدنا حسینؓ کی اولاد سے ان لوگوں کے حالات کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے جسے ایک نظر دیکھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ کس قماش کے تھے۔ زین العابدین نے امیر یزید کو صلی اللہ علی امیر المومنین کہہ کر پکارا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۶ سطر ۱)

(۱) **زید بن علی بن الحسین** نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں سانحہ کربلا کے باسٹھ سال بعد ہشام کے زمانہ میں ہشام کے متعلق الامامۃ والسیاسۃ کے غالی رافضی جیسے مصنف نے بھی لکھا ہے کہ خلیفہ ہشام بڑا نیک مزاج تھا اور لوگ بڑے امن و آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ ہشام نے ۱۱ حج کئے تھے۔

زید سانولے رنگ کے بھاری بھرکم آدمی تھے۔ والدہ لونڈی تھی (المعارف صفحہ ۲۱۴۔ طبری صفحہ ۱۶۲، جلد ۸) خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دم پھول

گیا۔ خلیفہ نے بڑی عزت و تکریم سے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور وظیفہ کے طور پر معقول رقم دی۔ زید نے اور تقاضا کیا۔ تو خلیفہ نے انکار کر دیا۔ بس دل میں بغض پیدا ہو گیا۔ اس کے علاوہ سیدنا علیؓ کے اوقاف کے متعلق عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ سے بھی جھگڑا تھا حسنی پارٹی کے قائد جعفر بن حسن مثنیٰ تھے۔ اور حسینی پارٹی کے قائد زید تھے جھگڑے نے طول کھینچا۔ اور مقدمہ دربار خلافت تک پہنچا خلیفہ کے فیصلہ پر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ ان ایام میں کوفیوں نے آپ کو اسی طرح خطوط لکھنے شروع کئے۔ جس طرح سیدنا حسینؓ کو لکھا کرتے تھے۔

یہ سن کر آپ کے ابن عم اور دلی دوست داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے روکا اور منع کیا کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں۔ ان کا کام شروع سے آگ لگانا ہے۔ ان کے بہکانے میں نہ آؤ۔ چنانچہ مشہور رافضی مؤرخ طبری لکھتا ہے داؤد نے کہا اے بھائی! یہ آپ کو دھوکہ دے کر آپ کی جان خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ وہی فتنہ پرور لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے جدِ امجد علی بن ابی طالب کا جو تم سے بدرجہا بہتر تھے۔ ساتھ چھوڑ دیا۔ اور آخر کار ان کو قتل کرا دیا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسینؓ بن علیؓ کو تحریریں بھیج کر قسمیں کھا کر بیعت کی اور پھر ان پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی گردن سے چادر گھسیٹ لی۔ اور ان کا خیمہ لوٹ لیا۔ اور ان کو زخمی کر دیا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسینؓ بن علیؓ کو تحریریں بھیج کر قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کے حلف اٹھا اٹھا کر خروج پہ آمادہ کیا۔ پھر ان ہی سے غداری کی یہاں تک کہ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ پس تم ایسا مت کرو (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ طبع دکن) مگر زید نے اپنے دادا سے بڑھ کر غلطیوں پر غلطیاں کیں مخلص عزیزوں اور دوستوں نے ہر چند سمجھایا مگر حصولِ سلطنت کے نشہ کو عزیزوں کی نصائح کی ترشی دور نہ کر سکی۔ زید نے کوفہ پہنچ کر خروج کر دیا۔ خلیفہ ہشام خونریزی سے متنفر تھے (البدایہ جلد ۹ صفحہ ۳۲۳) آخر مجبور ہو کر والیٔ عراق کو بغاوت کے فرو کرنے کے لئے لکھا۔ مگر ہدایت کی کہ ان پر ہاتھ جلد ڈالا کر دکھا

سے کسی اور طرف نکل جائیں خون نہ بہے عوام کے امن میں خلل نہ پڑے، سپاہیوں کو منع کر دینا کہ باغیوں کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ زید کی فوج نے حملہ کر دیا مگر عسکر خلافت کی طرف سے ایک تیر آیا اور زید کی پیشانی میں پیوست ہو گیا جس کے زخم سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان صاحب کے لئے بھی ایک حدیث گھڑ لی گئی۔

حافظ نے خلیفہ بن ایسمان سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم کی نگاہ زید بن حارثہ پر پڑی تو فرمایا میرے اہلبیت میں سے ایک مظلوم کا نام یہی ہو گا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے اور میری امت (معلوم نہیں یہاں داستان گو نے زید کے لئے امتی کا لفظ کیوں استعمال کیا) میں سے سولی پہ جانے والے کا یہی نام ہو گا۔ پھر زید بن حارثہ کو کہا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ تمہاری محبت اللہ اور زیادہ کرے۔ کیونکہ تمہارا نام میری اولاد میں سے میرے ایک پیارے بیٹے زید کا نام ہے۔

زید بن حارثہ کچھ عرصہ زید بن محمد کہلائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ زید کا خروج کسی دینی غرض کے لئے نہ تھا۔ بلکہ ذاتی رنجش اور حصول اقتدار کے لئے تھا۔

زید کے بیٹے حسینؓ کی ایک بیٹی خدیجہ امام محمد بن ابراہیم عباسی کے نکاح میں تھی۔ (کتاب نسب قریش صد ۶۶) زید حضرات شیخین کی بزرگی اور فضیلت کے قائل تھے۔ ان کی ایک جماعت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا جنہیں انہیں نے خود رافضی کہا۔

۳۔ یحیٰی بن زید نے ۱۲۶ ہجری میں خراسان میں ولید اموی کے زمانے میں خروج کیا باپ کے خروج کے وقت بیس سال عمر تھی۔ باپ کے مقتول ہونے پر الحکم بن بشیر بن مروان نے پناہ دی۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم صد ۹۰) سبائیوں نے انہیں بھی بہکایا خراسان میں پہنچ کر فتنہ انگیزیاں شروع کیں۔

نسر بن یسار کو گورنر خراسان نے گرفتار کر لیا مگر خلیفہ ولید نے حکم دیا کہ رہا کر دو۔ بعد میں خروج کر کے قتل ہوا۔

ذرا غور کیجئے باپ کی بغاوت کے خاتمہ پر پناہ ملتی ہے۔ تو خاندان خلافت کے ایک فرد کے ہاں شورش پھیلانے پر گورنر متعلقہ گرفتار کرتا ہے تو خلیفہ حکم دیتا

ہے چھوڑ دو۔ آخری اسی خاندان کے خلاف بغاوت کر دیتا ہے یہ ہے کردار ان بدنام کنندہ اسلاف کا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "تمسک بالعترت" نہیں کیا جاتا۔ یحیٰی لاولد تھا۔

۴۔ عیسیٰ بن زید بن زین العابدینؒ نے ۱۳۸ ہجری میں ابوجعفر المنصور کے زمانہ میں خروج کیا۔ ابو مسلم خراسانی جب اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے قتل ہوا تو اس کے ساتھیوں نے عیسیٰ کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ ابو مسلم خراسانی جو باطن علویوں کا خیر خواہ تھا اور چاہتا تھا کہ عباسی خلافت کامیاب نہ ہو سکے اس کے ساتھیوں کی تعداد کئی ہزار تھی۔ عیسیٰ کو شکست ہوئی چونکہ محمد الاقط اور ابراہیم کی بغاوتوں میں ان کے شریک رہ چکے تھے اس لئے روپوش ہو گئے۔ موسیٰ الہادی کے زمانہ میں فوت ہوئے اور دو سال خورد سال بیٹوں کے لئے وصیت کر گئے کہ انہیں عباسی خلیفہ کے دربار میں پہنچا دینا چنانچہ عیسیٰ کا خادم خاص حاضر ہو کر ان کے بچوں کو لے کر خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور کہا کہ یہ عیسیٰ کے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی انہوں نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ انہیں آپ کے پاس پہنچا دوں۔ خلیفہ نے بچوں کو بلا کر اپنے زانو پہ بٹھا لیا اور یحیٰی کی موت پر گریہ واتا کیا اور بچوں کا وظیفہ مقرر کر کے ان کے خاندان والوں کے پاس بھیج دیا۔

اگر دل میں خدا کا خوف اور ایمان کی ایک رمق بھی ہو۔ تو ایسے نیک دل خلفاء کو دشنام دینے اور ناحق بدنام کرنے کی جرأت و حرکت کا خیال تک بھی دل میں پیدا نہ ہوتا۔ اپنے سالہا سال کے دشمن کے بیٹوں کو زانو پہ بٹھا کر ان کے وظائف مقرر کرنے والوں کے متعلق یہ بکواس کرنا کہ وہ علویوں کے بچوں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا کرتے تھے۔ کتنا بڑا بہتان اور افترا ہے اور ایسے کاموں میں صرف شیعوں کو ہی زیب دیتے ہیں۔

۵۔ محمد الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن زین العابدین نے ۱۹۰ھ میں کوفہ میں مامون الرشید کے خلاف خروج کیا۔ ان کا ذکر اس سے پہلے ابو السرایا کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

نمبر ۹۔ علی و محمد ابنان حسین الافطس بن حسن بن زین العابدین اور محمد بن جعفر بن

محمد باقر بن زین العابدین نے مکہ میں ۱۹۹ ہجری میں مامون الرشید کے زمانہ میں
خروج کیا۔ حسین کو افطس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ چپٹی ناک والا تھا۔ یہ تینوں باپ
بیٹے نہایت قبیح سیرت اور بد اعمال تھے۔ حسین الافطس کو اکثر مؤرخین نے احد
المفسدین فی الارض کہا ہے۔ (جمہرۃ الانساب ص ۴۷) مکہ معظمہ کی تاریخ میں انہیں
بدترین سیرتوں والا بیان کیا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا۔ اور
اس کی بجائے ابوالسرایا کا بھیجا ہوا غلاف چڑھایا۔ لوگوں کے مال بجبر و تعدی چھیننے
لگا۔ اکثر لوگ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف
کی جالیوں کو توڑ دیا خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھا ہوا سونا اتار لیا کعبہ
کا تمام خزانہ لوٹ کر ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ مشہور شیعہ مؤلف عمدۃ الطالب میں لکھتا ہے۔
کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابوالسرایا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرایا
جناب جعفر الصادق کے بیٹے محمد کے پاس آیا جو ایک سیرت، عالم فاضل تھے۔ کہ
میں آپ کے بیٹے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا۔ آخر اپنے بیٹے
علی کے کہنے پر آمادہ ہو گیا۔ اب لوگ انہیں امیر المومنین کہنے لگے، علی محمد بن محمد اور
حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے نوبت یہاں تک
پہنچی کہ جہاں کسی خوب صورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ مکہ کے قاضی کے
لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لئے پکڑ کر لے گئے۔ آخر کار تنگ آ کر مکہ کے لوگوں نے
ایک جلسہ کیا اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے مکہ کے قاضی کا لڑکا
رہا کرایا جائے۔ تاریخ کامل ابن کثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام
محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحٰق ہے جو بڑا خوب صورت تھا۔ اس کے دیکھتے ہی
ان شیطانوں کی رال ٹپک پڑی۔ (ص ۱۰۲)

اہل مکہ نے محمد کے مکان کو گھیر لیا۔ محمد لوگوں کو ہمراہ لے کر اپنے بیٹے علی کے
مکان پر پہنچے۔ اور اس سے لڑکا لے کر لوگوں کے حوالے کیا۔

مکہ میں یہ شیطانی کھیل کھیلا جا رہا تھا کہ دار الخلافہ سے سرکاری فوجیں آگئیں ——
"امیر المومنین" کو ہوش آیا۔ اور امان کی درخواست پیش کی جو قبول کر لی گئی۔ مگر
بعد میں جحفہ کی جانب بھاگ نکلے۔ دوبارہ چند دن کے بعد مدینہ پر حملہ آور ہوئے
مگر پھر شکست کھائی اور ایک آنکھ جاتی رہی مجبور ہو کر حج کے موقعہ پر مکہ
پہنچے اور دوبارہ امان طلب کی ساتھ ہی یہ معذرت کی کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ مامون
الرشید کی وفات ہو گئی ہے۔ انہیں حج کے بعد مامون کے پاس بھیج دیا گیا جہاں
خلیفہ نے ان کا قصور معاف فرما دیا۔

حسین الافطس کے بیٹے گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ اس قماش کے بد فطرت، بدکردار
اور شر و فساد کے حامل بھی مامون جیسے فیاض اور رحمدل خلیفہ کے دربار سے معاف
کر دیئے گئے۔ مگر شیعہ اپنی کتب میں لکھتے ہیں کہ مامون نے علی کو قتل
کیا۔ دیوانگی، پاگل پن، بد دیانتی اور بہتان کی انتہا ہے اور شیعیت اس میدان
میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔

۱۰۔ علی بن صادق نے ۱۹۹ھ میں بصرہ میں مامون کے خلاف خروج کیا۔ یہ
حضرت کنیز زادے تھے۔ گرفتار ہو کر رحمدل خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے
اور خلیفہ نے معاف کر دیا۔ اس کے سگے بھائی عبداللہ بن جعفر کی بیٹی فاطمہ،
عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ بن عباس کے نکاح میں
تھی۔ (جمہرۃ الانساب ص ۵۳ و نسب قریش ص ۶۴) عباسی شوہر کے مرنے
کے بعد علی بن اسماعیل بن جعفر کے نکاح میں آئی۔

زید النار بن موسیٰ کاظم نے ۱۹۹ ہجری میں بصرہ میں مامون کے خلاف
خروج کیا۔ اس زید کو ابوالسرایا نے اپنی حکومت
کے دوران اہواز کا عامل مقرر کیا تھا۔ بعد میں اس نے بصرہ پر قبضہ کر
کے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ مشہور شیعہ مؤرخ
عمدۃ الطالبین میں لکھتا ہے کہ اس نے عباسیوں کے مکان جلا ڈالے۔

اور باغ بھی جلا دیئے۔ اسی لئے اسے زید النار کہتے ہیں۔ (ص ۲۰۹)

بالآخر گرفتار ہو کر خلیفہ کے سامنے پیش ہوا۔ ایسے بد قماش اور بد فطرت باغی کو بھی خلیفہ نے معاف کر دیا۔ حالانکہ اس نے چند روزہ بغاوت کے ایام میں عباسیوں کی لاکھوں کی جائیداد تباہ و برباد کر دی تھی۔ خود شیعہ مؤلف لکھتا ہے۔

زید النار گرفتار ہو کر مرو کے مقام پر خلیفۃ المسلمین کے حضور میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے آزاد کر کے اسے علی (رضا) کے پاس بھیج دیا۔ مگر بھائی نے تمام زندگی اس سے بات نہ کی (عمدۃ الطالب ص ۱۱) اس قسم کی خلافت دشمن سرگرمیوں کے باوجود ان لوگوں کو عباسی خلفاء معاف کر دیتے رہے۔ مگر مجوسی اور یہودی ذہنیت کے ملا باقر مجلسی جیسے دروغ گو ایسے روشن اور عیاں واقعات کے باوجود ان لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ عباسیوں نے علویوں پر بڑے ظلم کئے۔ ایسے احمقوں سے کوئی پوچھے، تمہاری اس ہرزہ سرائی کا ثبوت "معتبر روایات" سے معلوم ہوا ہے کہ بغیر کچھ اور بھی ہے؟

۱۳۔ ابراہیم الجزار بن موسی کاظم نے ۱۹۹ ہجری میں یمن میں مامون کے خلاف خروج کیا۔ یہ ابراہیم بھی ابو السرایا کی جانب سے یمن کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اہل یمن کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹ لینے کی وجہ سے قصاب مشہور ہوا۔ (البدایہ جلد ۱۰ ص ۲۹۶)

اس کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے جعفر نے یمن میں بغاوت کی تھی۔ دوسرے بیٹے کا نام موسیٰ تھا۔ جس کی اولاد سے محمد الرضی اور علی الرضی مؤلفین نہج البلاغۃ ہوئے۔ ابراہیم الجزار بن موسیٰ کاظم کے بیٹے کا نام مروان تھا۔ اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علویوں کے خروج محض سیاسی اور حب جاہ کے نتیجے کے طور پر تھے۔ اگر یہ بھی طور پر وہ ایسی حرکات کا ارتکاب کرتے تو اپنی اولاد کے نام مروان وغیرہ کے ناموں پر نہ رکھتے۔

گویا ۱۹۹ ہجری تک مروان علویوں کے ہاں تعظیم کے قابل ہستی تھی۔

۱۳۔ جعفر بن ابراہیم الجزار نے ۲۰۲ ہجری میں یمن میں مامون الرشید کے خلاف خروج کیا۔ مگر ناکام ہو کر طالب معافی ہوا۔ اور کریم الطبع خلیفہ نے معاف کر دیا۔

۱۴۔ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۲۱۹ ہجری میں طالقان میں المعتصم باللہ عباسی کے خلاف خروج کیا۔

سیدنا علیؓ کے بیٹے کا نام عمر۔ سیدنا زین العابدین کے بیٹے کا نام عمر اور ان رافضیوں کے نزدیک "عمر جبت اور طاغوت"۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ تمہاری طرح تمہارے آئمہ کے نزدیک اگر عمر ایک گالی ہے اور تھا تو وہ اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر کیوں رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ ان کے آئمہ جو کچھ کہتے رہے وہ سراسر ان کے خلاف عمل کرنے کو ہی اپنا مذہب سمجھتے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ محمد بن قاسم ایک عالم فاضل شخص تھا۔ ان کے پردادا عمر کی بیٹی خدیجہ محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے نکاح میں تھی۔ ایک مجہول الاسم رافضی نے انہیں ورغلانا شروع کر دیا۔ اور حج کے موقعہ پر آنے والے خراسانیوں سے ان کے لئے پوشیدہ طور پر بیعت لینا شروع کر دی۔ محمد بن قاسم ان لوگوں کے چکمے میں آ کر خراسان چلے گئے۔ اور طالقان میں خروج کر بیٹھے۔ گرفتار ہو کر پیش ہوئے اور عید کے موقع پر فرار ہو کر روپوش ہو گئے اور اسی حالت میں مر گئے۔

علامہ ابن حزم نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ (جمہرۃ الانساب ص ۴۸)

شیعی مؤلف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ صوفی بھی تھے اور صوف کا لباس پہنتے تھے۔ یہی مؤلف لکھتا ہے کہ فرار کے بعد گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ مگر ان کا قتل ہونا محل نظر ہے۔

۱۵۔ یحییٰ بن عمر بن زید بن علی زین العابدین۔ یہاں زین العابدین کا پوتا "عمر" شیعوں کے سینوں پر مونگ دلنے کے لئے آ گیا۔ ان احمقوں سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ عمرؓ علیؓ کا جانی دشمن تھا۔ اور علی زین العابدین کا ایک بیٹا عمر۔ ایک پڑپوتا عمر۔ ایک پڑپوتے کا بیٹا عمر۔ گویا سارا خاندان ہی عمر۔ آج بعض متعصب اور غالی قسم کے شیعہ عمر نام جب اپنی

کتابوں میں لکھتے ہیں تو اس طرح " سمو " الٹا کر کے لکھتے ہیں اور کوئی خیرات نامی شیطانِ اعظم وکیل اپنی تالیف نورِ ایمان میں بڑی دور کی کوڑی لایا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ:۔

قاعدہ ہے کہ پانچ حرفی الفاظ کا وسطی حرف اس کا دل ہوتا ہے۔ اب دیکھو کہ فرعون، ہامان اور قارون کے وسطی حروف کیا ہیں۔ ظاہر ہے کہ ع، م، ر، ہیں۔ اور ان کے ملانے سے عمر بنتا ہے۔ گویا عمرؓ فرعون، ہامان اور قارون کا دل ہے۔ (ص ۲۳۲) زندہ باد خیرات وکیل صاحب! عمرؓ کو بُرا کہتے کہتے تمام علویوں پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔

ع زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا۔

یہ ایک جملہ معترضہ سا درمیان میں آگیا تھا۔ ان یحییٰ بن عمر صاحب نے ۲۳۵ ہجری میں المتوکل کے خلاف بصرہ میں خروج کیا۔ یہ بھی عقل کے کورے تھے۔ چند مفسدہ پردازوں کے پھندے میں پھنس کر خروج کر بیٹھے، پکڑے گئے اور اٹھارہ کوڑے کھا کر قید ہوئے۔

۱۶۔ ابی الحسین یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن زین العابدین نے ۲۵۰ ہجری میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔

"ایسے لا ہاتھ — میرے یار — خیرات وکیل"! — یہاں ایک اور عمر آ گیا — گویا زین العابدین کے پوتے کا پوتا عمر — ؟

سچ فرمایا تھا نبی علیہ السلام نے کہ عمرؓ ایک بار جس راستے سے گزر گیا قیامت تک اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا۔ میں نے کئی روز اس بات پر غور کیا اور ساتھ ہی اس بات پر بھی غور کرتا رہا کہ علویوں میں تقریباً دو صد ہجری سے بھی کچھ بعد تک عمر نام کے لوگ پیدا ہوتے رہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے آخر ایک دن میرے وجدان نے میری رہنمائی کی کہ علویوں کی برائیاں اور بے حیائیاں جب حد سے بڑھ جاتی رہیں تو ان میں کوئی نہ کوئی عمر نام کا علوی اللہ تعالیٰ اس لئے پیدا کرتا رہا کہ یہ لوگ کسی حد تک شیطان کے پنجے سے بچے رہیں۔ اگر ان میں عمر

نام کے یہ چند علوی پیدا نہ ہوتے تو اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے یہ لوگ ذلیل ترین قبیلوں کی شکل میں ہمارے سامنے دربدر دھکے کھاتے نظر آتے۔ ان کی حد سے بڑھی ہوئی خباثتوں کو کم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں میں کوئی نہ کوئی عمرؓ نام کا آدمی پیدا کر دیتا رہا۔

بات کیا تھی اور مجھے خیرات وکیل کہاں گھسیٹے پھرا۔ ابی الحسین کے ابا امویوں کے خلاف خروج کر کے قتل ہو کر خطۂ ارضی کو اپنے وجودوں سے پاک کر دیتے رہے مگر ان ذاتِ شریف کو ہی ہاشمیوں کے خلاف ہانکنی آگئی۔ یحییٰ کی آٹھویں پشت تک بڑے بڑے سنی عالم پیدا ہوتے رہے۔ چنانچہ ابوالبرکاتؒ متوفی ۵۴۸ھ انہی کی اولاد سے تھے۔ یحییٰ خود بھی مالکی مسلک پر کاربند تھے۔ (اور یہ سب عمر کے نام کی برکات ہیں) پھر ان کے عباسیوں کے ساتھ مصاہرانہ تعلقات بھی تھے۔ یحییٰ بن حسین کی بہن میمونہ یعنی زین العابدین کی حقیقی پوتی مہدی باللہ عباسی کی زوجہ تھی۔ (جمہرۃ الانساب ص ۵۱)

مگر ان کے دماغ میں بھی حصولِ خلافت کا کیڑا کلبلایا اور بادیہ نشینانِ عرب کی ایک جماعت فراہم کر کے کوفہ کی جیل کا دروازہ توڑ کر قیدی نکال کر اپنے ساتھ ملا لئے، سرکاری دفتر جلا دیئے، بیت المال کے دروازے توڑ کر دو ہزار سرخ دینار اور ستر ہزار درہم لوٹ لئے۔ آخر شکست کھائی اکثر باغی قتل ہوئے۔ ان باغیوں کی سرکوبی کو بھی عباسیوں کی سفاکی اور ظلم کی فرضی فہرست میں شامل کر لیا گیا۔

۱۷۔ محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن زین العابدین ۲۵۰ھ میں المستعین کے خلاف خروج کیا اور اسیر ہو کر سزایاب ہوئے۔ (طبری جلد نمبر ۱۱ ص ۱۱۲)

۱۸۔ احمد بن عیسیٰ بن حسین الصغیر بن زین العابدین نے ۲۵۰ھ میں رے میں المستعین باللہ کے خلاف ادریس بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ مل کر الرضا من آلِ محمد کا نعرہ لگا کر خروج کیا۔ ایک ترکی سردار موسیٰ بن البجیر نے شکست دی۔ احمد بن موسیٰ بھاگ کر قزوین چلا گیا اور حسن بن احمد کوکبی کے ساتھ مل کر ۲۵۲ھ میں دوبارہ خروج کیا۔ بلادِ رے پر یورش کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ آخر شکست کھائی۔ خلیفہ

نے رحم کر کے نیشاپور کی طرف بھیج دیا (طبری جلد ۱۱ صد ۱۵۲)

۱۹۔۔ حسن کوکبی بن احمد بن اسماعیل الارقط بن محمد بن عبداللہ بن زین العابدین بن احمد بن عیسٰی کا شریک کار تھا۔

۲۰۔۔ حسین الحزون محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن زین العابدین نے ۲۵۱ ہجری میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔ اس کے جدِ امجد عبداللہ کا جھگڑا اپنے چچا جعفر کے ساتھ تھا۔ کہتے ہیں جعفر کی بددعا سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ (عمدۃ الطالب صد ۲۴۱) ان کی عباسیوں سے بہت سی رشتہ داریاں تھیں۔

۱۔ ام الحسن بنت زین العابدین داؤد بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں تھیں۔

۲۔ زین العابدین کی دوسری بیٹی فاطمہ اپنی بہن ام الحسن کے مرنے کے بعد داؤد کے نکاح میں آئیں۔

۳۔ ام الحسین بنت زین العابدین ابراھیم بن محمد بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں تھیں۔

۴۔ کلثوم بنت عبداللہ الارقط اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں تھیں۔

اس قدر تعلقات کے باوجود حسین بن احمد مذکور نے بغاوت کی اور قتل ہوا۔
اسی بغاوت میں ابراہیم بن محمد بھی تھے جو عباس بن علی کی اولاد میں سے تھے ان کے دادا عبیداللہ مامون الرشید کے زمانہ میں مکہ مدینہ کے گورنر اور قاضی تھے۔ حسین الحزون اور ابو احمد محمد نے کوفہ میں خروج کیا اور معہ اپنے ساتھیوں کے مارے گئے۔

۲۱۔۔ عبداللہ بن احمد بن ابراہیم الارقط بن محمد بن زین العابدین نے ۲۵۶ھ میں کوفہ میں المعتمد علی اللہ کے زمانے میں خروج کیا اور مارے گئے۔ مقطوع النسل تھے۔

۲۲۔۔ علی بن محمد بن احمد بن عیسٰی بن زین العابدین نے ۲۵۶ ہجری میں کوفہ میں المعتمد علی اللہ کے زمانے میں خروج کیا یہ شخص علوی نہیں تھا۔ مگر یارانِ طریقت نے اسے علوی بنا کر اس سے خروج کرا دیا۔ اور عساکرِ خلافت کے ہاتھ سے کیفرِ کردار کو پہنچا۔

۲۳۔۔ علی بن زید بن حسین بن زید بن زین العابدین نے ۲۵۶ ہجری میں کوفہ میں المعتمد باللہ کے خلاف خروج کیا۔ جب اس کی فوج ماری گئی تو خود بھاگ کر حبشیوں کے سردار صاحب الزنج کے پاس پہنچ گیا۔ مگر اس حبشی سردار نے مدد کی بجائے اسے قتل کر کے اس کی محبوبہ راشب کو اپنے گھر ڈال لیا۔ (جمہرۃ ابن حزم صد ۵۲)

ع پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

۲۴۔۔ حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ القعیقی بن حسین بن زین العابدین ۲۵۶ ہجری میں بصرہ میں المعتمد علی اللہ کے خلاف خروج کیا۔ مگر عساکرِ خلافت کے پہنچنے سے پہلے ہی حسین بن زید نے اسے قتل کر دیا۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

زینب بنت حسین بن زین العابدین یعنی اس کے دادا کی پھوپھی اس کے یعنی ہارون کے نکاح میں تھی۔ عباسی مفت میں بدنام کئے جاتے ہیں۔ مگر علویوں کی ان خانہ جنگیوں کی صرف ان نام نہاد "محبانِ علیؑ" کی نظر کیوں نہیں جاتی۔ شاید اس لئے کہ ان کی نظر میں یہ لوگ عترتِ رسولؐ ہیں اور عترتِ رسولؐ کو زنا، ڈاکہ زنی، شراب خوری، لواطت اور فساد فی الارض کی کھلی چھٹی ہے۔

۲۵۔۔ ابراہیم بن محمد بن جعفر بن عبداللہ القعیقی نے حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ القعیقی نے اکٹھے خروج کیا۔ اور جلد ہی اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے۔

۲۶/۲۷۔۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم دونوں بھائیوں نے مل کر ۲۷۱ ہجری میں المعتمد عباسی کے زمانہ میں خروج کیا۔

یہ دونو بھائی شیطانیت، خباثت، بے حیائی اور ظلم و جور کے مجسمے تھے چند روز ان کا مدینہ منورہ پر قبضہ رہا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں، مدینہ کے باشندوں کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا۔ پورے چار ہفتے مسجد نبوی میں نماز نہ ہوسکی۔ مدینہ کے علاوہ مکہ میں بھی یہی فتنہ برپا کیا۔ مسجد حرام کے دروازے پر لوگوں کو قتل کیا۔

(جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۴۹)

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں یہی وہ اشخاص ہیں جو ۲۷۱ھ میں مدینہ منورہ میں طلب خلافت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں کو قتل کیا۔ ان سے مال چھین لئے۔ کامل ایک ماہ تک مسجد نبوی میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ سکا۔ محمد بن حسین نے جعفر بن ابی طالب کی اولاد سے تیرہ افراد کو قتل کیا۔ اس کا لقب الحلیط یعنی ڈاکو تھا۔ (جمہرۃ الانساب صہ ۵۸)

مشہور شیعہ مورخ طبری نے بھی اسی قسم کے الفاظ لکھے ہیں اور اس نے ان ہی کے خاندان کے ایک علوی شاعر کا قطعہ بھی درج کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"پاک محمد کا دار الہجرت برباد ہوگیا اس کی بربادی پر مسلمان گریہ و بکا کرتے ہیں۔ اے آنکھ مقام جبرئیل اور محمد مصطفےٰ پر رو اور پاک منبر بھی بکا کرتا ہے۔ اور وہ مسجد جس کی بنیاد پاکی پر رکھی گئی تھی وہ عبادت کرنے والوں سے خالی ہوگئی اور اس پاک بستی پر بکا کر جس کو مبارک کہا اللہ نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے ذریعہ سے ان لوگوں کا برا ہو جنہوں نے اس کو برباد کیا۔ اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کی وقعہ حرۃ اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں اس کے سامنے گڑھی ہیں"

(طبری جلد ۱۱ صہ ۳۲۹)

محمد اور علی کی بغاوت کے زمانہ میں شخصیتوں کے ساتھ شیعی شاعر کا واقعہ حرۃ

کے متعلق بیان اس بات کا پکا شاہد ہے کہ امیر المومنین امیر یزید کو محض بدنام کرنے کے لئے سبائیوں نے محض دروغ و افتراء کی جو داستان تیار کی اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرنے والوں کے دماغ صرف سوجھ بوجھ سے ہی خالی نہیں، بلکہ وہ لوگ پرلے درجے کے جاہل ہونے کے علاوہ نسلی عصبیت کے کابوس کا ہاتھوں میں اس بری طرح گرفتار ہو چکے ہیں۔ کہ اب ان کا اس ذلت اور لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہوکر رہ گیا ہے۔ شیعوں کے مزعومہ امام کے ان چہیتوں کو اگر "عترت رسول" ہونے کی "سعادت" کی بناء پر کسی محقق کو ان کے بارے میں سچ کہنے کی اخلاقی جرأت نہیں تو پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ واقعہ حرہ کا ایک معمولی سا پولیس ایکشن کیوں اسے اس حد تک ناگوار گذر رہا ہے۔ کہ وہ ایسے لفظ لکھنے پر ذرا بھر شرم محسوس نہیں کرتا۔ کہ تین دن تک مدینہ شاہی افواج کے لئے مباح رہا۔ کاش کہ موجودہ صدی کے یہ محقق اعظم خواب کہولت کے دور کو دیکھ چکنے کے بعد موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں۔

خلافت اور ملوکیت میں جس طرح انہوں نے تاریخ کے حقائق کا حلیہ بگاڑا ہے مرنے سے پہلے اس سے رجوع کر لیتے۔ اور افسوس بلکہ رحم آتا ہے ان لوگوں پر جو ہر بات کو اپنے مرشد کی آنکھ سے دیکھنے، مرشد کے کان سے سننے کے اس قدر عادی ہوتے ہیں۔ اور اپنے قوائے عقلیہ سے دست بردار ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔

میں جب "عترت رسول" کی ان بداعمالیوں پر ایک نظر ڈالتا ہوں۔ تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ لوگ غدر و سرکشی، ظلم و تعدی، فتنہ و فساد، نافرمانی و بے حیائی، قساوت و سنگدلی اور فواحشات و منکر کے جس مقام پر پہنچے ہوئے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے ذلت و پستی کا کوئی مقام نہیں۔

حرمین الشریفین کی بے حرمتی اور بے ادبی کے جس قدر مناظر آنکھوں کے سامنے

لہ مودودی

آتے ہیں۔ ان کے کرتا دھرتا صرف یہی لوگ ہیں۔ جو "عترت رسول" ہیں۔ اور آج بھی جس قدر بداعمالیاں ان لوگوں میں ہیں۔ دوسرے لوگوں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ کو عملاً یہ دکھانا مطلوب تھا کہ:۔

در ایں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست۔

ایک چشم دید واقعہ:۔

میں نے اپنی سیاحت کے دوران جالندھر اور کپور تھلہ کی سرحد پر ایک گاؤں میں دیکھا کہ مسجد اور دارا یعنی اہل دیہہ کی نشست گاہ قریب قریب تھے۔ مسجد میں ایک مسکین طبع درویش صفت بزرگ نامعلوم کب سے مقیم تھے۔ اکثر قرب وجوار تک کے دیہات کے لوگ ان کے پاس جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ کے لئے آتے۔ اس وقت میں ان کے متعلق جو اندازہ کر سکا وہ کچھ اس قسم کا تھا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ دوسری طرف دارا کے مکان کی ایک طرف ملحقہ کوٹھری میں ایک سیاہ فام ہٹا کٹا موٹا تگڑا بڑی بڑی مونچھوں والا ملنگ قیام پذیر تھا۔ دن رات بھنگ کا رگڑا لگ رہا ہے، چرس کے شعلے بلند ہو رہے ہیں، علی ولی کے نعرے لگ رہے ہیں۔ میری نظروں میں وہ شخص مجسم ابلیس تھا۔

برسات کا موسم تھا۔ اور دارا کے سایہ دار درختوں کے نیچے چند چارپایاں بچھی تھیں میں ایک چارپائی پہ دراز تھا۔ مسجد سے وہ درویش صفت کسی ضرورت کے تحت باہر تشریف لائے اور دارا کے سایہ دار درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے ایک طرف نکل گئے۔ اس وقت تقریباً پندرہ بیس آدمی وہاں موجود تھے۔ کسی نے ان کے گزرنے کا نوٹس نہ لیا۔ کچھ وقت گزرا کہ وہ ملنگ کسی طرف سے آنکلا۔ اپنے حجرہ میں پہنچنے کے لئے اسے بھی اسی راستہ سے گزرنا تھا۔ جونہی وہ سامنے ہوا، سب لوگ بسر وقد تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جھک جھک کر اسے سلام کرنے لگے۔

چند ایک نے "یا علی مدد" کے الفاظ سے اس کی پیشوائی کی اور وہ پیر "مولا علی مدد" کہتا ہوا نہایت مغرورانہ انداز میں اپنے حجرے میں گھس گیا۔

میں یہ منظر دیکھ کر رہ نہ سکا۔ اور وہاں جتنے افراد موجود تھے۔ انہیں مخاطب کر کے درویش اور ملنگ کے ساتھ ان کے رویہ کے متعلق شکایت کی تو انہوں نے جو جواب دیا اس کا مفہوم ہی نہیں، بلکہ اصل لفظ یہ تھے کہ "سائیں بابا تو آلِ نبی اولادِ علی" سے ہیں اور یہ صوفی صاحب نامعلوم جولاہے ہیں یا کنجڑے، یہاں یہ بھی بتا دوں کہ تمام گاؤں میں سوائے اس ملنگ کے کوئی رافضی نہیں تھا۔ تمام گاؤں بریلویوں کا تھا۔ اور وہ درویش بھی غالباً بریلوی ہوں گے۔ مگر اکثر انہیں مشرکانہ حرکات واعمال سے متنفر پایا۔

ایسے لوگوں کو یہ سبق کس نے پڑھائے ہیں کہ "آلِ نبی اولادِ علی" ہونے کا دعویٰ کرنے والے اگر مجسم ابلیس صفت بھی ہوں تب بھی "عترت رسول" ہیں۔

یہاں ایک اور بات کو بھی ذہن میں رکھیے آج دنیا بھر میں صدیقی، فاروقی، عثمانی، زبیری، عباسی، اموی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں، ان خاندانوں کے اکثر افراد کئی صدیوں تک کئی مقامات پر حکمران بھی رہے ہیں لیکن تاریخ اس قسم کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کہ ان خاندانوں کے کسی آدمی سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہوئی ہو۔ ان خاندانوں میں بڑے بڑے فقیہہ، محدث اور ولی اللہ گزرے ہیں۔ مگر "مدعیانِ آلِ رسول" میں ہمیں اس قسم کا کوئی فرد بھی نظر نہیں آتا۔ ولی الہیٰ خاندان، احمد فاروقی سرہندی فاروقی تھے، شیخ جیلانی، خواجہ اجمیری، سید علی ہجویری جیسے بزرگانِ دین جو صراط مستقیم سے متمسک رہ کر ایک عالم کے لئے باعث ہدایت اور رحمت رہے۔ ان کو "نام نہاد آلِ رسول" گالیوں سے نوازتے ہیں۔

دورِ حاضر کے زعیم جوہیٹس محقق اعظم اور اس کی قماش کے ان کے روحانی اسلاف کے منہ پر تھوپ رہت کی طرف سے ایک زناٹے دار تھپڑ ہے۔ اب وہ زمانہ گزر گیا کہ دنیا امویوں اور عباسیوں سے کے ظلم وستم کی فرضی داستانوں کو دہراتی اور سنتی رہے گی۔ اب ناقشار اللہ کبھی اللہ کے بندے رہت تطہیر تاریخ

کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور وہ دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں جب دنیا حقیقت سے واقف ہو کر رہے گی۔ اس روز کیا محشر ہو گا ان محققین کا؟

۲۸۔ محمد بن جعفر بن علی نقی شیعوں کے مزعومہ امام دہم کے اس پوتے نے ۳۰۰ھ میں دمشق میں المتضد کے خلاف خروج کیا۔ محمد کے والد جعفر کو شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں۔ یہ وہی جعفر ہیں جس کے متعلق (جعفر) صادق کے ضمن میں ایک بکذوبہ روایت بھی صفحات گزشتہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس جعفر کو شیعوں نے اس لئے کذاب کہا ہے کہ وہ اپنے بھائی حسن عسکری کے لاولد فوت ہونے کا بھونڈا پھوڑ کر ان کے بارہویں امام کی پیدائش کے جھوٹ کا راز طشت ازبام کرنے کا موجب بنا۔ حسن عسکری کی کئی کنیزیں بتقیں شیعہ کہتے ہیں کہ صیقل نامی کنیز کے بطن سے مہدی موعود پیدا ہوئے اور غائب ہو گئے۔ ملا باقر مجلسی کنیز کا نام نرجس لکھتا ہے۔ ابھی تک یہ لوگ اپنے بارہویں امام کی ماں کا فیصلہ ہی نہیں کر سکے۔ جعفر کذاب نے حسن عسکری کے لاولد مرنے پر اس کے ترکہ کا دعویٰ کیا تھا۔ ترکہ تو مل گیا مگر "عترتِ رسول" کے محبین نے اسے کذاب بنا کر رکھ دیا ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

۲۹۔ حسن الاطروش بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۳۰۱ھ میں دیلم میں المقتدر باللہ کے خلاف خروج کیا۔ حسن الاطروش بڑے نیک خصال اور عالم فاضل شخص تھے۔ آئمہ زیدیہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ برسوں تک بلاد دیلم میں الناصر الکبیر کے نام سے تبلیغ و ارشاد میں منہمک رہے۔ محمد بن زید حسنی کی وفات کے بعد ۳۰۱ھ میں دیلم پر قابض ہو گئے۔ ان کے اور محمد بن حسن داعی الصغیر کے درمیان بڑی جھڑپیں ہوئیں۔ ۳۰۴ھ میں مقتول ہوئے۔

۳۰۔ حسن بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۳۱۶ھ میں طبرستان میں المقتدر باللہ کے زمانے میں خروج کیا۔ خروج کرتے ہی وہاں کے والی نصر بن احمد کی فوجوں نے قتل کر دیا۔

۳۱۔ عبداللہ بن عبیداللہ بن علی بن حسین بن علی بن حسین بن زین العابدین نے ۳۵۸ھ میں شام میں خروج کیا۔ اس عبداللہ نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے ملاعون کذابین کی صف میں شامل ہونے کی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ اس نے قرمطیوں سے مدد لے کر خروج کیا اور واصل بجہنم ہوا۔ اس قماش کے لوگوں کو بھی یارانِ طریقت "عترت رسولؐ" میں شمار کرتے ہیں۔ مزہ یہ تھا بلکہ رہا خالہ آل حسین میں سے خروج کرنے والوں کا ان میں سے سوائے ایک حسن الاطروش کے جو باوجود حکومت موقتہ کے باغی ہونے کے صاحب علم و فضل تھے۔ باقی تمام کے تمام ننگ اسلاف بلکہ ننگ انسانیت تھے اور بعض اپنی بدکرداریوں میں اپنی مثال آپ تھے۔ کیا فرماتے ہیں ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی کے جان نثار کیا وہ ایسے بدکردار لوگوں کو "عترت رسولؐ" میں سمجھتے ہوئے لوگوں کو اس بات کی ہدایت کرتے ہیں کہ تمہاری نجات کی یہی صورت ہے کہ کعبہ میں قتل عام کرو مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرنے سے روک دو۔ کعبہ کے پردے اتار لو اور اس کے وقفی خزانے لوٹ لو اس کے ستونوں سے سونا اتار لو۔ قتل عام شروع کر دو۔ لوگوں کی عورتیں جبراً چھین کر اپنے گھروں میں ڈال لو۔ خوبصورت چھوکروں کو اٹھا کر گھروں میں لے جاؤ۔ اور اپنے منہ کالے کر دو۔ بیگانے تو در کنار اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کر دو۔ کعبہ اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر شراب کے دور چلاؤ۔ پھر یقیناً "لن تضلوا" کا مصداق بن جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ان "لن تضلوا" مصداق کے گروہ کو ہی ایسے افعال شنیعہ مبارک کرے اور لطف یہ کہ واقعی وہ لوگ آج بھی ان افعال شنیعہ کے ارتکاب میں اپنی مثال آپ ہیں۔

خروج کرنے والے دیگر طالبی

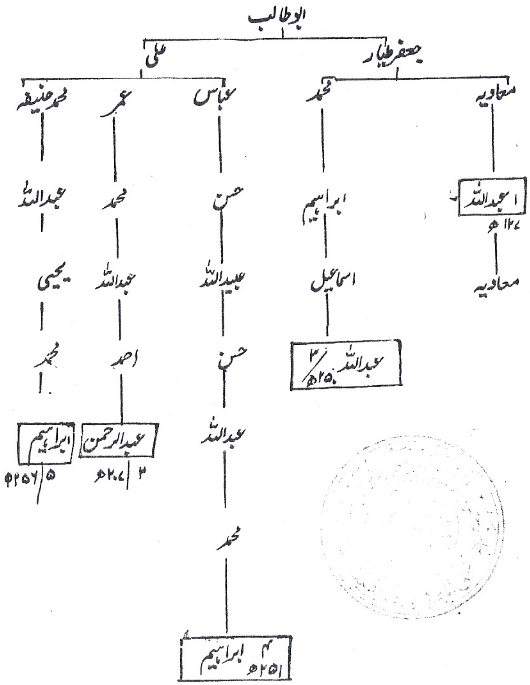

معاویہ کے نام کے دو جعفری اور عمر کے نام کا ایک علوی ہے۔

۱۔ عبداللہ بن معاویہ بن عبدالعزیز بن جعفر طیار نے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں مروان بن محمد اموی کے خلاف خروج کیا، یہ عبداللہ بھی "مہدی" کہلایا اور اس کے خروج کو بھی جہاد قرار دیا گیا اور اس کے ظہور کے منتظر رہے ولہ شیعۃ ینتظرون بڑا فاسق تھا، اور یحیی بن مطیع، عمارہ بن حمزہ جیسے دہریوں سے اس کا بڑا میل جول تھا (البدایہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۳) (جمہرۃ الانساب ابن حزم صفحہ ۶۱) خروج کی ناکامی کے بعد چھپتا پھرا اور آخر ابو مسلم خراسانی نے قید کر دیا، ہرات میں مر گیا، مؤلف عمدۃ الطالب نے ۷۷۲ھ میں اس کی قبر دیکھی تھی، اس کے بیٹے کا نام معاویہ تھا، شر و فساد میں باپ سے بڑھا ہوا تھا، غالی رافضیوں نے اس کو بھی شہید کا مقام دیا۔

۲۔ عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ نے ۲۰۷ ہجری میں یمن میں مامون الرشید کے خلاف مکہ میں خروج کیا، مگر خلیفہ کے سمجھانے پر اطاعت پر آمادہ ہو گیا، چونکہ عباسیوں کا شعار سیاہ لباس تھا، اس لئے تمام حسنی اور حسینی جب بھی دربار میں حاضر ہوتے تھے تو سیاہ لباس پہن کر حاضر ہوتے تھے، عبدالرحمن بھی سیاہ پوش رہتا تھا (البدایہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۰)

۳۔ عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار نے ۲۵۰ھ میں زنجان میں المستعین باللہ کے زمانہ میں خروج کیا، حسین کوکبی کے ساتھ شامل تھا، جو حشر اس کا ہوا اس کا بھی ہوا۔

۴۔ ابراہیم بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن عبیداللہ بن حسن بن عباس بن علی نے ۲۵۱ھ میں قزوین میں المستعین باللہ کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ الارقط کے ساتھ خروج میں شامل تھا اور مقتول ہوا، علویوں کے وجود میں مجہول الاحوال خروج کرنے والے (۲،۱) عیسیٰ بن جعفر حسینی اور علی بن زید حسینی نے ۲۵۵ھ میں المہتدی باللہ کے خلاف خروج کیا اور سرکاری فوجوں کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی۔

۳۔ بلا اظہار نام یمن میں ۲۸۸ ہجری میں المعتضد کے زمانہ میں ایک علوی نے خروج کیا، معہ پچاس سواروں کے میدان جنگ سے بھاگ گیا۔

۴۔ رجل من الطالبین واسط میں ۳۰۳ ہجری میں المقتدر باللہ کے خلاف خروج کیا۔ بیت المال کو جانے والی تیس لاکھ دینار کی رقم لوٹ لی۔

۵۔۔۔ یہ بڑا کینہ، بدفطرت اور خبیث طبع انسان تھا، مسجدیں تک جلا ڈالیں لوگوں کو

لوٹ لیا۔ تو البطولوفی عباسی سردار نے اس کے شر سے لوگوں کو نجات دلائی۔

ابراہیم ابن صوفی کے نام سے مشہور تھا۔ والیٔ مصر کے سپہ سالار کو شکست دے کر قتل ہوا۔ دوسرے لشکر سے شکست کھائی۔ (ترجمہ ابن خلدون جلد نمبر ۷ کتاب ثانی صہ ۳۱۱)

۵۔ حسن بن قاسم بن الحسن نے الری میں ۳۱۶ ہجری میں المقتدر کے خلاف خروج کیا۔ ۳۱۷ ہجری میں سرکاری فوجوں سے ہزیمت اٹھا کر قتل ہوا۔

۶۔ ایک علوی بلا اظہار نام کے ۳۲۹ھ میں مدینہ میں الراضی باللہ کے خلاف خروج کیا۔ اس کے خروج کے زمانہ میں لوگ اس کے ڈر سے فریضہ حج بھی ادا نہ کر سکے۔ آخر اس کا حشر بھی اپنے پیشروؤں جیسا ہوا۔

۷۔ ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن الداعی من اولاد حسین نے ۳۵۰ ہجری میں المطیع باللہ کے خلاف بلاد دیلم میں خروج کیا۔ اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ آخر یہ بھی واصل جہنم ہوا۔

۸۔ المبرقع علوی نے ۳۵۴ ہجری میں کوفہ میں المطیع باللہ کے خلاف خروج کیا۔ یہ شخص نقاب پوش رہتا تھا۔ اس نے بھی بڑا فتنہ و فساد پھیلایا۔ آخر سرکاری فوجیں آنے پر کہیں روپوش ہو گیا۔

اوران سب کا تتمہ شریف مکہ

شریف مکہ نے اس وقت غدارانہ کردار کو اپنا کر ترکان عثمانی اور سلطان فتح علی ٹیپو شیر میسور کے خلاف انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کئے جب تمام عالم اسلام میں ایک نئی انگڑائی لے کر اٹھنے کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ نپولین نے مصر سے سلطان ٹیپو کو دو خطوط لکھے۔ اور اس نے شریف مکہ کو مسلمان سمجھ کر یہ خط ایک خاص معتمد کے ذریعے اسکو پہنچائے۔ کہ سلطان فتح علی کو پہنچائے جائیں مگر اس بد باطن علوی حکمران نے

دونوں خط انگریزوں کے سفیر کے حوالے کر دیئے۔ سرنگاپٹم کے سقوط میں بالواسطہ شریف مکہ حصہ دار ہے۔ دوسرے شریف مکہ نے ہمارے زمانے میں ترکان احرار کے خلاف تو اس سے ہو سکا۔ اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہ روا رکھی۔ اور مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے والا یہ بظاہر شریف مگر باطن شیطان اس دنیا سے نامراد و ناکام رخصت ہوا اور انگریز بہادر نے اس کی غداری کے صلہ میں لے یہ دیا کہ اس پر ذلت و ادبار کے سائے منڈلانے لگے تو انہوں نے ایسے آنکھیں پھیر لیں جیسے کبھی اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔

ہاشمیوں اور امویوں کی رشتہ داریاں

عبد مناف کے دو بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس۔ امیہ عبد شمس کا بیٹا ہونے کے رشتہ سے ہاشم کا بھتیجا تھا۔ آج ہاشمی اور اموی اصطلاحات زبان زد خاص و عام ہیں۔ معلوم نہیں اس اختراع کا بانی کون ہے۔ حالانکہ ہاشم اور عبد شمس کی نسبت سے ہاشمی اور عبد شمسی یا عبشمی ہونا چاہیئے تھا۔ اب کچھ عرصہ سے بعض محققین نے ہاشمی اور عبشمی کی اصطلاحات کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اور یہی درست بھی ہے۔ شاید ہاشمی اور اموی اصطلاحات میں "امامت" کا کوئی راز پوشیدہ ہو۔ کیا عجب کہ مستقبل کا کوئی مؤرخ یا محقق اس گتھی کو سلجھا سکے۔

آئندہ صفحات میں ان ہاشمی اور عبشمی ذکور و اناث کے شجرہ جات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس قدر ہاشمی خواتین عبشمیوں کے نکاح میں تھیں۔ اور کس قدر عبشمی خواتین ہاشمیوں کے نکاح میں۔

سادات بنو امیہ (جن کے نکاح میں ہاشمی خواتین تھیں)

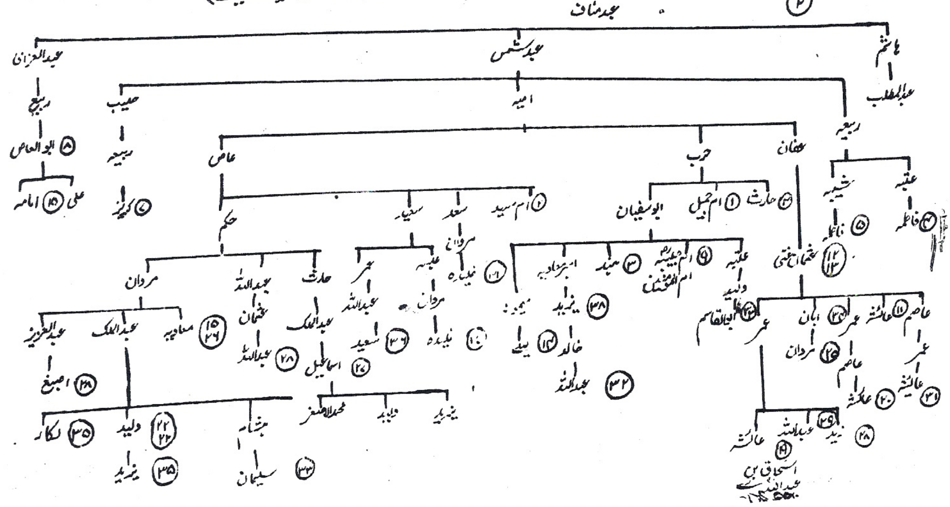

سادات بنو ہاشم (جن کے نکاح میں اموی خواتین تھیں)

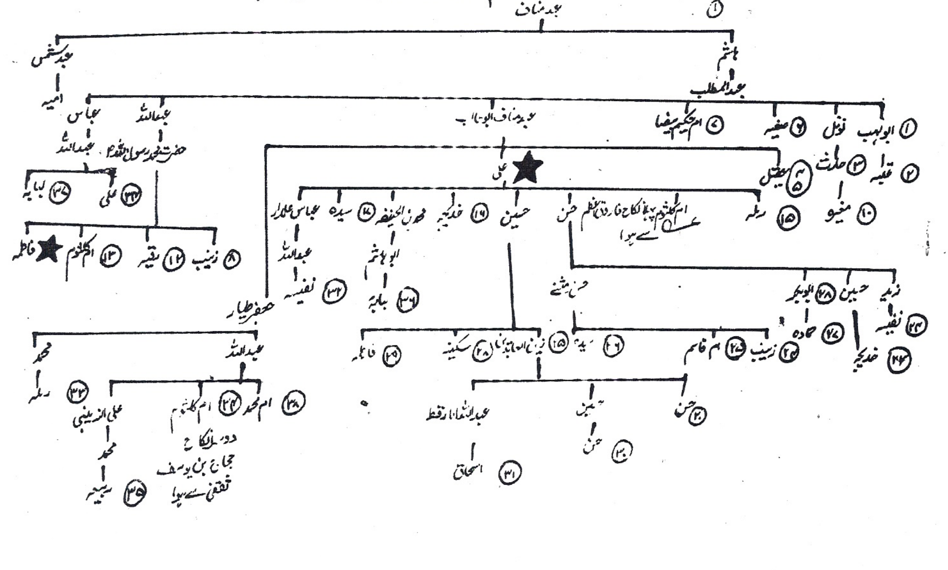

قبل از اسلام ہاشمیوں کے عقد میں اموی خواتین

(۱) ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس یعنی سیدنا ابوسفیان رضؓ کی بہن ابولہب ابن عبد المطلب کے نکاح میں تھی۔ (المحبر ۱۷۰، نسب قریش ۱۳۶ طبقات ۵/۱۵۵ ابن قتیبہ ۲/۱، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۶)

(۲) ام سعید بنت عاص بن امیہ، عتبہ بن ابولہب سے منسوب تھی۔ (ابن ہشام ۱/۱۱۴ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۷، ۹۸)

(۳) ہند بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ یعنی سیدنا امیر معاویہؓ کی بہن، حارث بن نوفل یعنی علی کے چچیرے بھائی کے عقد میں تھی۔ (اسد الغابہ ۵/۱۹۲ بنو ہاشم و بنی امیہ ۱۹۸)

(۴) فاطمہ بنت عتبہ بنت ربیعہ بن عبد شمس (امیر معاویہؓ کی خالہ) علیؓ کے بڑے بھائی عقیل کے نکاح میں تھیں۔ (طبقات ابن سعد ۸/۲۴۰، ۲۲۳، اصابہ ۸/۱۶۴ بنو ہاشم و بنو امیہ ۹۸)

(۵) فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ یہ بھی عقیل کے نکاح میں تھیں۔ (ایضاً)

قبل از اسلام۔ امویوں کے عقد میں ہاشمی خواتین

(۶) سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب، حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں۔ (انساب الاشراف ۱/۹۰، کتاب المعارف ۱/۷۴، اسد الغابہ ۱/۱۴۴، طبقات الکبریٰ ۸/۱۴۴، مودۃ القربیٰ ۴، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۶)

(۷) ام حکیم بیضا بنت عبد المطلب، کریز بن ربیعہ بن جلیب بن عبد الشمس، (کتاب المعارف ۱/۱۹۶، مودۃ القربیٰ ۴، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۷)

(۸) سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد العزیٰ بن عبد مناف کے نکاح میں تھیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۸، ابن ہشام ۱/۱۹۱، اسعد الغابہ ۴/۱۴۱، مودۃ القربیٰ ۲، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۲)

عہد اسلام

(۹) ام حبیبہؓ (ام المومنین) بنت ابی سفیانؓ یعنی امیر معاویہؓ کی بہن قبل از اسلام عبیداللہ بن جحش (حضور اکرمؐ کے پھوپھی زاد) سے بیاہی گئیں۔ عبیداللہ کی وفات کے بعد ۶ھ میں حضور اکرمؐ کے نکاح میں آ کر ام المومنین کے مقام پر فائز ہوئیں۔

(۱۰) امامہؓ بنت ابی العاصؓ بن ربیعہ یعنی حضور اکرمؐ کی بڑی نواسی جنہیں بارہا حضور اکرمؐ نے اپنے دوش مبارک پر سوار فرمایا۔ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے بعد سیدنا علیؓ کے نکاح میں آئیں۔ (جلاء العیون ۱/۲۲۱) سیدنا علیؓ کے بعد مغیرہ بن نوفل بن عبد المطلب کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المعارف ۱/۸۷، مودۃ القربیٰ ۹/۱۵، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۰، ۹۹، نور اسلام کی خیابانیں۔ ۷)

(۱۱) عائشہ بنت عثمانؓ غنی، حسنؓ بن علیؓ کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المعارف ۱/۸۸، مودۃ القربیٰ ۹/۱۵، بنو ہاشم و امیہ ۱۰۰، نور اسلام کی ضیاء باریاں) ابوبکر اور عمر دو بیٹے پیدا ہوئے۔

(۱۲) سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ (حیات القلوب ۲/۵۲۲، مجالس المومنین ۸۹، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۲) ان سے ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا جس کی اولاد آج کل بالائی ہزارہ۔ ضلع مظفر آباد، مقبوضہ کشمیر کے ضلع بارہ مولا اور جلسہ کے صوبجات جبراتی کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے۔ (تفصیل کے لئے راقم کی تالیف سادات بنی رقیہؓ دیکھئے)

(۱۳) سیدہ ام کلثومؓ بنت حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرمؐ نے سیدنا عثمانؓ سے آپ کا نکاح کر دیا۔

(۱۴) لیلیٰ بنت میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب (امیر معاویہؓ کی حقیقی بھانجی) حسینؓ بن علیؓ کے نکاح میں آئی۔ علی اکبر ان کے بطن سے تھے۔ علی نقی لکھنوی نے امیر معاویہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ علی اکبر میں بنو ہاشم کی شجاعت، بنو امیہ کی سخاوت اور ثقیف کی خود مختاری کی صفات موجود تھیں۔ کربلا میں شہید ہوئے۔ (شہدائے

[حاشیہ:] اس لحاظ سے لیلیٰ، امیر یزیدؒ کی پھوپھی زاد تھیں اور علی اکبر بن حسین، یزید کے بہنوئی تھے۔ کربلا کے پس ماندگان کے قافلہ میں لیلیٰ بھی موجود تھیں

سیدنا علیؓ کی تین بیٹیاں امویوں کے نکاح میں

(۱۵) رملہ بنت علیؓ مروان بن حکم کے نکاح میں تھیں۔ (جمہرۃ الانساب ۸۰، مقام بنی امیہ ۱/۱۴، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۱۰۳)

(۱۶) خدیجہ بنت علیؓ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھیں۔ (البدایہ ۹/۶۹، تاریخ الامامت ۳/۷۰، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۳)

(۱۷) سیدہ بنت علیؓ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر بن عبدشمس اموی کے نکاح میں تھی۔ (جمہرۃ الانساب ۶۸، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۴)

سیدنا حسینؓ کے نکاح میں اموی شہزادی

(۱۸) ہند بنت عبداللہ بن عامر بن عبدشمس یعنی سیدہ بنت علیؓ کے شوہر عبدالرحمٰن کی بہن سیدنا حسینؓ کے نکاح میں تھیں۔ (جلاء العیون)

ہند کے والد جمل وصفین کے معارک میں سیدنا علیؓ کے خلاف لڑے مگر معاً بعد اپنی بیٹی سیدنا حسینؓ کے نکاح میں دے دی۔

کربلا کے بعد

اموی شہزادیاں ہاشمیوں کے نکاح میں

(۱۹) عائشہ بنت عمر بن عثمان غنیؓ، اسحٰق بن عبداللہ سے بیاہی گئی۔ ان سے یحییٰ تولد ہوا۔ (نسب قریش ۶۵۔ جمہرۃ الانساب ۴۷، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۰، ۱۰۱)

(۲۰) عائشہ بنت عاصم بن عمر بن عثمان غنیؓ، حسن بن علی بن حسینؓ سے بیاہی گئی۔ محمد اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ (نسب قریش ۶۵، جمہرۃ الانساب ۴۲، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۱)

(۲۱) خلیدہ بنت مروان بن سعد بن عاص بن امیہ، سیدنا حسینؓ کے پڑدتے حسن کے نکاح میں آئیں۔ (ایضاً)

علوی شہزادیاں اموی شہزادوں کے نکاح میں

(۲۲) نفیسہ بنت زید بن حسن کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروانؒ سے ہوا۔ اس نکاح کے متعلق جب شہرت ہوئی۔ تو شیعہ مؤرخ ونسابہ مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے خرجت الی الولید کی پھبتی اڑائی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ وکان لزید ابن حسن بن علی ابنۃ اسمھا نفیسۃ "خرجت الی الولید بن عبدالملک۔ یعنی نفیسہ بھاگ کر عبدالملک کے پاس چلی گئی۔ (عمدۃ الطالب ص۹ طبع اول مطبع جعفری لکھنؤ۔)

(۲۳) خدیجہ بنت حسین بن حسن، اسماعیل بن عبدالملک سے بیاہی گئی۔ ان سے محمد الاکبر، حسین، اسحٰق اور مسلم پیدا ہوئے۔ (جمہرۃ الانساب ۱۰۰، مقام بنی امیہ ۱/۱۴، بنو ہاشم و بنو امیہ ص۷)

(۲۴) زینب بنت حسن مثنیٰ بن حسن، ولید بن عبدالملک امیر المؤمنین سے بیاہی گئی۔ (جمہرۃ الانساب ۳۶، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۵)

حسن مثنیٰ اپنے خسر سیدنا حسینؓ کے ساتھ کربلا میں موجود تھے۔ اور شدید زخمی ہوئے تھے۔

(۲۵) ام قاسم بنت حسن مثنیٰ، مروان بن ابان بن عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں تھی۔ مروان کی وفات کے بعد علی (زین العابدین) بن حسینؓ سے نکاح ہوا۔ (کتاب المحبر ۴۳، جمہرۃ الانساب ۳۶، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۵)

(۲۶) سیدہ بنت حسن مثنیٰ، معاویہ بن مروان کے نکاح میں تھیں۔ (جمہرۃ الانساب ۸۰/۱۰، بنو ہاشم و بنو امیہ ۱۰۵)

(۲۷) حمادہ بنت حسن مثنیٰ، اسماعیل بن عبدالملک بن حارث بن حکم سے بیاہی گئی ان سے محمد الاصغر، ولید اور یزید پیدا ہوئے۔ (جمہرۃ الانساب ۱۰۰، مقام بنی امیہ ۱۴، بنو ہاشم اور بنو امیہ ۱۰۳)

(۲۸) سکینہ بنت حسینؑ کربلا میں موجود تھیں۔
پہلا نکاح، ابوبکر عبداللہ بن حسن سے ہوا۔ بقول علی نقی نقوی عبداللہ کے ہاتھ سے چودہ شیعان کوفہ قتل ہوئے۔ آخر ہانی بن شبیب حضرمی کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ (شہدائے کربلا ۲/۱۰)
دوسرا نکاح مصعب بن زبیرؓ سے ہوا۔ جو حسینؓ کے سب سے بڑے حریف سیدنا عبداللہ بن زبیر کے بھائی تھے۔ ایک لڑکی رباب پیدا ہوئی۔ جس کا نکاح عثمان بن عروہ بن زبیر سے ہوا۔
تیسرا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکم سے ہوا۔ ایک لڑکا قرین اور ایک لڑکی ربیعہ تولد ہوئے۔ ربیعہ کا نکاح عباس بن ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔
چوتھا نکاح۔ اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا۔ اصبغ عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے۔ اور سکینہ سے پہلے ان کا نکاح یزید کی بیٹی ام یزید سے ہو چکا تھا۔ [illegible]
سکینہ بقول ذرتہ مخالف اپنے باپ کے قاتل کی بیٹی کی سوکن نہیں۔
اصبغ کے چچا، عبدالملک کے گھر سیدنا علی کی بیٹی خدیجہ تھی۔ اس لحاظ سے عبدالملک امیرالمومنین دوسرے رشتہ سے سکینہ کے پھوپھا تھے۔ کتاب المعارف ۱۳۲/۱ کے قول کے مطابق عبدالملک نے طلاق دلادی۔
پانچواں نکاح۔ زید بن عمرو بن عثمان غنیؓ سے ۹۶ھ میں ہوا۔ میاں بیوی میں بڑی محبت تھی۔ مگر کسی وجہ سے وہ سکینہ کو چھوڑ کر روپوش ہو گئے۔ قاضی مدینہ نے طلاق دلادی۔ (کتاب المعارف ۱۳۲/۱) ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام عثمان تھا۔ اس نکاح کے وقت ۵۹-۶۰ سال تھی ۱۱۷ھ ہجری میں ۸۰ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔
اس لحاظ سے واقعہ کربلا کے وقت عمر ۲۵، ۲۶ سال تھی۔ (جمہرۃ الانساب ۹۶/۱، کتاب المعارف ۹۴، نسب قریش ۵۹، بنوہاشم و بنوامیہ ۱۰۵)
(۲۹) فاطمہ بنت حسینؓ کا نکاح ثانی حسن مثنیٰ کے بعد عبداللہ بن عمر بن عثمان غنیؓ سے ہوا۔ جن سے محمد الاصغر قاسم اور رقیہ پیدا ہوئے۔ (بحار الانوار ۱۱/۲۴۳، مقاتل الطالبین ۱۸)

نسب قریش ۵۹، کتاب المعارف ۲/۱ وغیرہ)
(۳۰) حسن بن حسین بن علی (زین العابدین) کا نکاح خلیدہ بنت مروان بن عنبسہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ (شیر دشکر ۴۵، ۴۶، جمہرۃ الانساب ۷۵، نسب قریش ۷۴)
(۳۱) اسحٰق بن عبداللہ الارقط بن علی (زین العابدین) کے نکاح میں عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عثمان غنیؓ تھی (جمہرۃ الانساب ۴۷، نسب قریش ۶۵، شیر وشکر ۴۵، ۴۶)

عباس (علمدار) بن علیؓ سے امویوں کی رشتہ دامادیاں

(۳۲) نفیسہ بنت عبداللہ بن عباس (علمدار) عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ امیرالمومنین کے نکاح میں تھی۔ (جمہرۃ الانساب ۱۰۳، مودۃ القربیٰ ۲۹، کتاب نسب قریش ۷۹، شیر وشکر ۴۵، ۴۶، بنوہاشم و بنوامیہ ۱۰۶)

جعفر طیارؓ سے بنو امیہ کی رشتہ داریاں

(۳۳) رملہ بنت محمد بن جعفر طیار کا پہلا نکاح سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوا۔ دوسرا نکاح ابوالقاسم بن ولید بن عتبہ بن ابوسفیان سے ہوا۔ (کتاب المحبر ۴۴۹، جمہرۃ الانساب ۱/۱۰، بنوہاشم و بنوامیہ کے تعلقات ۱۰۸)
(۳۴) ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار جو زینب بنت علیؓ کے بطن سے تھی یعنی حسینؓ کی سگی بھانجی اس کا پہلا نکاح قاسم بن محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ قاسم کی وفات کے بعد مکہ و مدینہ کے اموی گورنر اور مشہور فاتح حجاج بن یوسف سے ہوا۔ مگر علیحدگی ہو گئی۔ تیسرا نکاح ابان بن عثمان غنیؓ سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد چوتھا نکاح علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔ (المعارف ۹۰، جمہرۃ الانساب ۶۱، ۱۱۴، کتاب نسب قریش ۸۳، کتاب المعارف ۱/۲۲، مودۃ القربیٰ ۸)
(۳۵) ربیحہ بنت محمد بن علی الزینبی جو زینبؓ بنت علیؓ کے بطن سے ہونے کی وجہ سے زینبی کہلاتے تھے۔ یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔ ان کی وفات کے بعد بکار بن عبدالملک کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المحبر ۴۴، بنوہاشم و بنوامیہ کے تعلقات ۱۰۸-۱۰۹)
(۳۶) لبابہ بنت ابوہاشم بن محمد ابن الحنیفہ کا نکاح سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سعید بن عاص سے ہوا۔ (نسب قریش ۷۶، بنوہاشم و بنوامیہ کے تعلقات)

(۴۷) لبابہ بنت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب، کی شادی ولید بن عتبہ بن ابوسفیان سے ہوئی ۔
(سیرت عباس ۱۵۵، بنوہاشم و بنوامیہ ۱۰۷) ۔

(۴۸) ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار کا نکاح یزید بن معاویہ امیر المومنین سے ہوا ۔
(نسب قریش ۸۳، جمہرۃ الانساب ۲۲، بنوہاشم و بنوامیہ کے تعلقات ۱۰۷) ۔